رابی
رضیہ بٹ
PDFBOOKSFREE.PK

اِنتساب

اُن
خوشگوار لمحوں کے نام
جنھیں
تھام لینے کو جی چاہتا ہے۔

رابی

جس جگہ بس نے اسے اتارا وہ اس کے گھر سے کچھ اتنی زیادہ دور بھی نہ تھی چار پانچ منٹ پیدل چلنے کا راستہ تھا۔ لیکن اس وقت وہ بے حد پژمردہ مایوس اور تھکی ہوئی تھی۔ یہ تھوڑا راستہ بھی اسے سزا لگ رہا تھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا گھر خود بخود چل کر اس کے سامنے آ جائے۔ ڈربہ نما گھر! صرف اینٹوں کا بنا' لکڑی کے پرانے سے دروازے والا ایک کمرے کا کوارٹر جس میں ایک چھوٹا سا گھٹن زدہ صحن تھا۔ چھوٹا سا باورچی خانہ تھا جس میں بمشکل ایک بندہ کھڑا ہو کر ہانڈی روٹی پکا سکتا تھا۔ کچھ ایسا ہی غسل خانہ تھا۔ کمرہ بھی کوئی خاص بڑا نہ تھا۔ سیمنٹ کے ننگے فرش والے کمرے میں دو چارپائیاں ڈالنے کے بعد ایک طرف بمشکل دو صندوق رکھنے کی جگہ بچتی تھی۔ کپڑے رکھنے کے لئے الماری نہ تھی دیواروں پر کھونٹیاں اور لمبے کیل لگا کر کپڑے لٹکائے جاتے تھے۔

یہ غریبوں کی کالونی تھی۔ جو ماڈرن علاقوں سے کافی ہٹ کر بنائی گئی تھی۔ ایسے ایک ایک کمرہ کے کوارٹروں کی تقریباً دس قطاریں تھیں۔ ہر قطار میں بارہ بارہ گھر تھے۔ جن کے آگے دس فٹ کی کچی گلیاں تھیں۔ یہاں زیادہ تر مزدور پیشہ لوگ رہتے تھے۔ اکثر لوگ کرایے پہ رہتے تھے۔ سر چھپانے کی جگہ مل جاتی تھی۔ کچھ لوگوں نے کوارٹر خرید بھی لئے تھے۔ لیکن رہائش ویسی ہی تھی۔ جو اس علاقے کے بیشتر لوگوں کی تھی...... وہ تو اچھی بات تھی جو پانی بجلی کا انتظام موجود تھا اور پکی سڑک بھی قریب سے گزرتی تھی جو گورنمنٹ بسوں کا روٹ تھی...... ورنہ یہاں کے لوگوں کو تنگی ترشی کاٹنے کے بعد کہیں آنے جانے کی بھی دقت ہوتی۔

رابی بس سے اتر کر چند لمحے وہیں کھڑی رہی۔ اس کے ساتھ اترنے والے دو لڑکے اور ایک ادھیڑ عمر عورت جو سبزی کے تھیلے اٹھائے تھی اپنی ڈگر پر چل کر کافی فاصلہ پار بھی کر چکے تھے۔ وہ نڈھال سی تھی بے حال تھی۔ ذہنی کوفت سے دو چار تھی...... اس لئے چند لمحے وہیں کھڑی رہی...... پھر ایک گہری سانس لے کر اس نے ہمت مجتمع

کی۔ گہری سانس آہستہ آہستہ چھوڑی اور پھر بے دلی سے قدم اٹھایا۔ اس کا جی اس وقت اس نام نہاد گھر میں جانے کو بھی نہ چاہ رہا تھا۔ عجیب سی ڈپریشن سے دو چار تھی وہ قدم اٹھائے گئی۔

کواٹروں کی دوسری قطار کے تیسرے گھر میں اسے داخل ہونا تھا۔ وہ اپنی گلی میں داخل ہوئی۔ چند گندے مندے اور سوکھے سڑے بچے گلی میں کھیل رہے تھے۔ کچھ بچوں نے اسے سلام بھی کیا۔ وہ زیرلب جواب دے کر اپنے گھر کی طرف بڑھی۔

گھر کا دروازہ حسب معمول کھلا تھا۔ جب بھی وہ گھر آتی دروازہ کھلا ہوتا۔ جو فرح کی لاپرواہی کا ثبوت ہوتا۔ کئی بار وہ اسے سمجھا چکی تھی۔ دروازہ بند رکھا کرو۔ گھر میں اکیلی ہو۔ اردگرد کے لوگوں کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ کسی وقت کوئی گھس آئے۔ گھر میں بے شک کوئی ساز و سامان نہ تھا جس کا اسے چرائے جانے کا ڈر تھا۔ لیکن گھر کی سب سے قیمتی شے تو خود فرح تھی۔ مگر وہ اس کی شاید سنتی ہی نہ تھی۔ یا فطرتاً" لاپرواہ تھی۔ کبھی دھیان ہی نہ دیتی تھی۔ دروازہ شاید اتنی ہی دیر بند رہتا تھا جتنی دیر کے لئے وہ سکول جاتی تھی...... پرائمری سکول قریب ہی تھا جہاں ریاض کے دوست کی ان تھک کوشش سے اسے جاب مل گئی تھی۔

گھر میں داخل ہونے سے پہلے رابی نے چاہا کہ چہرے پر غصیلے تاثرات بکھیرے۔ آج وہ فرح کو اس لاپرواہی پر ڈانٹے...... آگے مصائب کیا کم تھے۔ جو کہیں وہ اور مصیبت پیدا کرلے گی۔ لیکن وہ فطرتاً" نرم دل اور مہربان سی لڑکی تھی۔ غصے کا عنصر اس کے وجود میں تھا ہی نہیں۔ اس لئے وہ غصیلے تاثرات پیدا نہ کر سکی۔ اس کے چہرے کی نرمی اور معصومیت برقرار رہی...... اس کی یہی عادت فرح اور ریاض دونوں کو بہت پسند تھی۔ نرم خو اور مہربان طبیعت۔

شاید اس لئے بھی کہ جتنے دھیمے اور سلجھے ہوئے مزاج کی وہ تھی' فرح اس کے بالکل الٹ تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر اسے غصہ آجاتا تھا۔ اور اس کی کومل سی ناک کی پھننگ سرخ ہو جاتی تھی۔ دونوں کا گزارہ بھی اسی لئے ہو رہا تھا کہ فرح اگر شعلہ تھی تو رابی شبنم۔ رابی ٹھنڈی پھواریں اس پر ڈالتی رہتی اسے موقع ہی نہ دیتی کہ وہ غصے میں آکر اس سے ٹکرائے۔

ہاں

فرح' ریاض کے ساتھ اپنی حس کی مانگ پوری کرلیتی۔ ریاض گھر میں آتا۔ تو دونوں میں نوک جھونک ضروری ہوتی۔ یہ بات بھی نوک جھونک تک رابی ہی کی وجہ سے محدود رہتی۔ وہ نہ ہوتی تو دونوں کبھی کبھی سنجیدگی سے بھی لڑ پڑتے۔

گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے آواز لگائی "فرح...... کی بچی۔ دروازہ پھر کھلا ہے۔"

جواب نہ پاکر وہ ایک لمحہ کے لئے پریشان ہوئی۔ پھر آگے بڑھ کر ایک بار زور سے پکارا...... "فرح کہاں ہو......"

"ادھر ہوں باورچی خانے میں کھانا بنا رہی ہوں" فری نے ادھر ہی سے ہانک لگائی۔

"دروازہ حسب دستور کھلا چھوڑ کر باورچی خانے میں گھسی ہو۔"

"اوہو"

"بہت لاپرواہ ہو"

"آپی میں نے نہیں۔ ریاض نے کھلا چھوڑا ہے۔"

"ریاض آیا ہے" رابی نے ادھر ادھر دیکھا۔

"ہاں" وہ وہیں سے بولی۔

"کہاں" اس نے وہیں کھڑے کھڑے سارے گھر پر نظر ڈالی۔

"یہاں ہوں جناب" ریاض چھت پر سے لکڑی کی سیڑھی پر پاؤں رکھتے ہوئے بولا۔ اور پھر وہیں سے اسے سلام کیا

"چھت پر کیا کر رہے تھے......" رابی نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ اس محترمہ سے پوچھیں......" وہ اترتے ہوئے بولا۔

"آپ ہی بتا دیں" رابی ہاتھ میں پکڑے تہ شدہ اخبار کو دوسرے ہاتھ پر آہستگی سے مارتے ہوئے بولی۔

"پانی کا پائپ اوپر سے لیک کر رہا تھا۔ جس سے باورچی خانے میں پانی نہیں آرہا تھا۔ پرسوں طوفان بھی تو بہت آیا تھا"

"ہاں......"

"آپ کہاں سے آرہی ہیں......"

اس نے اک گہری ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا ”مقدر پھوڑنے........“

”کوئی کام نہیں بنا“

”اوں ہوں۔ اب تو میں مایوس ہو گئی ہوں“

”رابی نہیں مایوسی گناہ ہے۔ ایسے کاموں میں وقت تو لگے گا ہی۔ جب کہ ہمارے پاس نہ اپروچ ہے نہ رشوت دینے کو پیسہ........“

”یہ مسئلہ تو رہے گا ہی“

”اللہ میاں کچھ نہ کچھ ضرور کر دے گا یہ میرا ایمان ہے“

”ہوں“

”آخر یہاں تک بھی تو ہم لوگ پہنچے ہیں........“

وہ سر ہلاتے ہوئے کچھ کہنے کو تھی کہ فرح ہاتھ میں کفگیر پکڑے پکڑے باورچی خانے سے باہر نکل آئی۔

”ہو گیا ٹھیک پائپ“ اس نے آتے ہی ریاض سے پوچھا۔

”ہو گیا ہے تبھی نیچے کھڑا ہوں۔ دیکھ نہیں رہیں........“

”نیچے تم رابی کے لئے بھی آ سکتے ہو........“

”بندہ کام ختم کر کے ہی نیچے اترا ہے۔ بغیر ختم کئے اترتا تو تم سے........“

”ہاں ہاں بولو! کیا تم سے........“

”مار کھانی تھی“ وہ شوخی سے آنکھیں نچاتے ہوئے فرح کو دیکھ کر بولا........

”لڑائی لینا تھی؟“

”دیکھو رابی........ تم کہتی ہو میں ریاض سے خواہ مخواہ الجھتی ہوں........ اب خود ہی الجھنے والی باتیں کر رہا ہے۔“

”لڑنے کا موڈ تو تمہارا بن رہا ہے“

”دیکھا خواہ مخواہ اکسا رہا ہے“

”میں یا تم........“

”تم........“

”میرے جیسا صلح پسند کوئی ہو تو........“

”بڑے آئے۔ لڑاکا کہیں کے۔ جھپٹ نہ لے لو۔ تو روٹی ہضم نہیں ہوتی........

”روز ہضم ہو ہی جاتی ہے۔ میرا پیٹ کافی مضبوط ہے“

”چلو اب باتیں نہ بناؤ........ دیکھ نہیں رہے رابی تھکی ہاری آئی ہے“

”تم کونسا دیکھ رہی ہو۔ اب تک دو پیالی چائے بن کر آ بھی جانا چاہئے تھی“

”دو........“

”ہاں ایک رابی کے لئے ایک میرے لئے“

”اللہ........ پیٹو ابھی سموسے کھائے ہیں چائے پی۔“

”اب تو میں کام کے معاوضے کے طور پر چائے پیوں گا رابی کے ساتھ۔ نوکر تھوڑا ہی ہوں۔ جو تمہارے بلانے پر اتنی دور سے سائیکل پر اپنے کو گھسیٹتے تمہاری پائپ ٹھیک کرنے چلا آیا ہوں۔“

”انکار کر سکتے تھے آنے سے“ فرح نے اک ادائے ناز سے اسے دیکھا۔

”کیوں نہیں“ وہ مصنوعی بے مہری سے بولا۔

”اچھا“ فرح نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے یوں کہا جیسے کہہ رہی ہو........ میاں مجنوں تم میں اتنی جرات ہے ہی کہاں جو میں بلاؤں اور تم چلے نہ آؤ سر کے بل........

”ہوں“ ریاض نے بھی دھیمی مسکراہٹ سے کہا گویا اس کا مطلب سمجھ گیا ہو........

وہ دونوں نوک جھونک کر رہے تھے رابی وہیں کھڑی صرف مسکرا مسکرا کر انہیں دیکھ رہی تھی۔ دونوں چونکہ اچھے موڈ میں تھے اس لئے وہ کچھ نہیں بولی۔

”چائے بناؤ نا اچھی سی“ ریاض نے رابی کی طرف دیکھ کر فرح سے کہا۔ ”پیو گی نا........“

”اس وقت تو موڈ نہیں........ کپڑے بدلوں گی اور لیٹ جاؤں گی“

”لگتا ہے کام آج بھی نہیں بنا“ فرح اس کی طرف متوجہ ہوئی

”نہیں........“

”دفع دفعان ہوں یہ سب لوگ۔“ فرح نے جیسے بددعا دی۔ ”پتہ نہیں کس کو کام دیتے ہیں“

”جو قسمت کے دھنی ہوتے ہیں........“ رابی مایوسی سے بولی۔

”تمہاری قسمت بھی جاگے گی رابی........ حوصلہ رکھو........“

"دل کی تسلی اسی سوچ سے ہوتی ہے" رابی نے کہا اور ان دونوں کو وہیں چھوڑ کمرے میں چلی گئی

....

وہ دونوں کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ پھر فرح بولی "چائے بناؤں یا پہلے کھانا کھاؤ گے"

"رابی سے پوچھ لو...... میں تو چائے پیوں گا اور کھانا بھی کھاؤں گا۔ چائے پہلے یا کھانا پہلے یہ رابی سے پوچھ لو......"

"اس نے تو کہہ دیا کہ اس کا چائے کا موڈ نہیں۔ ویسے بھی موسم خاصا گرم ہے۔ اور وہ چائے بھی کم ہی پیتی ہے......"

"پھر کھانا سہی۔ بن گیا ہے"

"سالن تیار ہے پھلکے ڈالنا ہیں......"

"ہاں ہاں ڈال لو پھلکے...... میری طرف یوں مت دیکھو۔ میں بازار جانے کے موڈ میں نہیں کہ پکی پکائی روٹیاں لے آؤں گا"

"مجھے ابھی سے نوکر سمجھ رکھا ہے تم نے" وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"دیکھو۔ میری طرف یوں نظر لگا دینے والی نظروں سے مت دیکھو۔"

"اوہو" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"کیوں"

"تمہیں نظر لگ سکتی ہے۔"

"ہر خوبصورت اور پیاری چیز کو نظر لگ جاتی ہے"

"اپنے منہ میاں مٹھو مت بنو۔ اب تم اتنے بھی نہیں کہ گھور کر دیکھنے سے نظر لگ جائے۔ نظر تو ہم جیسوں کو لگتی ہے...... سمجھے۔"

"ریاض نے بڑے پیار سے اسے دیکھا اور بولا "خدا تمہیں نظر بد سے بچائے۔ واقعی تم......"

"بس بس...... اب شروع مت ہو جانا۔ میں جیسی ہوں جانتی ہوں۔"

"تم کیسی ہو میں جانتا ہوں مجھ سے پوچھو......"

"اوں ہوں...... چلو ہٹو...... میں جا کر روٹی بنا لوں"

"بازار سے لے آؤں...... کہاں گرمی میں جھلسو گی"

"تم بھی تو اتنی دور دھوپ ہی میں جاؤ گے"

دونوں اب بڑے پیار ولار سے باتیں کرنے لگے تھے۔ رابی چند لمحے تو سنتی رہی۔ رباہر نکل آئی اس نے کچن کا رخ کرتے ہوئے کہا "نہ ریاض بھائی بازار جائیں اور نہ ہی گرمی میں پھلکے ڈالو۔ یہ کام میں کر لیتی ہوں......"

"ارے نہیں رابی......" فرح بولی۔ جلدی سے کچن میں گھستے ہوئے رابی کو باہر لنے لگی "مجھے سکول سے آئے کافی دیر ہو چکی ہے۔ سالن بن چکا ہے۔ پھلکے ہی تو لنے ہیں۔ تم چلو کمرے میں کپڑے بدل لو..... ہاتھ منہ دھو کر تازہ دم ہو جاؤ۔ میں ابھی لے آتی ہوں کھانا......"

"فرح روز ہی تم کھانا بناتی ہو۔ اچھی بہن کبھی مجھے بھی ہاتھ بٹانے دیا کرو......" بی اسے عقیدت و پیار سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"میری جان" فرح نے اس کی خوبصورت ٹھوڑی انگلیوں سے پکڑ کر ہلاتے ہوئے ا "تم سارا دن ماری ماری پھرتی ہو...... کام کی تلاش میں...... گھر آ کر تو آرام کیا و...... چلو اندر...... میں پانچ منٹ میں کھانا تیار کر کے لائی......"

"میں برتن ٹرے میں رکھتی ہوں۔" رابی نے چھوٹی سی بے پٹ کی الماری میں ی دو تین پلیٹیں اور گلاس اٹھانا چاہے۔

فرح نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا "سب کچھ لے آؤں گی تم جاؤ...... ہاتھ منہ دھو ...... رنگت کیسی میلی ہو رہی ہے...... آنکھیں سرخ ہیں...... بال بے نیب...... جاؤ تازہ دم ہو جاؤ شاباش میری اچھی بہن جاؤ......" اس کا اصرار ایسا ت بھرا تھا کہ رابی باہر نکل آئی۔

صحن میں ریاض ان دو تین گملوں کے پودے ٹھیک کر رہا تھا...... جن کی دیکھ ، دونوں لڑکیاں نہ کر سکتی تھیں......

رابی کمرے میں گئی...... کپڑے بدلے اور ہاتھ منہ ٹھنڈے پانی سے دھو کر واقعی ، تازہ دم ہو گئی...... کچھ ہی دیر میں فرح کھانے کی ٹرے لئے آ گئی۔ دونوں چارپائیوں ، درمیان اس نے لکڑی کی بے رنگ چوکور میز رکھ کر اس پر ٹرے رکھ دی۔

"میں پانی لے آؤں......" فرح بولی "برف بھی نہیں ہے نلکے کا پانی ہی پینا پڑے

گا...... سوچ رہی ہوں ایک کولر پانی کے لئے خرید لیں"

رابی کچھ نہیں بولیں...... اس کے پاس تھا ہی کیا جو کولر خریدنے کی رائے دیتی۔ فرح ہی کی تھوڑی سی تنخواہ تھی جس سے خرچہ چل رہا تھا۔ کبھی کبھی ریاض مدد کر دیتا۔ لیکن وہ بھی کون سا رئیس تھا۔ اس کی تنخواہ بھی محدود ہی تھی۔

فرح پانی لینے چلی گئی۔

جب واپس آئی۔ تو اس کے ساتھ ریاض بھی تھا۔ جو نل تلے ہاتھ دھونے کے بعد رومال سے ہاتھ پونچھ رہا تھا۔

ایک چارپائی پر ریاض بیٹھ گیا۔ دوسری پر وہ دونوں...... ہر ایک نے اپنی اپنی پلیٹ میں آلو کی بھجیا ڈالی اور چپاتیاں اٹھالیں......

"ہاں رابی یاد آیا" ریاض نوالہ توڑتے ہوئے بولا۔

"کیا" رابی نے لقمہ منہ میں ڈالا۔

"وہ تمہارے انٹرویو کا کیا ہوا۔ جواب آیا کوئی"

"ناکامی" رابی نے کہا۔

"مجھے بھی یقین تھا۔ بغیر سفارش یا رشوت کے کام بننے کا نہیں......"

"اور وہ دونوں چیزیں ہی ہمارے پاس نہیں" فرح نے بھجیا اپنی پلیٹ میں ڈالی۔

"یہاں بھی سفارش چلی ہوگی" ریاض نے پوچھا

"ہاں کسی بہت بڑے سیاستدان کا بندہ چنا گیا ہے"

"حد ہوگئی" فرح نے ناراضگی سے کہا "لیاقت کوئی نہیں دیکھتا۔ ایم اے کیا ہوا ہے۔ سیکرٹری شپ کا کورس بھی...... لیکن نوکری نہیں ملی"

"ملے گی سہی......" ریاض پر امید تھا۔

"جوتے چٹخا چٹخا کر" فرح نے منہ بنایا

"بھئی جوتے چٹخا چٹخا کر بھی مل جائے تو غنیمت ہے......"

کھانے کے دوران تینوں باتیں کرتے رہے۔ موضوع یہی تھا۔ رابی کئی جگہ درخواستیں دے چکی تھی...... اخبار باقاعدگی سے لیتی اور جہاں بھی جیسی بھی نوکری ہوتی اپلائے کر دیتی۔ کہیں سے جواب ہی نہ آتا۔ کہیں سے انٹرویو کے لئے بلا کر رد کر دیا جاتا۔ تین مہینوں میں وہ بیسیوں جگہ قسمت آزمائی کر چکی تھی...... لیکن کام نہیں بنا تھا......

کام سے کچھ زیادہ مایوس نہ تھی۔ ذہنی کوفت تو زیادہ اس وجہ سے تھی کہ اب اس کے پنے پیسے ختم ہو چکے تھے۔ اور وہ اب فرح کی تنخواہ پر جی رہی تھی...... اسی لئے وہ وٹی سے چھوٹی تنخواہ پر بھی کام کرنے کو رضامند تھی۔ بشرطیکہ کام ملتا۔

ریاض بھی پوری تندہی سے اس کے لئے کام تلاش کر رہا تھا۔ کئی دوستوں اور لنے والوں کو بھی کہہ رکھا تھا لیکن اس بے چارے کی رسائی اتنی نہ تھی کہ کام بن جاتا۔ ست بھی اسی کی طرح تھے۔ بڑے بڑے جغادری قسم کے لوگوں سے اس کی راہ و رسم ہاں تھی...... ویسے بھی اسے اس شہر میں آئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا۔ اتنی جان چان بھی نہ تھی۔ پھر بھی جہاں تک ممکن تھا وہ ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔

کھانا ختم ہو گیا۔ رابی اور ریاض نے آلو کی بھجیا اور گرم گرم پھلکوں کی تعریف ی۔ فرح خالی برتن اٹھا کر لے گئی......

ریاض اور رابی باتیں کرنے لگے

"میں نے بہت جگہ کہہ رکھا ہے۔ دفتر میں دو تین اخباروں میں ضرورت کے کالم ی دیکھتا رہتا ہوں۔ خدا کرے گا کہیں نہ کہیں کام بن جائے گا"

رابی قدرے مسکرا کر بولی "دنیا امید پر قائم ہے۔ خدا نے یہاں تک پہنچایا ہے۔ گے بھی بہتر کرے گا"

"انشاء اللہ"

"رابی کچھ کہنے والی تھی کہ فرح نے کچن سے آواز دی "چائے چلے گی"

"نہیں بھئی" رابی نے کہا "ریاض بھائی کے لئے بنا لو......"

"نہیں بس کھانا خوب پیٹ بھر کر کھا لیا ہے۔ اس وقت طلب نہیں ہے...... آ جاؤ فرح میرے لئے بھی مت بناؤ چائے"

فرح ہنستے ہوئے اندر آ کر بولی "میں پہلے کونسا بنانے لگی تھی۔ دودھ ہی نہیں ہے۔ رمی سے پھٹ گیا ہے"

"چلو خیر" ریاض بولا "اب میں چلتا ہوں"

"بیٹھیے" رابی نے میز اٹھا کر دیوار کے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"بس......" وہ اٹھ کھڑا ہوا...... مجھے کام پر بھی جانا ہے۔ دفتر سے تو چھٹی کر آیا تھا۔

"کون سے کام پر" فرح نے تجسس سے پوچھا۔

"ایک کام مل گیا ہے چار سے چھ بجے تک...... اچھے پیسے بن جاتے ہیں......"

"بہت خوب" فرح بولی......

"بھئی کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے نا...... ورنہ ہم تم ندی کے دو کنارے ہی بن کر جائیں گے" اس نے شوخی سے فرح کو دیکھا...... جو فرط حیا و مسرت سے سرخ ہو گئی......

ریاض کے جانے کے بعد فرح نے صحن کا دروازہ بند کیا۔ رابی اپنے بستر میں در ہو چکی تھی وہ بھی آ کر چارپائی پر تکیہ درست کر کے لیٹ گئی......

"آج موسم کچھ تپ رہا ہے" فرح نے دوپٹہ اتار کر ایک طرف رکھ دیا۔

"ہاں"

"اور ہمارے پاس ایک پنکھا تک نہیں"

"شکر کرو چھت ہے......"

"رابی"

"ہوں"

"ہم لوگ کب تک ایسے رہیں گے"

رابی نے رخ اس کی طرف موڑا اور مسکراتے ہوئے بولی "تمہیں تو رہائی صورت ریاض کی شکل میں نظر بھی آتی ہے۔ میرا سوچو......"

"کیا تم سمجھتی ہو" فرح اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "ہم تمہیں اکیلا چھوڑ دیں گے"

"تو......"

"جہاں میں رہوں گی وہاں تم...... ریاض نے تمہیں بہن کہا ہے اور وہ تم بہن ہی سمجھتا ہے"

"وہ تو ٹھیک ہے پر......"

"پر' ور کچھ نہیں۔ غلط سلط باتیں مت سوچا کرو......"

"اچھا محترمہ۔ چلو اب لیٹ جاؤ...... مجھے نیند آ رہی ہے۔ خدا کو جو منظور ہو وہ ہو جائے گا"

"ہاں"

وہ لیٹ گئی...... کچھ دیر دونوں باتیں کرتی رہیں پھر نیند نے انہیں آلیا۔

فرح تو بے خبر سوتی رہی۔ رابی کی نصف گھنٹے بعد ہی آنکھ کھل گئی۔ گرمی تھی یا ذہنی پریشانی کروٹیں بدل بدل کر بھی نیند نہ آئی۔ اس نے فرح کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر [illegible] سی کیفیت تھی۔ نازک نازک نقوش اور ہلکی سانولی رنگت والی دبلی پتلی فرح بڑی اچھی لگ رہی تھی۔ وہ رابی کے لئے بڑی مشفق اور پیار کرنے والی شخصیت تھی۔ خون کا رشتہ تھا نہ کوئی اور لیکن جان دیتی تھی اس پر...... سراپا محبت سراپا پیار......

رابی نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں...... اسے پھر پریشانیوں نے آلیا۔ کیسے غیر یقینی دور سے گزر رہی تھی وہ......

لیکن

لیکن

اس کا ماضی بھی تو کسی طور اچھا نہ تھا۔ ماضی کی طرف لوٹتے ہی اسے خوفزدہ کر دینے والی کپکپاہٹ کا احساس ہوا...... اف

نہ ماضی اچھا تھا اور نہ ہی حال......

مستقبل کے متعلق وہ کچھ نہ جانتی تھی۔ کبھی مایوس ہو جاتی کبھی پر امید......

لیکن

جو کچھ بھی تھا...... حال اور مستقبل جیسے بھی تھے...... ماضی؟

رابی نے آنکھیں بند کر لیں اور نہ چاہنے کے باوجود بھی پرت کھلتے گئے اور وہ ماضی میں ڈوبتی چلی گئی......

وہ کون تھی؟

فرح کہاں سے آئی تھی؟

اور

ریاض کیسے ملا تھا؟

سوالوں کے جواب اس کے ذہن کو محیط کرتے چلے گئے۔

رابی احتشام کو جب دارالامان لایا گیا تو اس کی عمر چودہ پندرہ برس تھی۔ معصوم اور حسین ہرنی جیسی آنکھیں' خوبصورت چہرے پر غیر یقینی اور خوف کے تاثرات' متوازن قد سڈول جسم کٹے ہوئے آنکھوں کی رنگت ایسے چمکیلے بال...... وہ مرقعہ حسن تھی۔

دارلامان کے ہر فرد کو وہ بھی اچھی لگی۔

"کتنی خوبصورت ہے"

"پیاری بہت ہے"

"معصوم ہے"

"یہ تو ہم سب سے نمبر لے گی۔"

"ہم ستارے ہیں تو یہ چاند......"

"نہیں اور بھی چاند ہیں۔ لیکن اس چاند کی چاندنی میں بڑی ٹھنڈک ہے"

دارلامان کی ہر لڑکی اسے دیکھ کر مرعوب و متاثر ہوئی تھی۔ سب خوش تھیں اور اس احساس سے شاداں کہ اب رابی بھی ان کے ساتھ رہے گی۔

یہ دارالامان روایتی دارالامان کی طرح نہیں تھا۔ ایک بہت بڑی شاندار کوٹھی تھی جس کا ایک حصہ تو میڈم کی رہائش کے لئے تھا۔ ہنس مکھ اور خوش شکل فربہ سی میڈم اپنے شوہر کے ساتھ اس حصے میں رہتی تھی۔ دوسرا حصہ ان لڑکیوں کے لئے وقف تھا۔ جو بے سہارا لاوارث اور یتیم ہونے کی صورت میں یہاں لائی جاتی تھیں۔ یہاں زیادہ لڑکیاں نہ تھیں بیک وقت ڈھیر ساری لڑکیوں کو یہاں نہیں رکھا جاتا تھا۔ اس وقت بھی یہاں نو دس لڑکیاں تھیں۔ جو سب کی سب خوش شکل جوان اور سمارٹ تھیں۔ چودہ پندرہ سے لے کر بیس اکیس برس تک کی دوشیزائیں یہاں رہتی تھیں جن کے قیام و طعام کا بندوبست تھا۔ اچھے سے اچھا کھانے اور پہننے کو ملتا تھا۔ دو لڑکیوں کے لئے ایک ایک بیڈروم وقف تھا۔ جو خاصہ پر آسائش اور سجا ہوا تھا۔

اس حصے کا کچن الگ تھا۔ نوکر چاکر الگ تھے۔ دو عورتیں بھی ملازم تھیں۔ اور ان

کی نگران زبیدہ انجم جو بڑی ذمہ دار اور میڈم کی خاص الخاص عورت تھی۔ ادارے کو وہ بڑی خوش اسلوبی سے چلا رہی تھی۔

زبیدہ انجم کا دفتر بھی اسی حصے میں تھا۔ وارڈن کی حیثیت سے وہ خاصی سخت عورت تھی۔ ویسے ہر لڑکی کی ضرورت کا خود دھیان رکھتی تھی۔ سختی کے باوجود لڑکیاں اس سے خوش تھیں۔

رابی احتشام کا مختصر سا انٹرویو لینے کے بعد اس نے فائل میں اس کے کوائف درج کئے۔

نام لکھا عمر لکھی۔ اور جن حالات میں وہ یہاں لائی گئی تھی۔ وہ درج کئے......

رابی کو مائی کے ساتھ دوسری لڑکیوں کے پاس بھیج کر وہ لکھے ہوئے حالات پڑھنے لگی۔

رابی کے والدین ڈاکٹر تھے۔ جو ایک حادثے میں ہلاک ہو گئے تھے۔ جاب کے سلسلے میں دونوں ہی ملک سے باہر رہتے تھے۔ چند دنوں کے لئے چھٹیوں میں پاکستان آئے ہوئے تھے کہ روح فرسا حادثہ ہو گیا۔ دونوں موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔ دو بیٹے بھی اسی حادثے کی نذر ہو گئے۔ صرف رابی بچ گئی جو کچھ عرصہ دور پار کے عزیزوں کے ہاں بھٹکتی رہی...... ماں باپ کا چھوڑا ہوا اثاثہ بھی یہی عزیز چٹ کر گئے۔ تب کسی خدا ترس نے اسے اس ادارے میں پہنچا دیا...... جو ادارہ معلوم ہوتا تھا نہ دارالامان لگتا تھا کسی خدا ترس نے بے سہارا اور لاوارث بچیوں کے لئے گھریلو ماحول فراہم کرانے کا پورا پورا انتظام کیا ہوا ہے۔

رابی لڑکیوں سے ملی...... پہلے تو اس کا جی بہت گھبرایا۔ انجان چہرے دیکھ دیکھ کر وہ پریشان ہوئی......

"اب تم بھی یہیں رہو گی" ایک خوبصورت لڑکی ہاشمہ نے اس سے دوستانہ انداز میں کہا۔

"ابھی تو گھبرا رہی ہے" ایک بیس اکیس سالہ حسین دوشیزہ سنعیہ نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا "کوئی بات نہیں چند دنوں ہی میں اس کو اپنا گھر سمجھنے لگی گی"

"ہم سب بہنوں کی طرح رہتے ہیں" سترہ سالہ فائزہ بولی۔

"مجھے تو اب کبھی بھی کچھ یاد نہیں آتا...... پہلے پہلے میں بھی بہت پریشان ہوتی تھی" نبیلہ بولی۔

"ہاں اب تو یہی لگتا ہے یہی ہمارا گھر ہے اور میڈم ہماری ماں" نازیہ نے سر ہلایا۔

"سلوک بھی تو سب بہت اچھا کرتے ہیں"

"اور کیا۔ کبھی کسی نے غصہ نہیں کیا۔

"اخراجات کتنے اٹھتے ہیں اچھے سے اچھا کھانا ملتا ہے۔ اچھے سے اچھا لباس مہیا کیا جاتا ہے۔"

"صرف ایک بات ہے"

"کیا"

"باہر جانے کی کھلی چھٹی نہیں......"

"میڈم خود جو لے جاتی ہیں۔ اور وہ نہ جا سکیں تو میڈم زبیدہ لے جاتی ہیں۔ وہ بھی نہ ہوں اور جانا پڑ ہی جائے تو مائی ساتھ چلی جاتی ہے رحمت خان جاتا ہے۔ ہماری حفاظت ہی کی خاطر کیا جاتا ہے نا"

سب لڑکیاں باتیں کر رہی تھیں رابی خاموش بت بنی ہر ایک کو ٹکر ٹکر تکے جا رہی تھی۔ لڑکیوں کا رویہ ہمدردانہ اور دوستانہ تھا۔

"اسے کون سا بیڈ روم الاٹ ہوا ہے" نازیہ نے مائی سے پوچھا

"فرح کے ساتھ رہے گی" مائی نے کہا "وارڈن صاحبہ نے وہی کمرہ دکھانے کے لئے بھیجا ہے۔"

"چلو میں لے چلوں فرح سے مل کر تم خوش ہو گی۔ بہت اچھی لڑکی ہے وہ" سنعیہ نے کہا لڑکیاں اسے برآمدے سے لے کر دائیں ہاتھ مڑیں اور آخری سرے والے کمرے میں لے گئیں۔ کمرے میں فرح موجود تھی۔

کمرہ خاصا کشادہ تھا۔ ہلکے پنک رنگ کی میٹنگ پڑی تھی۔ پھولدار پردے تھے۔ ایک طرف ڈبل بیڈ تھا۔ جس پر خوبصورت بیڈ کور پڑا تھا۔ دو کرسیاں اور ایک چھوٹی سی میز ایک طرف رکھی تھی۔

فرح کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ اتنی لڑکیوں کو اندر آتے دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی

"کیا بات ہے؟" وہ کتاب تکیے پر الٹتے ہوئے بولی۔

"تمہاری روم میٹ آئی ہے۔" ثمرہ بولی

"کون" فرح نے تجسس سے دیکھا

"یہ" رابی کو سنعیہ نے آگے کرتے ہوئے کہا۔

فرح نے رابی کو دیکھا...... اتنی پاکیزہ صورت والی معصوم و حسین لڑکی دیکھ کر وہ خوش ہوئی۔ خوش آمدیدی انداز میں آگے بڑھی اور ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی "تمہارا نام کیا ہے"

"رابی احتشام" رابی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ باوجود اس کے کہ رابی قدرے گھبرائی ہوئی تھی۔ اور اس ادارے میں اپنے آپ کو اجنبی لگ رہی تھی۔ پھر بھی فرح اسے بہت اچھی لگی۔ سانولی سلونی دبلی پتلی فرح میں بلا کی کشش تھی۔ اس نے صاف ستھرے اور جدید طرز کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ عمر میں اس سے کچھ بڑی تھی۔ پھر بھی دوستی کے لئے ٹھیک تھی۔

"تم بھی یہیں رہو گی؟" فرح نے بات کرنے کو یوں ہی کہہ دیا۔

رابی کی حسین آنکھوں میں نمی تیر گئی اور اس نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے فرح کی طرف دیکھا

"بیوقوف" سنعیہ نے ہنس کر فرح سے کہا "یہ تیری روم میٹ ہے۔ ظاہر ہے یہاں ہی رہے گی......"

"کہاں سے آئی ہے" فرح تجسس سے بولی۔

"جہاں سے ہم تم سب آئے ہیں......" فائزہ نے گہری سانس لے کر کہا......

"مادام نے بتایا کہ اس کے والدین کار کے حادثے میں ہلاک ہو گئے تھے......"

"کب" فرح نے رابی سے پوچھا

"دو سال سے کچھ اوپر ہی ہو گئے ہیں......" رابی نے گہری سانس لی۔

"اور کوئی بھی نہیں ہو گا"

"دور پار کے چند عزیز ہیں۔ لیکن......" اس کی آواز بھرا گئی۔

"دور کے ہوں نزدیک کے۔ کون بار اٹھاتا ہے......" سنعیہ نے رابی کا کندھا تھپتھپایا۔

"ممی پاپا کا اثاثہ بھی سمیٹ لیا اور مجھے بھی پناہ نہ دے سکے" رابی نے غمگین لہجے میں کہا۔

"چلو جو ہو گیا سو ہو گیا۔ یاد کرنے سے کچھ حاصل نہیں...... میں نے تو یہی جانا

ہے......" انیس سالہ خوبصورت ہاشمہ بولی۔

"شکر کرو اس ادارے میں آ گئی ہو" فائزہ نے کہا

"واقعی" سب لڑکیاں بولیں "یہاں ہم سب گھریلو ماحول میں رہتے ہیں۔ بہنوں کی طرح۔ کھانے کی فکر نہ پہننے کی میڈم ہی کی ذمہ داری ہے ساری۔ بہت نیک اور خداترس ہیں۔ تم بہت جلد ان سے مانوس ہو جاؤ گی۔ یوں لگے گا وہی تمہاری ماں ہیں......"

لڑکیاں ادارے اور میڈم کی تعریفیں کرنے لگیں۔ رابی کا حوصلہ بندھا۔

"لو رابی تم بیٹھو فرح کے پاس" سنعیہ نے کہا "ہم چلتے ہیں مجھے کچھ کام کرنا ہے۔ میں ایم اے پریوس کی تیاری کر رہی ہوں"

"یہاں پڑھائی بھی ہوتی ہے" رابی نے جلدی سے پوچھا۔

"جو پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے" فرح بولی۔

"بہت اچھی بات ہے۔ رابی نے دونوں ہاتھ فرط تجسّس سے آپس میں الجھا کر کہا۔

"تم پڑھنا چاہو گی"

"ہاں"

"کچھ پڑھا......" فرح نے پوچھا

اس کی بات کاٹتے ہوئے رابی جلدی سے بولی "میں فرسٹ ائیر میں آئی ہوں۔"

"تب تو تم اپنی پڑھائی ضرور جاری رکھو۔ میں سیکنڈ ائیر کا کورس کر رہی ہوں"

"کس کالج میں ہو......" رابی نے پوچھا

"کسی میں بھی نہیں......" وہ بولی۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ یہاں جو پڑھنا چاہتا ہے وہ پرائیویٹ طور پر پڑھتا ہے" سنعیہ نے اسے سمجھایا۔ "اس ادارے میں لڑکیوں کو ہر سہولت دی جاتی ہے۔ سوائے اس کوٹھی سے باہر جانے کے۔ کالج داخلہ نہیں لے سکتیں ہاں پرائیویٹ جتنا چاہیں پڑھ سکتی ہیں......"

"باہر جانے پر اتنی پابندی کیوں ہے" رابی نے کچھ پریشان ہو کر کہا۔

"ہماری حفاظت کے پیش نظر......" ہاشمہ بولی...... پھر اس نے رابی کو سمجھایا

اور اس کا خوف دور کرنے کے لئے تفصیل سے اسے سمجھایا...... "ہم لوگوں کو جب اس ادارے میں لیا جاتا ہے تو ہماری ساری ذمہ داری میڈم کے سر ہوتی ہے۔ جو لڑکیاں بھی یہاں آتی ہیں' ان کے والدین تو ہوتے نہیں۔ دور پار ہی کے عزیز ہوتے ہیں۔ جو اپنا مفاد دیکھتے ہیں۔ کسی کو مفت کی نوکرانی ملی ہوئی ہے۔ کوئی ماں باپ کے چھوڑے ہوئے اثاثوں پر ہاتھ صاف کرتا ہے۔ سب اپنا ہی مفاد دیکھتے ہیں۔ جب یہ بے سہارا لڑکیاں یہاں آ جاتی ہیں تو ایسے لالچی رشتہ داروں کے لئے یہ گھاٹے کا سودا ہوتا ہے...... ہاتھ میں آئی نوکرانی یا سونے کی چڑیا کون چھوڑتا ہے۔ میڈم اگر لڑکیوں کو سکولوں کالجوں میں کھلے بندوں آنے جانے دیں تو خطرہ تو ہوتا ہی ہے نا۔ کسی عزیز کی نظر پڑ جائے...... نیت بد ہو جائے تو وہ لڑکی کو اڑا لے جائیں......"

وہ بولتی گئی

اور

رابی کو جھرجھریاں سے آتی رہیں۔ واقعی میڈم نے لڑکیوں کی حفاظت کے مدنظر یہ پابندی عائد کی ہوئی تھی۔ انہی کا بھلا تھا نا......

کچھ دیر سب باتیں کرتی رہیں۔ پھر سنعیہ چل دی اور اس کی دیکھا دیکھی دوسری لڑکیاں بھی

"خدا حافظ رات کھانے کی میز پر اکٹھے ہوں گے" فائزہ نے جاتے ہوئے کہا۔ رابی اور فرح نے بھی خدا حافظ کہا

کمرے میں اب فرح اور رابی ہی رہ گئیں۔

"بیٹھو......" فرح نے رابی سے کہا

وہ دیوار کے ساتھ لگی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"میں ایک ناول پڑھ رہی تھی" فرح نے بستر کے سرہانے پر الٹی پڑی کتاب کی طرف اشارہ کیا" اتنا دلچسپ ہے کہ ایک ہی نشست میں تقریباً ختم کر لیا۔

رابی مسکرا دی۔

فرح اس کے سامنے بیڈ کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے بولی "تم مجھے بہت اچھی لگی ہو......"

"شکریہ۔ آپ کے متعلق میرے احساسات بھی ایسے ہی ہیں۔"

"پھر ہماری اچھی نبھے گی......"

"خدا کرے...ب تو میں آپ کو ہی اپنا سہارا سمجھوں گی"

"تم اسی شہر سے آئی ہو"

"ہاں...... ان دنوں یہیں تھی"

فرح دلچسپی لیتے ہوئے بولی "اس سے پہلے کہاں تھیں......"

"میں زیادہ عرصہ سعودیہ میں رہی ہوں"

"اچھا......"

"ہاں"

"تمہارے والدین......"

"وہیں جاب کرتے تھے...... وہ اڑھائی سال پہلے پاکستان چھٹیاں گزارنے آئے تھے۔ ایکسیڈنٹ میں وہ دونوں اور دونوں چھوٹے بھائی ختم ہو گئے...... میں بدنصیب بچ گئی...... مما پاپا کا بہت کچھ تھا۔ لیکن پتہ نہیں کہاں گیا...... مجھے تو جس نے بھی اپنے پاس رکھا ایک بوجھ سمجھا...... دو وقت کی روٹی بھی نہ دے سکے تھے......"

رابی کو جو کچھ یاد تھا وہ فرح کو بتاتی رہی...... اپنی دکھ بھری کہانی سنا چکی تو اس نے فرح سے پوچھا

"آپ کے حالات بھی کچھ ایسے ہی ہوں گے"

"ہاں" وہ بولی "فرق اتنا ہے کہ مجھے اپنے ماں باپ کی شکلیں تک یاد نہیں...... ماضی میں جھانکوں تو سوائے سختیوں دھکوں اور مار پٹائی کے کچھ نظر نہیں آتا۔ سولہ سال تک یہی کچھ دیکھا۔ ایک نام نہاد دور کے رشتہ کی چچی نے تو مظالم کی انتہا کر دی تھی۔

"تم کتنے عرصے سے یہاں ہوں"

"میں پچھلے سال آئی تھی...... ہاں...... سوا سال ہو گیا ہے...... چھ ماہ ہی اس ظالم چچی کے پاس گزارے وہ تو بھلا ہو ریاض کا...... جو مجھے یہاں لے آیا......"

"ریاض کون" رابی نے پوچھا تو فرح کی آنکھوں میں رنگین سایے سے لہرا گئے...... زیر لب مسکرائی اور بولی

"ہے ایک میری طرح کا ہی انسان...... دنیا میں اپنے سوا کوئی نہیں اس کا بھی۔ لیکن وہ لڑکا ہے نا گزر بسر کر رہا ہے...... پڑھ بھی رہا ہے نوکری بھی کرتا ہے...... بس

زندگی کی گاڑی گھسیٹ رہا ہے۔ کبھی...... اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا تو......"

"وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ لیکن اس کا انگ انگ مسکرا رہا تھا۔ اس لئے رابی نے شوق سے پوچھا "تو...... تو کیا ہو گا......"

فرح کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بولی "شہزادہ گلفام آئے گا اور اپنی پری کو اڑن کھٹولے پر بٹھا کر لے جائے گا......"

اس کی بات پر رابی مسکرا دی۔

فرح کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد بولی "چائے پیو گی"

"کون بنائے گا" رابی نے پوچھا

"کچن میں جا کر مائی کو کہنا ہے بس چائے کی ٹرے یہاں آ جائے گی"

"واقعی" رابی کو ایک لمحہ کو لگا جیسے وہ طلسماتی دنیا میں آ گئی ہے۔

"ہاں" فرح اٹھتے ہوئے بولی "ہاں سنو...... یہ باتھ روم ہے۔ منہ ہاتھ دھونا ہو تو دھو لو۔ میں چائے کے لئے کہہ کر آتی ہوں۔ فی الحال تم میرا تولیہ استعمال کر سکتی ہو......"

اس نے الماری سے تولیہ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ "شام تک تمہیں تمہارے استعمال کی ساری چیزیں مل جائیں گی۔ ابھی تم میڈیم حسنہ سے تو نہیں ملی ہو گی"

"پتہ نہیں...... آفس میں ایک میڈم ملی ہیں۔"

"موٹی سی......"

"ہاں"

"وہ تو وارڈن ہیں۔ میڈم حسنہ شام کے بعد تمہارا انٹرویو لیں گی"

رابی گھبرا کر بولی "کہیں مجھے...... ریجیکٹ"

فرح ہنس کر بولی "ارے نہیں۔ تم جیسی لڑکی تو ادارے کی زینت ہے۔ میڈم بہت حسن پسند ہے حسین لڑکیوں کو تو فٹ سے لے لیتی ہیں۔ تم نے دیکھا نہیں سب لڑکیاں کتنی پیاری پیاری اور خوبصورت ہیں......"

"ہاں"

فرح کمرے میں نکل گئی...... رابی کمرے کا بغور جائزہ لینے لگی۔ پھر وہ اٹھی۔ اور الماری کھول کر دیکھنے لگی...... اس میں فرح کے کپڑے ہینگروں میں لٹک رہے تھے۔

لباس سوتی ہی تھے۔ لیکن خوش رنگ اور اچھے سلے ہوئے تھے۔

وہ جب باتھ روم سے منہ ہاتھ دھو کر باہر نکلی...... تو فرح واپس آ چکی تھی......

کچھ ہی دیر میں رانی چائے لے آئی۔ صاف ستھری ٹرے میں چینی کی پیالیوں میں چائے تھی۔ چینی دان بھی تھا اور ایک پلیٹ میں کچھ بسکٹ بھی......

دونوں چائے پیتے ہوئے باتیں بھی کئے جا رہی تھیں...... رابی کی معلومات میں فرح نے کافی اضافہ کر دیا تھا......

چائے کے بعد رابی نے کچھ دیر آرام کیا فرح جانے کہاں چلی گئی تھی......

شام اترنے کے بعد جب فرح اور رابی دوسری لڑکیوں کے ساتھ وسیع و عریض لان میں گھومنے پھرنے کے بعد کمرے میں آئیں تو مائی نے آ کر رابی سے کہا "بڑی میڈم آئی ہیں۔ دفتر میں تمہارا انتظار کر رہی ہیں چلو آؤ......"

رابی نے فرح کی طرف دیکھا اس نے اس کی نظروں ہی نظروں میں حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا "ڈرو نہیں وہ تم سے بہت اچھی طرح ملیں گی۔"

رابی مائی کے ساتھ کمرے سے نکل آئی۔ پھر اس کی رہنمائی میں آفس میں آ گئی جہاں بڑی سی شیشے والی میز کے دوسری طرف ریوالونگ چیئر پر جہاں اس وقت میڈم زبیدہ بیٹھی تھی۔ میڈم حسنہ بیٹھی نظر آئیں وہ متوازن جسم کی خوبصورت خاتون تھیں۔ خوش رنگ لباس پہنے تھیں۔ تراشیدہ بال نفاست سے بنے ہوئے تھے۔ ہاتھوں میں ڈائمنڈ کی موٹی انگوٹھیاں تھیں۔ گلے کی موٹی زنجیر میں بھی ڈائمنڈ تھا۔ اور کانوں میں ٹاپس بھی ڈائمنڈ کے تھے۔ وہ ایک امیر اور وضع دار عورت لگ رہی تھیں...... میز کے دائیں طرف میڈم زبیدہ بیٹھی تھیں اور بائیں طرف پینتیس چھتیس سال کا ایک صحت مند آدمی جو غالباً میڈم کا ذاتی ملازم تھا کھڑا تھا۔

رابی نے ڈرتے ڈرتے اندر قدم رکھا اور مودبانہ حسنہ کو سلام کیا۔

حسنہ کی نگاہیں رابی پر مرکوز ہو گئیں۔ ان نگاہوں میں ناقدانہ گرمی تھی۔ رابی قدرے گھبرائی

لیکن

میڈم نے مسکرا کر زبیدہ کی طرف دیکھا۔ اس نے ذومعنی انداز میں آدمی جس کا نام فرحان تھا کی طرف دیکھا۔ تینوں مسکرائے۔

میڈم بولی "بہت پیاری اور معصوم صورت لڑکی ہے"

"جی ہاں...... ابھی تو صرف پندرہ سولہ برس کی ہے......"

"ہوں"

میڈم نے میز کے دوسری طرف پڑی کرسیوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رابی سے کہا "بیٹھو" رابی چپ چاپ بیٹھ گئی......

زبیدہ نے اس کے جو کوائف فائل میں درج کئے تھے میڈم کے سامنے رکھتے ہوئے زبانی بھی دہرائے۔ حسنہ سننے کے بعد رابی کی طرف متوجہ ہو کر بولی "تمہارے والدین کے چھوڑے ہوئے اثاثے......؟"

رابی بولی "میڈم پتہ نہیں...... تھا تو یقیناً" بہت کچھ...... لیکن رشتہ داروں نے لیا"

"اب تمہارے پاس کچھ نہیں!......"

"صرف یہ کڑا ہے" اس نے کلائی آگے کرتے ہوئے ایک موٹے سے کڑے کی طرف اشارہ کیا۔

"سونے کا ہے" میڈم نے پوچھا

"جی میڈم۔ میں آٹھویں میں پاس ہوئی تھی تو مما نے میری کلائی میں ڈالا تھا...... کہتی تھیں میٹرک کرو گی تو دوسری میں ڈالوں گی......" لیکن رابی روہانسی ہو گئی......

"یہ رشتہ داروں نے کیسے چھوڑ دیا" میڈم بولی۔

"یہ کلائی میں پھنسا ہوا ہے میڈم اترتا نہیں...... ان دنوں میں جن کے پاس تھی وہ کسی دن بھی مجھے سنار کے پاس لے جا کر کڑا کٹوا کر اتروانے والے تھے۔ شکر ہے یہ بچ گیا۔ میری مما کی نشانی ہے میڈم......" وہ رونے کو تھی......

"لیکن یہاں تم اسے نہیں پہن سکتیں اتروانا تو پڑے گا...... تمہاری امانت...... ہمارے پاس رہے گی" میڈم نے کہا۔ تو رابی کے موٹے موٹے آنسو گالوں پر لڑھک آئے...... وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے کہنے لگی...... یہ میرے مما پپا کی نشانی ہے میڈم اسے مجھ سے جدا نہ کریں۔ میں مر جاؤں گی...... اس کی وجہ سے مجھے اپنی مما ہر وقت اپنے قریب محسوس ہوتی ہیں۔ مجھے لگتا ہے میری کلائی پکڑے رہتی ہیں۔ مجھے گرنے نہیں دیتیں سنبھالے ہوئے ہیں۔"

اس نے اتنے دلگداز انداز میں کہا کہ حسنہ نے زبیدہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا وہ بولی "رہنے دیں میڈم....... اس نے کہاں جانا ہے....... پہنے رہے......."

حسنہ نے اس سے اتفاق کیا۔ رابی کی جان میں جان آئی اس نے کپڑے کو چوما پھر آنکھوں سے لگایا۔

میڈم نے اس سے چند اور باتیں پوچھیں پھر زبیدہ سے کہا "فوری ضرورت کی چیزیں اس کے کمرے میں پہنچا دو....... اس کے لئے لباس بھی دو ایک دن میں لے آنا۔"

"جی بہتر" زبیدہ بولی۔

"اب تم جا سکتی ہو" حسنہ نے رابی سے کہا "بے فکر ہو کر رہنا۔ یہاں تم بالکل محفوظ اور آرام سے رہو گی سمجھیں! کوئی ضرورت ہو تو زبیدہ سے کہ دینا......."

"شکریہ میڈم" رابی آفس سے نکل کر مائی کے ساتھ فرح کے کمرے میں آ گئی....... جو اس کے انٹرویو کی روئیداد سننے کی منتظر بیٹھی تھی۔

رابی کو اس ادارے میں آئے دو سال سے کچھ اوپر ہی ہو چکے تھے۔ اس نے ایف اے کر لیا تھا۔ اور اب تھرڈ ایر کی تیاری کر رہی تھی۔ فرح اور اس میں دوستی بہناپے کی حد تک ہو چکی تھی۔ فرح نے ایف اے کے بعد پڑھائی چھوڑ دی تھی۔ وہ اکثر رابی سے بھی کہتی "کیا کرو گی بی اے ایم اے کر کے۔ آخر کو تو ہو گا وہی جو میڈم حسنہ چاہیں گی"

"کیا مطلب" رابی حیرانی سے آنکھیں پھیلا کر کہتی

"بھئی شادی......." وہ بڑی رسانیت سے کہتی۔

"ہائے فرح"

"کیوں"

"پڑھائی کا شادی سے کیا تعلق"

"یہاں ہے"

"کیسے"

"بھئی بی اے کر لو خواہ ایم اے نوکری تو تم کر نہیں سکو گی۔ پی ایچ ڈی کے لئے تمہیں کسی جگہ بھیجا نہیں جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ تمہاری تعلیم ختم ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔ پھر میڈم کوئی موزوں رشتہ دیکھ کر تمہارے ہاتھ پیلے کر دیں گی۔ یہاں یہی ہوتا ہے......."

رابی نے اک گہری سانس لی۔

فرح اس کی کتابیں ایک طرف کرتے ہوئے اس کے قریب بیڈ کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے بولی "کئی لڑکیوں کی شادیاں ہو چکی ہیں۔ تم سے آنے سے پہلے ہماری ایک باجی شکیلہ ہوا کرتی تھیں۔ بے حد خوبصورت بی اے تک پڑھا۔ بس پھر گئیں"

"کہاں؟"

"اپنے پیا کے گھر"

"اچھا"

"ہاں"

"اور ایک سنعیہ باجی وہ تو تمہارے سامنے ہی گئیں......"

"فرح" وہ پن کے سرے سے کھیلتے ہوئی بولی

"ہوں"

"تعلیم تو تم نے بھی چھوڑ دی ہے"

"لیکن فکر نہ کر...... ابھی میری باری نہیں آئے گی"

"کیوں؟"

"مجھ سے بڑی دو تین لڑکیاں ابھی موجود ہیں...... مجھے لگتا ہے ان دنوں ہاشمہ کی بات چیت چل رہی ہے"

"تمہیں کیسے پتہ چلا"

"بھئی جس کا معاملہ طے ہونا ہوتا ہے نا اسے میڈم اپنے گھر لے جاتی ہیں۔ پھر وہیں سے دلہن بنا کر رخصت کر دیتی ہیں......"

"شادی میں دوسری لڑکیوں کو شریک نہیں کیا جاتا"

"نہیں"

"کیوں؟"

"شاید کوئی مصلحت ہو......"

"لیکن......"

"کیا"

"تمہاری شادی میں میں تو ضرور شرکت کروں گی"

فرح اترا کر خوبصورت نظروں سے رابی کو دیکھتے ہوئے بولی "وہ تو کرو گی ہی"

"لیکن ادارے کے اصول"

"میری شادی...... اس ادارے میں تھوڑی ہو گی...... ریاض مجھے یہاں سے لے جائے گا...... ہم اس ادارے سے باہر شادی کریں گے"

"بے شرم کہیں کی۔ کیسے پٹر پٹر اپنی شادی اور ریاض کا ذکر کئے جا رہی ہے"

دونوں ہنس پڑیں۔

پھر

دونوں ریاض ہی کی باتیں کرنے لگیں۔ دو سالوں میں ریاض کوئی دو دفعہ فرح سے ملنے آیا تھا۔ میڈم نے اس کے آنے پر پابندی لگا دی تھی اور فرح کو دو تین دفعہ متنبہ کیا تھا کہ اس کا کوئی رشتہ دار کوئی عزیز کوئی دوست اسے ملنے نہیں آ سکتا۔ یہ اس ادارے کا اصول تھا۔ اور میڈم اصولوں کی بڑی سختی سے پابند تھیں۔

لیکن

فرح نے بھی ریاض سے راہ و رسم چھوڑی نہیں تھی۔ دونوں میں باقاعدگی سے خط و کتابت ہوتی تھی۔ اس سلسلے میں اس نے جانے کتنی منتوں اور کتنی فریادوں سے گیٹ کیپر گل احمد کو رضا مند کر لیا ہوا تھا۔ وہ اپنی جیب خرچ جو میڈم سے ملتا تھا وہ بھی گل احمد کو دے دیتی تھی۔ یوں دونوں کو ایک دوسرے کی خیر و عافیت معلوم ہوتی رہتی اور دونوں مستقبل کے پلان بھی اسی طرح بناتے رہتے۔ کبھی کبھی جب میڈم سے بازار جانے کی اجازت ملتی اور گل احمد نگرانی کے لئے ساتھ جاتا تو وہ ریاض سے مل بھی آتی تھی۔

یہ سب باتیں صیغہ راز میں تھیں۔ صرف رابی اور گل احمد ہی جانتے تھے۔ اور کسی کو شبہ تک نہ ہوا تھا۔ ریاض کو ایک معقول سی نوکری بھی مل گئی تھی۔ تعلیم مکمل ہو گئی تھی۔ وہ چاہتا تھا سال دو سال میں کچھ پیسہ جمع کر لے تاکہ گھر اور ضرورت کی گھریلو چیزیں لے سکے۔ اس کے بعد وہ فرح کو ہمیشہ کے لئے لے جانے کا ارادہ کئے ہوئے تھا۔

اور

اس ادارے سے فرح بے خبر نہ تھی بلکہ متفق تھی۔ اسی لئے ہر وقت خوش رہتی۔ ہنستی مسکراتی اور رابی کو پوری پوری کمپنی دیتی۔ وہ کبھی اداس ہوتی یا اپنے گھر اور ماں باپ کو یاد کر کے بکھرنے لگتی تو وہ بڑی بہن کی طرح بڑی محبتوں سے اسے سمیٹ لیتی۔

وقت گزرتا چلا گیا

اور

ایک دن دونوں کو پتہ چلا کہ ہاشمہ رخصت ہو گئی ہے۔ اس کے چند دنوں بعد فائزہ کی باری بھی آ گئی۔ یہ دونوں لڑکیاں فرح اور رابی سے بڑی مانوس تھیں۔ اس لئے ان کا یوں پراسرار طریق سے بیاہ کر چلے جانا دونوں کو کچھ اچھا نہیں لگا۔

"دونوں چلی گئیں" رابی گلوگیر آواز میں بولی۔

"ہاں"

"کتنا دل چاہ رہا ہے انہیں رخصت کرنے والوں میں ہم بھی ہوتے"

"یہ تو ہماری بہت دوست تھیں"

"اب پتہ نہیں کہاں کہاں گئی ہیں۔ عمر بھر ملنا نہ ہو گا"

"بالکل"

"فرح"

"ہاں"

"ایک بات کہوں"

"کیا"

"ہمیں میڈم حسنہ سے کہنا چاہئے"

"کیا"

"یہی کہ شادیوں میں ادارے کی باقی لڑکیوں کو بھی شریک کیا جائے۔ آخر وہ ای
کیوں نہیں کرتیں ہمارے ساتھ ان کا برتاؤ ماؤں جیسا ہے۔ ہمیں کتنی محبت سے پالتی
ہیں۔ پھر بیاہ دیتی ہیں۔ آخر بیاہ شادی میں لڑکیوں کی شرکت کیوں پسند نہیں کرتیں"

"اللہ جانے"

"ہرج تو کوئی بھی نہیں......"

"انہیں کوئی نظر آتا ہو گا"

رابی چپ ہو گئی۔

دونوں اکثر اس موضوع پر بات کیا کرتی تھیں سوچا کرتی تھیں دوسری لڑکیوں او
مائیوں سے پوچھا کرتی تھیں کہ کیوں بیاہی جانے والی لڑکیوں کو میڈم اپنے گھر لے جاتی
ہیں۔ وہ کوٹھی کے اسی ایک حصے میں تو رہتی تھیں۔ شادی چپ چاپ ہوتی ہے یا بارات
آتی ہے۔ گھر ہی میں ہوتی ہے یا کسی ہوٹل میں انتظام کیا جاتا ہے۔ رخصت ہونے ک
بعد دلہن ایک بار بھی واپس نہیں آتی یا میڈم کے ہاں آنا جانا رہتا ہے۔

وہ سوال کرتیں

لیکن

جواب تشنہ ہوتے......

اس تشنگی کے باوجود میڈم جو کچھ ادارے کی لڑکیوں کے لئے کر رہی تھیں، اس

سے ان کی عزت و احترام ان کے دلوں میں بڑھ رہا تھا۔

ایک دن نازیہ بھی پہلی لڑکیوں کی طرح چلی گئی۔ تو رابی نہ رہ سکی اس نے وارڈن
سے پوچھ ہی لیا۔ وارڈن ایک لمحہ کو تو بوکھلائی۔ پھر بولی "جب تمہاری باری آئے گی تو پتہ
چل جائے گا۔ میڈم زبیدہ نے بات کا رخ ہی موڑ دیا۔ تم ابھی اپنی پڑھائی کی طرف
دھیان دو...... ٹیوشن کی ضرورت محسوس کرو تو بتا دینا۔ بھلا کس کلاس میں ہو"

رابی جواب دیتے ہوئے بولی "بی اے فائنل کا امتحان دینا ہے میڈم...... فی الحال
میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں میں تو صرف نازیہ کے متعلق......"

"اس کی شادی بہت اچھی جگہ ہو رہی ہے سعودیہ جائے گی"

"اس کا میاں وہاں ہوتا ہے"

"ہاں۔ بہت امیر ہے"

"اچھا......"

"ہاں"

"میڈم حسنہ سے کہیں نا کہ مجھے اور فرح کو بھی اس کی شادی میں شرکت کرنے
دیں...... چوتھا سال یہاں جا رہا ہے۔ ایک بار بھی کوئی فنکشن نہیں دیکھا......"

"وہ شادی کے بعد ہی دیکھو گی......"

"ہائے میڈم"

"کہہ دیا نا......"

"آپ میڈم سے ہماری فرمائش کا ذکر تو کریں......"

"نہیں بی بی۔ وہ اپنے اصولوں کی بہت پکی ہیں...... ہر نئی آنے والی لڑکی پر یہ
بات واضح کر دی جاتی ہے...... تمہیں بھی بتایا گیا تھا۔ اب تو تم سینئر لڑکی ہو...... کئی
لڑکیاں اور بھی آ چکی ہیں۔ تمہیں تو ادارے کے اصولوں کا احترام کر کے نئی لڑکیوں کے
لئے مثال بننا چاہئے......"

"میڈم مجھ سے آپ کو اور کوئی شکایت ہے؟؟"

"نہیں...... شاباش تم دونوں بہت اچھی اور قابل اعتماد لڑکیاں ہو......"

وہ دونوں ہر پھر کر میڈم پر زور ڈالتی رہیں۔

لیکن

میڈم نے ان کی بات میڈم حسنہ تک پہنچانے کی حامی نہ بھری۔

شب و روز کا چکر یوں ہی چلتا رہا۔ رابی نے بی اے کا امتحان دے دیا۔ فارغ ہو کر وہ کچھ بور ہونے لگی۔ اکثر لائبریری سے کتابیں منگوا کر پڑھتی رہتی۔ فرح سے گپ شپ لگاتی اور نئی لڑکیوں سے دوستی کرتی۔

فرح گھریلو کاموں کی شوقین تھی۔ کچن میں بھی جا گھستی۔ خانساماں کا ہاتھ بٹاتی۔ کبھی چھلکے ڈالتی کبھی ہنڈیا بھی بھونتی نئے نئے کھانے بنانا سیکھتی...... پڑھائی کے علاوہ اسے ہر گھریلو کام سے دلچسپی تھی۔ سلائی کڑھائی کا شوق تھا۔ مشین میڈم نے اسے بطور خاص دے رکھی تھی۔ ٹنگ بھی کرتی۔

ان دنوں وہ ایک قمیص پر خوبصورت ایمبرائڈری کر رہی تھی۔ کپڑا فریم دھاگے لئے وہ رابی کے پاس ہی بیڈ پر آ بیٹھی۔ جو ایک مشہور ناول پڑھ رہی تھی۔

"اے رابی" اس نے رابی سے کتاب چھیننا چاہی

"کیوں" وہ کتاب اسے دیئے بنا بولی۔

"ہر وقت پڑھنے سے تیری آنکھیں نہیں دکھتیں"

"ہر وقت کب پڑھتی ہوں......" وہ کروٹ کے بل ہو کر اسے دیکھتے ہوئے بولی

"پھر تو بھی تو یہ مغز پچی کرتی رہتی ہے۔ تیری آنکھیں نہیں دکھتیں یہ فضول کام کرتے ہوئے"

"اے ہے فضول کام" فرح مصنوعی غصے سے بولی ویسے طبیعت کی ذرا تیز بھی تھی۔ غصہ جھٹ سے آ جاتا تھا...... رابی سے تو لڑائی نہ ہوتی لیکن تیزی اور تندی لہجے میں کئی بار آ جاتی "دیکھ تو کتنا خوبصورت کام کر رہی ہوں......"

"کیا بنا رہی ہو"

"قمیص کا گریبان"

"کس کے لئے۔ اپنا ہے"

"نہیں......"

"میرے لئے بنا رہی ہو" رابی نے چاپلوسی اور خوشامد سے کہا۔

"اوں ہوں" وہ بولی

رابی اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی "تو اور کس کے لئے بنا رہی ہو...... نہ اپنے لئے

میرے لئے...... ایرے غیرے نتھو خیرے کے لئے آنکھوں پر بوجھ ڈال رہی ہو"

"ایرے غیرے کے لئے نہیں"

"تو......"

"میڈم حسنہ کے لئے......"

وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی "اچھا...... یہ خیال کیسے آیا تجھے......"

"بھئی ان کے ہم پر اتنے احسان ہیں۔ ایک قمیص کاڑھ دوں گی تو خوش ہو جائیں گی۔ ایسے ہی محنت نہیں کر رہی۔ دیکھ کتنا پیارا بن رہا ہے۔"

اس نے فریم رابی کے سامنے کر دیا۔

"واقعی بہت خوبصورت ہے۔"

"سترہ کو ان کی شادی کی سالگرہ ہے۔ تب دوں گی......"

"سترہ کو"

"ہاں"

"تجھے یاد رہی"

"ہاں"

"تم یہ دے رہی ہو۔ مجھے بھی کچھ دینا چاہئے نا......"

"میں تم سے کہنے ہی والی تھی......"

"لیکن میں کیا دوں۔ یہ ایسے کام تو مجھ سے نہیں ہوتے۔"

"پیسے تو ہوں گے پاس بازار سے کچھ خرید لینا......"

"پیسے تو پڑے ہیں...... کئی ماہ کا جیب خرچ۔ میں تو پڑھائی میں لگی رہی کچھ خریدا ہی نہیں۔"

"دو تین سو میرے پاس بھی ہیں...... کوئی اچھی سی چیز خرید لینا......"

"ٹھیک ہے۔ کل بازار چلیں گے"

"ہوں......"

"کوئی قیمتی سا پرفیوم لے لوں گی۔ چار پانچ سو تک کا......"

"یہ ٹھیک ہے۔ میڈم خوش ہو جائیں گی"

"خوش تو ہم سے پہلے بھی بہت ہیں...... دیکھتی نہیں خاص مراعات ہم دونوں کو

ملتی رہتی ہیں......"

"ہم خوش قسمت ہیں۔"

"واقعی یہاں آنے سے پہلے والی زندگی کا سوچو تو لگتا ہے ڈراؤنا خواب تھا......"

"نیک گھڑی تھی جب ہم لوگ یہاں لائے گئے۔ ورنہ جانے اب تک کیا حال ہوتا......"

"میں تو ابھی تک چچی سے جوتیاں کھا رہی ہوتی برتن مانجھ رہی ہوتی جمعدارنی کا کام کر کے بھی لعن طعن ہی سنتی ہوتی......"

"میرا حال کون سا اچھا ہوتا...... اب تو لگتا ہے مما پپا کا گھر یہی ہے۔ ان کی دعائیں احاطہ کئے ہوئے لگتی ہیں۔"

"تمہیں تو ماں باپ یاد بھی ہوں گے۔ مجھے تو کچھ احساس ہی نہیں کہ ممتا کیا ہوتی ہے ماں باپ کی شفقتوں کا کیا رنگ ہوتا ہے......"

دونوں کچھ دیر باتیں کرتی رہیں۔

پھر

کل بازار جانے کا پروگرام بنانے لگیں۔

"کل دوپہر کھانے کے بعد چلیں گے"

"ہاں......"

"رات ہی میڈم زبیدہ سے کہہ دیں گے"

"کیا ضرورت ہے"

"اچھی بات ہے۔ پہلے سے کہہ دیں تو...... یہ نہ ہو کل اور لڑکیاں جا رہی ہوں اور محافظوں کا مسئلہ پڑ جائے دو بندے کس کس کے ساتھ جائیں گے"

"تم فکر نہ کرو...... سب کر لوں گی میں۔ گل احمد کے ساتھ جائیں گے۔ میں ذرا......"

وہ قدرے لجائی شرمائی...... رابی سمجھ گئی...... پھر بھی ہنستے ہوئے بولی "میں ذرا کیا......"

"ریاض سے ملے بہت دن ہو گئے۔"

"خط تو آجاتا ہے" رابی بولی "آدھی ملاقات ہو جاتی ہے"

"ہاں وہ تو ہے...... کل والے خط میں اس نے لکھا ہے کہ اس کی پوسٹنگ کراچی ہو رہی ہے"

"سچ"

"ہاں"

"تو کیا ہوا خط تو لکھتا رہے گا۔"

"کل میں اس سے ضرور ملوں گی......" فرح نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"اچھا بھئی چلو...... کل باہر جائیں گے میں شاپنگ کر لوں گی تم اپنے چہیتے کو مل آنا......"

"تم بھی چلو گی"

"میں خواہ مخواہ کباب میں ہڈی......"

وہ ہنس پڑی...... تو فرح نے اس کی گردن میں بازو حائل کرتے ہوئے کہا "وہ تجھے بہن کہتا ہے۔ بھائی سے ملنے کو جی نہیں چاہتا تیرا......"

رابی لاجواب ہو کر ہنس دی...... "کل چلیں گے۔ دو تین گھنٹے باہر کی ہوا کھائیں گے"

"وقت ہمارے بس میں نہیں ہو گا رابی۔ میڈم جتنی دیر کے لئے اجازت دیں گی"

"دو گھنٹے تو ملتے ہی ہیں کم از کم......"

"ہاں"

"کافی ہیں......"

"ہوں......"

فرح سوئی میں دھاگہ ڈالنے لگی...... رابی نے پھر کتاب اٹھالی......

دنوں اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئیں۔

میڈم پلیز"

"پلیز میڈم اجازت دے دیں"

ہم دو گھنٹے سے بھی پہلے آ جائیں گی"

"ہم دونوں ہرگز غیر ذمہ دار نہیں ہیں........ دیر نہیں کریں گی جلدی لوٹ آئیں گی"

"آج جانا بہت ضروری ہے میڈم........"

"اجازت دے دیں........ ہم باہر سے رکشہ لے لیں گے۔ واپس بھی رکشہ پر جائیں گی" رابی اور فرح بازار جانے کے لئے میڈم زبیدہ کے پاس آئی تھیں۔ لڑکیوں کو مارکیٹ یا دوسری جگہ شاپنگ کے لئے جانے کی اجازت دے ہی دیتی تھی۔ یہ اجازت میڈم حسنہ کے احکامات کے اندر ہوتی تھی۔

لیکن

آج زبیدہ انہیں جانے نہ دے رہی تھی........ اپنی ذمہ داری کا اسے احساس تھا۔ دو اکیلی لڑکیوں کو بازار نہیں بھیج سکتی تھی۔ لڑکیوں کے باہر جانے پر اسے اعتراض نہ تھا۔ لیکن نہ تو آج چوکیدار گل احمد باہر تھا اور نہ ہی حافظ مستان خان گل احمد کو میڈم حسنہ اپنے ساتھ لے گئی تھیں۔ مستان خان کی بیوی نے گاؤں جانا تھا وہ اسے چھوڑنے گیا ہوا تھا شام سے پہلے واپسی ممکن نہ تھی۔ دونوں مائیاں بھی کچھ دیر کے لئے گھر گئی ہوئی تھیں۔ اس لئے ان لڑکیوں کے ساتھ جانے والا کوئی تھا ہی نہیں۔ زبیدہ نے ان کو بتایا۔

"نہ تو گل احمد یہاں ہے اور نہ ہی مستان خان........ تم لوگوں کو اکیلے نہیں بھیج سکتی۔ یہ میڈم کے حکم کے خلاف ہے۔ انہیں پتہ چل گیا تو میری نوکری خطرے میں پڑ جائے گی۔ لڑکیو تم سمجھتی کیوں نہیں........"

"میڈم" رابی ملائمت سے بولی "ہم آپ کی مشکل سمجھ رہی ہیں........"

"پھر بھی اصرار کئے جا رہی ہو۔ کل چلی جانا"

"جانا تو آج ہی ہے" فرح جھلا کر بولی

"کیوں۔ ایسی کیا ایمرجنسی آ گئی"

"آ گئی ہے نا"

"میں بھی سنوں"

"دونوں نے اسے بتایا کہ وہ میڈم حسنہ کی انیورسری کے لئے تحفہ لینے جا رہی ہیں۔ کل وہ انہیں یہ تحفہ پیش کرنا چاہتی ہیں۔

"خواہش تو اچھی ہے پر........"

"پر کیا میڈم........"

"ایک بات میڈم" فرح نے چٹکی بجائی یوں جیسے کہ کوئی حل مل گیا ہو........

"کیا" زبیدہ نے اس کی طرف دیکھا۔ رابی کے چہرے پر بھی تجسس تھا۔

"یوں کریں میڈم آپ ہمارے ساتھ چلیں........ ٹھیک" فرح بولی

"واہ........ بالکل ٹھیک کہا فرح" رابی نے تالی بجائی

لیکن

میڈم نے کچھ سوچتے ہوئے نفی میں سر ہلایا "یہ ممکن نہیں"

"کیوں"

"یہاں نہ کوئی چوکیدار ہے نہ مائی........ میڈم حسنہ بھی نہیں ہیں۔ میں بھی چلی جاؤں تو........"

"تو کیا ہو گا۔ گھنٹے دو گھنٹے کی تو بات ہے"

"نہیں بی بی........ میں نہیں جا سکتی"

"تو پلیز ہمیں جانے دیں۔ اب ہم ایسی بچیاں بھی نہیں۔ جو کوئی اٹھا لے جائے گا۔"

"میڈم میں امتحانوں کے دوران اور اس کے بعد بھی باہر نہیں گئی مہینے ہی گزر گئے ہیں۔ صرف چیزیں خریدیں گے اور آئس کریم کھائیں گے........ پھر واپس........"

زبیدہ انکار کئے گئی

لیکن

ان دونوں نے بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا........ اپنے موقف پر ڈٹی رہیں۔ لڑکیاں اچھی تھیں۔ قابل اعتماد تھیں۔ اتنے سالوں میں ان کی کوئی شکایت نہیں ہوئی تھی........

اور اب تو زبیدہ کے کاموں میں بھی ہاتھ بٹاتی تھیں...... دونوں نے اسے اتنا مجبور کیا کہ وہ انہیں اکیلے بھیجنے کا خطرہ مول لینے پر تیار ہو گئی۔

"دو گھنٹے سے پہلے ہی لوٹ آنا......" اس نے بالآخر اجازت دیتے ہوئے کہا...... دونوں فرط مسرت سے زبیدہ سے لپٹ گئیں...... اس کے گالوں پر پیار کر لیا۔

"بس بس اب جاؤ۔ میڈم حسنہ بھی یہاں نہیں ہیں اس لئے اجازت دے رہی ہوں۔ دیر نہیں کرنا۔ چار بج رہے ہیں چھ بجے تم دونوں یہاں ہو گی......"

"جی بالکل۔ جی بالکل......"

"جاؤ"

"شکریہ میڈم بہت بہت شکریہ"

دونوں نے بیگ کندھوں پر ڈالے اور میڈم کا کئی کئی بار شکریہ ادا کرتے گیٹ کی طرف بڑھیں۔ جس میں تالہ پڑا تھا۔ میڈم زبیدہ چابیاں لے کر آگئیں اور دونوں کو چھوٹا دروازہ کھول کر گیٹ سے باہر کیا۔

وہ خدا حافظ کہ کر سڑک کی طرف بڑھ گئیں۔

فرح نے ایک گہری سانس لی اور قدم اٹھاتے ہوئے بولی "آج پہلی بار لگ رہا ہے کہ آزاد ہوئے ہیں۔ محافظ کا ڈنڈا سر پر نہیں......"

"مجھے بھی بہت کوفت ہوتی ہے کوئی مائی یا محافظ ساتھ ہو"

"وہ تو اس طرح کرتے ہیں کہ جیسے ہم ذرا ادھر ادھر ہوئے تو ان کے ہاتھوں سے نکل جائیں گے"

"اس ادارے کی صرف یہی بات مجھے اچھی نہیں لگتی"

"میڈم حسنہ کی ہدایات ہیں......"

"شاید کوئی مصلحت ہو گی"

"ہوں"

"دونوں باتیں کرتی سڑک تک آگئیں۔ وہ ایک طرف کھڑے ہو کر خالی رکشے کا انتظار کرنے لگیں۔ جو جلد ہی مل گیا......

کچھ ہی دیر بعد دونوں بڑی مارکیٹ میں تھیں......

پہلے چیزیں خریدیں یا آئسکریم کھائیں......" فرح نے پوچھا

"میرے خیال میں چیزیں خرید لیں۔ خریداری میں بھی وقت لگتا ہے۔ آئسکریم تو

ساتھ بھی لے جا سکتے ہیں میڈم نے صرف دو گھنٹے دیئے ہیں......"

"اونہہ۔ دیکھیں گے۔ آدھ پون گھنٹہ اور بھی لگ گیا تو کوئی بات نہیں۔ کون سا میڈم حسنہ یہاں ہیں۔ وہ تو رات کو کہیں آئیں گی"

"چلو پہلے شاپنگ کر لیں......"

"میڈم کے لئے پرفیوم ہی لینا ہے نا......"

"ہاں کوئی چھوٹی موٹی چیزیں اپنے لئے بھی...... اس دن شانیہ اقلیق سے آرٹیفشل جیولری بہت اچھی لے کر گئی تھی......"

"ہاں مجھے بھی اچھی لگی تھی۔ میں بھی لوں گی"

"چلو پہلے پرفیوم دیکھ لیں"

"پہلے جیولری دیکھتے ہیں......"

"رابی نے فرح کو گھور کر دیکھا پھر بولی "یہ آئس کریم پارلر سامنے ہی ہے چلو پہلے آرام سے آئس کریم ہی کھا لیں"

"یہ بھی ٹھیک ہے چلو"

دونوں پارلر میں گھس گئیں۔ یہ جدید طرز کا پارلر تھا...... نیا نیا ہی کھلا تھا...... یہاں ہر ذائقے کی آئس کریم ملتی تھی...... اس وقت زیادہ رش نہیں تھا۔ میزوں پر اکا دکا لوگ ہی بیٹھے تھے۔ دائیں ہاتھ کیبنز تھے۔ جو اس وقت خالی تھے۔

دونوں کیبن میں جا بیٹھیں۔

اپنی اپنی پسند کی آئس کریم کا آرڈر دیا اور خوشی خوشی باتیں کرنے لگیں۔ پھر آزادی کی لذت کو محسوس کرتے ہوئے اچانک ہی رابی بولی "فرح ہم ادارے میں قید نہیں ہیں۔"

فرح ہنس کر بولی "تجھے آج پتہ چلا ہے......؟"

"اس طرح کیوں رکھا جاتا ہے وہاں۔ جب کہ کھانے پینے اوڑھنے پہننے حتیٰ کہ تعلیم حاصل کرنے پر بھی کوئی پابندی نہیں......"

"چھوڑو ان باتوں کو...... میڈم بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے۔ کچھ اچھا ہی سوچتی ہوں گی......"

آئس کریم آگئی۔ دونوں مزے لے لے کر کھانے لگیں۔

"جاتے وقت گول گپے ضرور کھانے ہیں" فرح بولی

"آئس کریم تو کھالو۔ پھر گول گپوں کی بات کر لینا....... مزہ کھٹا کر دیا ہے"

"ہائے" فرح کے منہ میں پانی آ گیا اتنے مزے کے ہوتے ہیں....... مجھ سے ز
تو تم کھاتی ہو"

"آئس کریم کھانے کے بعد پرفیوم خرید لیں گے۔ ورنہ......."

"ورنہ کیا......."

"اپنے کھانے پینے پر ہی پیسے ختم ہو جائیں گے"

"نہیں پیسے کافی ہیں۔ تمہارے میرے ملا کر سوا پانچ سو ہیں......."

"ہاں"

"بس دو اڑھائی سو تک کی پرفیوم اور باقی عیاشی" فرح ہنس کر بولی

"ٹھیک" وہ بھی مسکرانے لگی۔

دونوں بہت خوش تھیں۔

وہ آئس کریم کھانے کے بعد بھی تھوڑی دیر وہیں بیٹھی رہیں۔ آرام وہ سے پا
میں آزادی سے بیٹھنے کا لطف ہی اور تھا.......

بل ادا کر کے دونوں اٹھیں اور آگے پیچھے باہر والے دروازے کی طر
بڑھیں.......

فرح آگے تھی رابی پیچھے

فرح نے دروازہ کھولا

"اوہ" وہ کسی سے ٹکراتے ٹکراتے بچی

"دیکھ کے فرح" رابی نے کہا اور دوسرے لمحے فرح کی چیخ نما آواز نے اسے چ
دیا۔ فرح ٹکرانے والے سے گلے مل کر فرط مسرت سے چیخ رہی تھی ہائے سنعیہ.......

"سنعیہ آپا" رابی کے منہ سے بھی بے اختیارانہ نکلا

سنعیہ فرح کے ساتھ رابی سے بھی لپٹ گئی....... وہ بے اختیارانہ انہیں لپٹا
ہوئے رو رہی تھی۔

ملنے کی خوشی بے انتہا سہی۔ آنسو خوشی میں بھی نکل آتے ہیں۔ لیکن سنعیہ تو
رہی تھی۔ روئے جا رہی تھی۔

"سنعیہ" فرح نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام لیا....... "روؤ تو نہیں....... ا
ہمیں کتنی خوشی ہوئی ہے تمہیں دیکھ کر......."

"آپ تو شادی کر کے چپکے چپکے چل دی تھیں ہم اتنا عرصہ آپ کو یاد کرتے رہے....... مل کر بھی نہ گئی تھیں......."

سنعیہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "تم یہاں کہاں....... کس کے ساتھ آئی ہو......."

"اکیلی"

"کیا؟"

"ہاں سنعیہ آپا آج ہم دونوں بغیر کسی محافظ کے آئی ہیں"

"ناممکن......."

وہ تینوں دروازے میں کھڑی تھیں کچھ لوگ ان ہی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس لئے رابی بولی "آئیں کیبن میں بیٹھتے ہیں اتنے عرصے بعد آپ ملی ہیں....... کچھ باتیں ہی کریں آرام سے"

تینوں کیبن میں آ گئیں۔

سنعیہ اب بھی روئے جا رہی تھی۔ اس کی حسین آنکھیں شاید پہلے سے متورم تھیں رونے سے اور سرخ ہو گئیں۔

"سنہ" فرح نے اس کا خوبصورت ہاتھ پکڑ کر کہا "بھئی بس کرو روئے ہی جاؤ گی"

"اب اتنا بھی لاڈ کیا" رابی مذاق سے بولی "مانا ہم سے آپ کو پیار ہے۔ اور دیر بعد ملنے سے جذبات پر قابو نہیں رہا
لیکن......."

سنعیہ کی خوبصورت ناک کی پھننگ سرخ ہو گئی تھی۔ اس نے پرس سے ننھا سا رومال نکالا اور ناک صاف کرتے ہوئے ڈبڈباتی آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھا۔

"اب بتائیے کیا حال چال ہیں۔" فرح بولی "میاں صاحب......."

"فرح......." اس نے آنکھیں پونچھتے ہوئے بڑے دکھ سے کہا.......

"جی"

"تمہیں اکیلے کیسے آنے دیا میڈم نے"

"بس میڈم حسنہ گھر پہ تھیں نہیں ہم دونوں نے میڈم زبیدہ سے رخصت لے ہی لی منتیں کر کر کے۔ صرف دو گھنٹے کی چھٹی ملی ہے چھ بجے واپس پہنچنا ہے......."

"جلدی جلدی اپنا حال احوال سناؤ۔ ہم نے ابھی شاپنگ بھی کرنی ہے۔ سوا ڈیڑھ گھنٹہ رہ گیا ہے۔" فرح نے سنعیہ سے کہا۔

"ہاں سنعیہ آپا کہئے آپ کے میاں گھربار اور فیملی والے کیسے ہیں آپ خوش ہیں نا......" رابی نے تجسس سے پوچھا
پھر
جو سنعیہ نے کہا
سن کر دونوں سکتے میں آگئیں۔ انہیں کئی لمحے تو یقین ہی نہ آیا کہ جو کچھ سنعیہ کہ رہی ہے ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ سنعیہ پھٹ پڑی تھی۔

"یہ ادارہ نہیں اڈہ ہے اڈہ۔ یہاں لڑکیوں کو خریدا بیچا جاتا ہے...... اچھی طرح پالا پوسا جاتا ہے تاکہ اچھے دام کھرے ہو سکیں۔ لڑکی جتنی خوبصورت ہو اس کی دیکھ بھال اتنی زیادہ کی جاتی ہے۔ اس کے دام بھی تو بہت ملتے ہیں۔ یہ میڈم حسنہ بہت بڑی اور مکار دلالہ ہے...... اس کی رسائی اور پہنچ دور تک ہے۔"

"بس کریں سنعیہ آپا" رابی خوف سے پیلی پڑتے ہوئے احتجاجاً چیخی...... فرح کی تو زبان ہی گنگ ہو گئی۔

سنعیہ بولے جا رہی تھی۔ انہیں واضح کر رہی تھی یا دل کا بوجھ اتار رہی تھی۔ اس نے ادارے کے سارے راز انہیں بتائے......

"جب لڑکی کو میڈم حسنہ اپنے گھر لے جائیں تو سمجھو کہ اس لڑکی کو خریداروں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے گاہک بولی لگاتے ہیں۔ جو سب سے اونچی بولی دے لڑکی اس کے حوالے کر دی جاتی ہے......"

"آپ؟" بے اختیارانہ فرح کے منہ سے نکلا۔

"میں" وہ دکھ سے بولی "مجھے ایک امیر بزنس مین نے خریدا۔ دس گیارہ ماہ پاس رکھا۔ پھر فروخت کر دیا۔ نئے خریدار نے چھ سات ماہ دل بہلایا اور آگے دھکیل دیا...... لڑکیو میں تیسرے ہاتھ بک چکی ہوں" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"سنعیہ آپا" رابی اور فرح بھی رو رہی تھیں...... دونوں ہولے ہولے کانپ بھی رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد فرح کچھ سنبھلی تو اس کے لبوں سے نکلا...... "وہ فائزہ...... ہاشمہ......"

"وہ تو بہت خوبصورت تھیں۔ کوئی عرب شیخ خرید کر لے گیا ہوگا۔ لاکھوں کھرے کئے ہوں گے اس حرافہ عورت نے......"

رابی سرتاپا کانپ گئی...... فرح کی آنکھوں میں بھی اندھیرے اترنے لگے۔
چند لمحے دونوں کی یہی کیفیت رہی۔ سنعیہ انہیں ادارے کے متعلق بہت کچھ بتاتی رہی پھر بولی

"میری مانو......"

"کیا!" دونوں جھٹ سے بولیں

"تم دونوں فوراً بھاگ نکلو...... یہ شاید ادارے کا پہلا اتفاق ہے۔ جو تم دونوں کو اکیلے وہاں سے نکلنے دیا گیا ہے۔ یہ موقع پھر ہاتھ نہیں لگے گا۔ اتفاق ہی ہے جو میں تم سے ملی۔ شاید خدا کو تمہاری بہتری منظور تھی...... ورنہ تم تو دو گھنٹے بعد وہاں چل دیتیں......"

"محافظ کے بغیر تو کبھی کوئی گیٹ سے باہر بھی نہیں نکل سکتا۔ محافظ جہاں بھی لڑکی جائے اس پر کڑی نظر رکھتا ہے۔ ایک دفعہ مجھے نبیلہ اور شمع بازار میں ملی تھیں...... لیکن محافظ نے مجھ سے علیک سلیک کے سوا بات نہ ہونے دی۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ بتانے کی صورت میں مجھے مار ڈالنے کی دھمکی دے دی"

"ہائے اللہ"

"اسی لئے تو کہ رہی ہوں۔ یہ موقع قدرت نے بچ نکلنے کے لئے خود فراہم کیا ہے۔ اسے ضائع نہ کرو...... بھاگ نکلو...... وہاں نہیں جانا۔ ہرگز نہیں جانا...... بیچ ڈالی جاؤ گی۔ تم دونوں تو ہو بھی اتنی حسین...... لاکھوں کی آسامیاں ہو حسنہ کے لئے...... سینئر بھی ہو...... اب تمہاری باری ہو گی......"

"ہم کیا کریں" دونوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ کریں تو کیا کریں کچھ سمجھ نہ پا رہی تھیں۔

سنعیہ انہیں بار بار بھاگ نکلنے کا کہ رہی تھی۔ "اس ظالم کے ہاتھ نہ آنا۔ بہتر ہے کہ فوری طور پر یہ شہر چھوڑ دو۔ حسنہ کے نمک خوار بڑے خونخوار کتے ہیں۔ مستان خان کے علاوہ اس کے گھر پر جیدا اور چانن رہتے ہیں۔ منٹوں میں تم کو تلاش کر سکتے ہیں۔ ہاں کہیں دوسرے شہر نکل جاؤ تو رہائی کی صورت یقینی ہے۔"

بے چاری لڑکیاں دم بخود تھیں...... سنعیہ دونوں کو تسلی دینے لگی "حواس برقرار رکھو۔ اور سوچ سمجھ کر پروگرام بناؤ...... ابھی تمہارے پاس وقت ہے...... چھ بجے تم نے واپس پہنچنا ہے ساڑھے چھ بلکہ سات تک بھی زبیدہ انتظار کر سکتی ہے۔ اس کے بعد ہی

وہ حسنہ کو بتائے گی اور اگر حسنہ رات تک واپس نہ لوٹی تو تمہارے لئے مزید دو تین گھنٹے ہوں گے...... تم آسانی سے یہاں سے نکل سکتی ہو......"

دونوں کو کچھ تسلی ہوئی۔

"اب تم دونوں نکل جاؤ" سنعیہ نے ڈبڈبائی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔

"سنعیہ آپ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں......" رابی نے کہا۔

وہ دکھ سے ہونہہ کرتے ہوئے بولی "باہر سفید گاڑی میں دو مسٹنڈے میرے محافظ بیٹھے ہیں...... میں نہیں چاہتی انہیں کچھ شک گزرے۔ تم جاؤ...... میں بعد میں نکلوں گی"

سنعیہ اٹھی دونوں اس سے گلے ملیں......

"خدا حافظ" سنعیہ نے آنکھیں بند کر کے دعائیہ انداز میں کہا۔ وہ دونوں باہر آ گئیں۔

اس کے بعد جو ہوا وہ اک خواب کی مانند تھا۔

رابی تو بالکل حواس باختہ سی تھی۔ فرح نے حواس بحال کئے اور دونوں رکشہ لے کر ریاض کے ٹھکانے پر آ گئیں وہ گھر پہ ہی تھا۔ دونوں نے اسے صورتحال سے مطلع کیا۔ تو اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

"وقت ضائع نہیں کرو......" فرح نے کہا

"اسٹیشن چلتے ہیں جدھر کی ٹرین ملے بیٹھ جائیں گے۔ ٹکٹ راستے ہی میں بنا لیں گے" وہ بولا۔ پھر اس نے بٹوہ نکالا اس میں سو سو کے دو نوٹ تھے۔

"ہمارے پاس بھی کچھ پیسے ہیں۔ فرح نے کہا

"ایک ہزار کے قریب میرے پاس بھی ہیں" اس نے جلدی سے سوٹ کیس کھولا اور پیسے نکالے

"بس اب چل دو......"

ریاض نے بھاگم بھاگ سوٹ کیس میں کچھ کپڑے اور ضرورت کی چیزیں رکھیں ان دونوں کے پاس تو بیگوں کے سوا کچھ تھا نہیں......

تینوں سہمے سہمے ڈرتے ڈرتے سٹیشن پر آ گئے۔

کراچی جانے والی ایکسپریس تیار کھڑی تھی۔ جلدی سے تینوں ایک زنانہ ڈبے میں گھس گئے۔

رابی کو کھڑکی کے قریب جگہ مل گئی۔ اس نے سمٹ کر فرح کے لئے جگہ بنائی...... لوگ ڈبے میں آ جا رہے تھے۔ مرد عورتیں بچے سبھی تھے۔ کوئی سیٹ پر جھگڑ رہا تھا۔ کوئی سامان اٹھا اٹھا کر رکھ رہا تھا۔ کوئی قلی کو آوازیں دے رہا تھا۔ عجب ہڑبونگ مچی تھی......

"کافی دیر گزر گئی......

لڑکیوں پر دہشت سوار تھی۔ لیکن ریاض اب قدرے نارمل تھا۔ اس لئے وہ ان کے کھانے کے لئے چیزیں لے آیا...... جو لفافوں ہی میں پڑی رہیں......

گھنٹہ بھر بعد گاڑی چلنے کے آثار نظر آئے۔

لیکن

اس کے ساتھ ہی رابی کی نظریں پلیٹ فارم پر ادھر ادھر متلاشی نظروں سے دیکھتے تین کانسٹیبلوں پر پڑی

"اوئی ماں" اس نے فرح کو سختی سے پکڑ لیا

"کیا" اس نے سرگوشی کی

"لگتا ہے یہ سپاہی......" رابی نے آنکھوں سے ان سپاہیوں کی طرف اشارہ کیا

"کیا ہے" ریاض نے پوچھا

"سپاہی"

"کہاں"

"وہ شاید میڈم نے......"

یہ کہنا تھا کہ خوف کی سرد لہریں تینوں کی ریڑھ کی ہڈی کو کپکپا گئیں۔ ریاض نے جھک کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ وہ شاید ادھر ہی آ رہے تھے۔

"اوہ...... بھاگو" اس نے ہولے سے کہا "اٹھو پچھلے دروازے سے نکل جائیں"

تینوں اٹھے۔ لپک جھپک پچھلے دروازے کی طرف بڑھے اور پھر باری باری ریل سے کود گئے

تینوں اب آگے پیچھے بھاگتے ہوئے لائنیں کراس کرتے ہوئے اس سڑک کی طرف جا رہے تھے۔ جس پر مختلف اطراف میں جانے والی بسیں اور ویگنیں کھڑی تھیں۔

"اب یہاں سے اتر بھاگنا ممکن نہیں......"

"ہائے اللہ......" رابی نے تو سر اتنا جھکایا کہ اپنی ہی گود میں چھپ گئی......

بس میں رابی کو کھڑکی کے قریب جگہ ملی درمیان میں فرح اور اس کے ساتھ ا
معمر دیہاتی سی عورت بیٹھ گئی۔ ان کی پچھلی سیٹ پر ریاض بیٹھ گیا۔ وہ دوڑتے بھا
یہاں پہنچے تھے۔ بس کدھر جانے والی تھی کچھ پتہ نہ تھا۔ اور بسیں بھی کھڑی تھیں
کنڈیکٹر سواریاں کھینچ کھینچ کر لا رہے تھے۔ ایک ہڑبونگ سی مچی تھی۔ کھانے پینے
چیزیں بیچنے والے تھال اٹھائے بسوں کے اردگرد منڈلا رہے تھے۔ فقیر بھی موجود تھے ج
اور جھولیاں پھیلا پھیلا کر خدا کے نام پر کچھ دینے کو مسافروں سے درد بھری التجائیں
رہے تھے...... ان میں معذور بھی تھے۔ اور اندھے بھی جو کسی بچے کا ہاتھ تھا
صدائیں لگا رہے تھے۔

"ٹھیک بیٹھ گئی ہو" ریاض نے سرگوشی کی۔

"ہاں" فرح سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

دونوں کوئی اور بات کر بھی نہ پائے تھے۔ کہ رابی کی خوف سے ہلکی سی چیخ ن
گئی۔

"کیا ہوا" فرح اور ریاض نے بیک وقت پوچھا

"وہ...... وہ"

"کون"

"مستان خان اور......"

"نہیں"

"ہیں وہ جا رہے ہیں۔" رابی نے گردن موڑ کر ریاض سے کہا۔ ریاض نے
دیکھا۔ دو مسٹنڈے قسم کے آدمی پچھلی بس کی کھڑکیوں سے اندر جھانک جھانک کر گویا
کو تلاش کر رہے تھے۔

"اب کیا کریں" دونوں لڑکیوں کے رنگ فق تھے۔

"خاموش بیٹھی رہو۔ سر جھکا لو۔ باہر مت دیکھو......" ریاض کو جو سوجھا ک

رح نے بھی دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر سر جھکا لیا۔ ریاض چور نظروں سے گردن گھما
گھما کر ان لوگوں کو تکنے لگا۔

وہ دونوں اب دوسری سے تیسری بس کی طرف جا رہے تھے۔ غالباً" پہلی بس وہ ان
تینوں کے پہنچنے سے پہلے چیک کر چکے تھے۔ اس نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔

"وہ چلے گئے ہیں" ریاض نے انہیں اور پیچھے جاتے ہوئے دیکھا تو ہولے سے
بولا۔

"واقعی" فرح نے سر اٹھایا

"ہاں...... غالباً" یہ بس وہ پہلے چیک کر چکے ہیں۔"

"میڈم نے تلاش شروع کر دی ہے"

"ہاں"

"وہ سپاہی بھی غالباً""

"پتہ نہیں وہ تلاش میں تھے یا نہیں۔ یہ دونوں تو......"

"ہمیں جلد نکل جانا چاہیے۔ پتہ نہیں یہ بس کب چلے گی"

"بھر چکی ہے چلنے ہی والی ہے"

"جا کہاں رہی ہے"

"پتہ چل جائے گا۔ جدھر خدا لے جائے جانا ہی ہے"

"خدا ہمارا حافظ و ناصر ہو"

"آمین......"

وہ باتیں کر رہے تھے کہ کنڈکٹر نے ڈرائیور کو اشارہ دیا...... بس بھر چکی تھی اور
کراچی جا رہی تھی۔

تینوں نے فیصلہ کر لیا۔ کہ اب کراچی ہی چل دیں۔ وہیں زندگی کو نئے طریق سے
شروع کریں گے۔ ریاض نے تین ٹکٹ لئے اور جب بس چلی تو تینوں نے شکر کا احساس
کرتے ہوئے سکون سے سانس لیا۔

"توبہ......" فرح نے ٹھیک طرح سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیوں کیا ہوا" ساتھ بیٹھی عورت نے خوبصورت لڑکی پر نگاہ ڈالی۔ عورتی باتیں
کرنے کے موڈ میں تھی۔ لیکن فرح کا جی چاہ رہا تھا کہ آنکھیں بند کر کے سر سیٹ پر ڈال
دے۔ اتنی ٹینشن کے بعد کچھ سکون ملا تھا۔ اس لئے بولی "کچھ نہیں ماں جی"

"کہاں جا رہی ہو" عورت بولی

"کراچی" فرح نے بادل نخواستہ جواب دیا۔

"ساتھ کون ہے" وہ بولی

"یہ اور یہ......" فرح نے رابی اور ریاض کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ تیرا گھر والا ہے یا اس کا......" عورت بے تکلفی سے ریاض کو گردن موڑ دیکھتے ہوئے بولی۔

فرح کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ رابی بھی گھبرا گئی۔ ریاض کا موڈ اب ٹھیک تھا اس۔ مسکرا کر بولا "اس کا ماں جی"

فرح نے اپنی طرف اشارہ کرتے دیکھ کر پہلو بدلا۔ شاید لڑنے کا موڈ بن گیا تھا لیکن رابی نے ٹھوکا دیا خاموشی میں مصلحت تھی

"اور یہ کون ہے" عورت نے رابی کی طرف اشارہ کیا

"میری نکی بہن ہے۔ چودہ جماعتیں پاس ہے ماں جی چودہ جماعتیں......"

"جیتی رہے۔ بڑی سوہنی ہے...... ابھی اس کی شادی تو نہیں ہوئی۔

"نہیں"

"تمہارا کوئی بال بچہ......"

"ابھی تو ماں جی تین چار مہینے شادی کو ہوئے ہیں......"

"کراچی رہتے ہو"

"نوکری کے سلسلہ میں وہاں ہوں۔"

"خدا خوش رکھے۔ جوڑی سلامت رہے۔ اللہ نے خوبصورت بیوی دی ہے"

"میں کیا خوبصورت نہیں ہوں......"

"دونوں ہو"

اب ریاض کی باتوں میں بائیں طرف بیٹھا معمر آدمی بھی دلچسپی لینے لگا تھا۔ گپ شپ شروع ہو گئی۔ رابی نے اطمینان کی سانس لی اور فرح کے ذہن سے بھی بوجھ اترا

کہ وہ عورت اگلے سٹاپ پر اتر گئی۔ رشتوں کی انکوائری سے ریاض تو محظوظ ہوا تھا، اسے بہت شرم آئی تھی...... ہاں ریاض نے رابی کو جب بہن کہا تھا تو رابی کے دل میں اس کے لئے عقیدت و احترام سے جگہ بن گئی تھی۔

باقی سفر بھی ایسے ہی کٹا

کبھی

تیں شروع ہو جاتیں کبھی خاموشی چھا جاتی۔ تینوں مطمئن ہونے کے باوجود پریشان تھے۔ دھڑکا بھی تھا اور مستقبل کا خدشہ بھی۔ ... ذہن ماؤف سے ہو رہے تھے۔

کراچی پہنچ کر ریاض نے سب سے پہلے اپنے ایک دیرینہ دوست سے رجوع کیا۔ جس نے ان کے عارضی ٹھہرنے کا بندوبست کیا۔

پھر اسی نے یہ ایک کمرے کا کوارٹر انہیں دلا دیا۔ جو آبادی سے ذرا ہٹ کر تھا۔ جس میں وہ دونوں اب تک رہ رہی تھیں شروع کے دن بہت مشکل تھے...... سامان پاس تھا نہیں ...... پیسہ بھی نہیں تھا...... زندہ رہنے کو کچھ چیزوں کی تو ضرورت تھی۔

ایک دن رابی نے اپنے ہاتھ میں پڑے دس تولے کے اس کڑے کو دیکھا۔ جو مما کی نشانی تھی...... اور جسے اس نے میڈم کے کہنے پر بھی نہیں اتارا تھا۔ اب تو اس کی کلائی میں پھنسا پھنسا تھا۔

یہ بہت بڑا سہارا تھا اور مشکل کے ان دنوں میں کام آ سکتا تھا۔ اسے لگ رہا تھا یہ کڑا نہیں مما ہے جو اس کی مالی مدد کو کہیں سے آ گئی ہے

اس نے فرح سے بات کی

"فرح یہ کڑا بیچ کر ضرورت کی چیزیں خرید لیں"

فرح ہچکچائی "یہ تو تمہاری مما کی نشانی ہے"

"شاید مما نے اسی وقت کے لئے پہنایا تھا" وہ دلگیر ہو گئی۔ "اسے بیچ کر ہی گزارہ ہو گا۔ ریاض بھائی آ جائیں تو ان کے ساتھ کسی سنار کے پاس چلتے ہیں......"

شام کو ریاض ان کے کھانے پینے کو کچھ چیزیں لے کر آیا تو رابی نے کہا "بھائی یہ کڑا اتار کر بیچنا ہے کسی سنار کا پتہ ہے؟"

"لیکن یہ کیوں"

"گزر بسر کے لئے"

"ہاں پیسوں کی ضرورت تو ہے۔ لیکن میں کچھ نہ کچھ بندوبست کر لوں گا"

"آپ کیا کریں گے۔ چیزوں کی تو فوری طور پر ضرورت ہے۔ ہمارے پاس تو تن کے کپڑوں کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔"

"ہوں۔"

"ریاض بھائی۔ خدا کا شکر ہے ہم محفوظ ہو گئے۔ اب زندگی کی گاڑی بھی تو دھکیلنا

ہے۔ میں محنت سے خائف نہیں۔ ہم دونوں نوکری کرلیں گی۔ لیکن نوکری ملنے تک ب
تو خرچہ چاہئے....... آپ یہ کڑا بیچ دیں بڑے مسئلے حل ہو جائیں گے"

فرح کچھ نہیں بولی۔ رابی ہی اصرار کرتی رہی۔

"میں کاشف سے بات کروں گا" بالآخر ریاض بولا "وہ کسی سنار کے پاس لے
گا۔"

"ٹھیک ہے کل لے چلیں"

"اچھا"

دوسرے دن وہ کاشف کے ساتھ ایک سنار کے پاس گئے۔ جس نے کڑا کاٹ
اتارا وزن کیا اور پھر قیمت دے دی.......

کافی پیسہ مل گیا تھا....... انہوں نے ضروری چیزیں خریدیں۔ سستے قسم کے دو
جوڑے بھی دونوں نے لئے۔ برتن بھی خریدے بستر بھی لئے۔ انہوں نے پیسہ خا
کنجوسی سے خرچ کیا۔ کیا خبر کتنے دنوں بیکار بیٹھنا تھا۔

لیکن

انہیں زیادہ دن بیکار نہیں بیٹھنا پڑا۔ فرح کو ایک پرائمری سکول اور رابی کو ایک
چھوٹے سے دفتر میں معمولی سی نوکری مل گئی.......

ریاض انہیں سیٹل کر کے واپس چلا گیا۔ وہ بھی کراچی چلے آنا چاہتا تھا۔ پوسٹنگ
پہلے ہی ہو رہی تھی۔ ایک ماہ کے اندر اندر وہ بھی کراچی آ گیا۔ اور کاشف کے ساتھ
کمرہ شیئر کر لیا۔ ویسے ہر شام وہ آکر دونوں لڑکیوں کی خیر خبر لے لیتا تھا۔ جو نئی زندگی
کچھ مانوس ہو گئی تھیں۔

ریاض ہی کی مدد سے رابی کو بی اے کی ڈگری مل گئی....... اس کے عزائم بلن
تھے۔ اس مقام پر وہ رک نہیں جانا چاہتی تھی۔ اس لئے اس نے پرائیویٹ طور پر ا
اے کرنے کا ارادہ کر لیا....... کراچی میں ایسے انسٹی ٹیوٹ بھی تھے جہاں آخری چند مہی
داخلہ لیا جا سکتا تھا

فرح نوکری سے مطمئن تھی۔ رابی نے ساتھ ساتھ پڑھا ایم اے کیا۔ سیکرٹر
شپ کا کورس کیا۔ ٹائپ سیکھی اور شارٹ ہینڈ بھی.......

یوں دو اڑھائی سال گزر گئے۔

اب ریاض اور فرح کا ایک بندھن میں بندھ جانے کا ارادہ تھا۔ ریاض مالی طور

اس قابل ہو چکا تھا کہ وہ فرح کا بوجھ اٹھا سکے اور گھر بار چلا سکے....... چار چھ ماہ تک
شادی کر لینے کا پروگرام پختہ تھا۔

اور

یہی بات رابی کے لئے پریشانی کا باعث تھی۔ یہ بات نہیں کہ وہ ان کی شادی سے
ناخوش تھی۔ بلکہ سوچ اور فکر یہ دامن گیر تھی کہ اس شادی کے بعد وہ کہاں جائے گی۔
ریاض کو کمپنی کی طرف سے جو کواٹر ملا تھا وہ بھی اس کواٹر کی طرح صرف ایک کمرے کا
تھا۔ فرح کو لازما" شادی کے بعد ریاض کے ساتھ ہی رہنا تھا۔ اس کے چلے جانے کی
صورت میں وہ تنہا ہو جائے گی۔ اکیلی کیسے رہے گی۔ گو فرح نے کبھی ایسا نہ سوچا تھا۔ وہ
رابی کو سدا ساتھ رکھنا چاہتی تھی۔ بہن اور بھابی بن کر اس کی شادی کرنا چاہتی تھی۔

لیکن

رابی کے لئے ان کے ساتھ ایک کمرے کے کواٹر میں رہنا ممکن نہ تھا۔

اور

اکیلے بھی رہنا ناممکن تھا۔

ان دنوں اسے یہی بات پہروں پریشان رکھتی کہ جب وہ دونوں رشتہ ازدواج میں
منسلک ہو جائیں گے تو وہ کہاں جائے گی۔ ان کے ساتھ ویسے بھی رہنا اسے کچھ اچھا نہیں
لگتا تھا۔ نئی نئی شادی ہو اور وہ ان کے سروں پر سوار رہے۔

وہ اسی لیے کسی ایسی نوکری کی تلاش میں تھی جہاں اس کے قیام و طعام کا
بندوبست بھی ہو۔

لیکن

قیام و طعام تو بعد کی بات تھی۔ نوکری بھی نہ مل رہی تھی۔

وہ پریشان رہنے لگی تھی۔

کبھی سوچتی کسی ہوسٹل کا پتہ کر کے وہاں شفٹ ہو جائے۔ لیکن ہوسٹل کے نام ہی
سے اس پر کپکپی طاری ہو جاتی اس کا ایسے اداروں پر سے اعتماد ہی اٹھ چکا تھا۔ کیا خبر
ہوسٹل بھی اس زنجیر کی کڑی ہوں۔ اور ایک بار جو وہ بچ نکلی دوبارہ ایسی صورت نہ
ہو.......

سب سے محفوظ بات یہ تھی کہ اسے کوئی اچھی نوکری مل جائے۔ جہاں قیام و
طعام کا بندوبست بھی ہو۔ یا اتنی معقول تنخواہ ہو کہ وہ دو کمروں کا مکان کرایے پہ لے

سکے۔ ایسی صورت میں فرح کے ساتھ شادی کے بعد کوئی صورت رہنے کی نکل سکتی تھی
اس کی پریشانی بہرحال اپنی جگہ ٹھیک تھی۔

اس دن بھی وہ نوکری سے مایوس لوٹنے کے بعد واپس آئی۔ تو فرح لال دوپٹے کو ٹانکا ٹانک رہی تھی...... وہ اسے خوش خوش کام کرتے دیکھ کر مسکرائی۔ لیکن اندر ہی اندر پریشانی نے سختی سے آلیا۔ فرح اور ریاض کی شادی کوئی مفروضہ نہ تھا۔ اک حقیقت تھی۔ جو روپذیر ہونا ہی تھی۔ اور پھر اس کے رہنے کا مسئلہ اٹھنا ہی تھا۔

وہ بستر پر آرام کے بہانے لیٹی۔ لیکن بار بار کروٹیں ہی بدلتی رہی۔

شام ریاض آگیا۔ وہ فرح کے کپڑے درزی سے لیتا آیا تھا۔ آتے ہی کپڑے فرح کے حوالے کرتے ہوئے بولا "رابی تمہارے لئے ایک اچھی خبر..."

"کیا بھائی" وہ دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے بولی۔

ریاض نے مسکرا کر کہا "پہلے منہ میٹھا کراؤ"

"کرا دوں گی کچھ بتایئے تو سہی"

"ریاض نے اخبار اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "تمہیں نوکری مل گئی

"کہاں" اب کے فرح جو کپڑے پھیلا کر ان کی سٹیچنگ دیکھ رہی تھی چونک کر بولی۔

"مالدولت نے بندوبست کر دیا" ریاض کرسی چارپائیوں کے قریب کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"سچ"

"ہاں"

"کس دفتر میں"

"میرے ایک دوست کے دفتر میں" ریاض دونوں سے مخاطب تھا۔ "وہاں ایک ٹائپسٹ لڑکی کی ضرورت ہے۔"

رابی اور فرح دونوں ہی ناول جیسے بیٹھ گیا۔ ضرورت تو کئی دفتروں میں ہوتی تھی۔ لیکن نوکری ملنا اور ضرورت ہونا الگ الگ باتیں تھیں

ریاض خود ہی بولا "میں نے کئی جگہ تمہارے لئے کہہ رکھا تھا آج سیف نے بتایا کہ اس کے دفتر میں جو ٹائپسٹ کی جاب ہے اس کے لئے اس نے باس سے بات کر لی ہے وہ رابی کو رکھ لیں گے۔ تنخواہ گو زیادہ نہیں لیکن ایک دفعہ پاؤں جم جائیں تو پھر......

دیکھیں گے۔ یہ دیکھو اخبار میں بھی اس نوکری کا ایڈ ہے ضرورت کا کالم دیکھو۔"

رابی نے وہ کالم نکالا اور اشتہار پڑھنے لگی۔

"آج تاریخ کیا ہے" فرح نے پوچھا

"سولہ" ریاض نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا اور شوخی سے بولا "ابھی بہت دن پڑے ہیں۔ ابھی سے گننے لگی ہو۔ شادی کی تاریخ اگلے مہینے کی چودہ طے پائی ہے"

اس کی شوخی سے وہ شرمائی لیکن جھلا کر بولی "تمہیں اور کچھ سوجھتا بھی ہے۔ میں نے اس لئے تو تاریخ نہیں پوچھی تھی

"بھئی شرمانے کی کیا بات ہے پوچھ لی تو کیا ہوا۔ اپنا چھوٹا بڑا تو کوئی ہے نہیں جو کرنا ہے پوچھنا ہے خود ہی تو سب کچھ کرنا ہے"

"چھوٹا بڑا ہے کیوں نہیں" وہ غرائی

"کون ہے" ریاض بولا۔

"رابی نہیں ہے کیا"

"اوہ سوری۔ آئندہ اس کے توسط سے بات کروں گا"

"بالکل .... آئندہ میرے منہ مت لگنا

"جو حکم سرکار" اس نے ہاتھ باندھ دیئے تو فرح دلفریب انداز سے مسکرا دی۔

"دیکھا اشتہار" ریاض نے اشتہار کے گرد لال مارکر سے دائرہ بنا رکھا تھا۔ یہ اس نوکری کا اشتہار تھا جو اس کے دوست نے رابی کے لئے حاصل کر لی تھی۔ اخبار دو دن پہلے یعنی چودہ تاریخ کا تھا۔ "کیوں رابی"

"جی" وہ چونکی

"اشتہار دیکھا۔"

"یہ اشتہار دیکھ رہی ہوں" اس نے دائرے والے اشتہار کے نیچے دیئے ہوئے اشتہار پر انگلی رکھی۔

یہ اشتہار اس نے پڑھا تو اسے لگا اس کی مصیبتوں اور پریشانیوں کا حل نکل آیا ہے۔
لکھا تھا۔

"ملک کے مشہور و معروف بزنس مین انعام الحق کی بیگم کو جو ان کے کاروبار میں برابر کی شریک ہیں ایک لیڈی سیکرٹری کی ضرورت ہے جو ان کے ساتھ انعام پیلس میں رہ

سکے۔ اور آفس ٹائم کے علاوہ بھی ان کے کام میں مددگار ثابت ہو...... تعلیم ایم ا
تک لازمی ہے۔ عمر کی کوئی قید نہیں تفصیلات کے لئے......"

اور

نیچے پتہ اور فون نمبرز لکھے تھے۔

پتہ کراچی کے بہت ہی پوش علاقے کا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر یہ اشتہار پڑھتی رہ
یوں لگتا تھا۔ جیسے یہ اشتہار اسی کی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر لکھا گیا ہے۔

"یہ نوکری مجھے ملنی چاہئے" اس نے اخبار پر مکہ مارا تو ریاض ہنس کر بولا "ر
نہیں...... میں کہ چکا ہوں نوکری تمہیں مل چکی ہے...... صرف برائے نام انٹرویو
گا۔"

"وہ نہیں ریاض بھائی۔ یہ والی......" اس نے اشتہار پر انگلی رکھتے ہوئے اخ
ریاض کی طرف بڑھایا۔ ریاض نے جلدی جلدی اشتہار پڑھا......

پھر رابی کو دیکھ کر حیرانی سے بولا "لیکن یہاں تو دن رات وہیں رہنے کی شرط ہ
تم...... تو......" اور پھر سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں وہ جیسے سمجھ کر بولا "تم علٰحدہ ر
چاہتی ہو"

"ہاں" اس کی سوجھ بوجھ کی داد دیتے ہوئے وہ مسکرا کر بولی۔ اور پھر اتنے دنو
سے جو خیالات اور حقیقتیں اسے پریشان کر رہی تھیں۔ ان کو بڑے احسان اور سچائی۔
فرح اور ریاض پر منکشف کر دیا۔ اس نے اتنی خوبصورتی اور حقیقت پسندی سے ا
موقف بیان کیا کہ دونوں کچھ کہ ہی نہ سکے۔

چند لمحے چپ رہنے کے بعد فرح بولی "رابی دلوں میں جگہ ہونی چاہئے۔ تمہار
بات میں تسلیم نہیں کرتی۔ مجھے دکھ ہوا ہے تمہاری اس سوچ پر......"

رابی نے مسکرا کر اسے دیکھا اور بولی "فرح ہمیں دلوں میں نہیں مکانوں میں ر
پڑتا ہے۔"

ریاض اس کی بات پر ہنس پڑا۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولا "مگر...... دیکھو نا۔ تم اکیل
وہاں رہو گی کیسے۔ پتہ نہیں وہ لوگ کیسے ہوں......"

"ریاض بھائی" رابی ہنس پڑی آپ تو یوں کہ رہے ہیں جیسے وہ نوکری مجھے مل ہ
گئی ہے"

"ہاں...... کیا پتہ یہ نوکری اب تک کسی کو مل بھی گئی ہو" فرح نے تشویش ظاہ

کی۔

ایک لمحہ کے لئے رابی کا دل ڈوب گیا۔

واقعی

اشتہار پرسوں کا تھا...... دو دن گزر چکے تھے۔

ریاض حساب لگانے لگا۔

رابی مایوسی چھپائے ہوئے بولی "ہرج بھی نہیں پتہ کر لینے میں۔ ہو سکتا ہے جگہ
ابھی تک خالی ہو......"

"یہ تو آج کا اخبار دیکھ کر پتہ چل سکتا ہے۔ اگر اشتہار آج بھی ہوا۔ تو نوکری بھی
ضرور ہو گی"

"وہ کونے والا گھر ہے نا...... اسحاق صاحب کا وہ اخبار لیتے ہیں روزانہ......"
فرح بولی پھر رابی سے کہا گلی میں کوئی بچہ ہو گا اس سے کہو بھاگ کر اخبار لے آئے ان
کے ہاں سے"

"ٹھیک ہے" رابی جلدی سے اٹھی۔ تو ریاض بولا "تم ٹھہرو۔ میں خود لے کر دیکھ
آتا ہوں"

وہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔

رابی دانستہ فرح کے سل کر آنے والے دونوں سوٹ دیکھ کر تعریفیں کرنے لگی۔

ریاض جلد ہی لوٹ آیا...... اخبار میں اشتہار آج بھی تھا۔

"مبارک ہو رابی احتشام صاحبہ نوکری آپ کی ابھی تک منتظر ہے"

"واقعی اشتہار ہے"

"ہاں"

"پڑھا"

"دھیرج دھیرج۔ ابھی ایک ہی مرحلہ طے ہوا ہے۔ نوکری ہے۔ لیکن ملے گی کیسے
یہ پتہ کرنا ہے"

"بدولت سب کر گزریں گے......" وہ ہنس کر بولی۔ اس نے شاہانہ تفاخر سے سر
اٹھایا ہوا تھا۔

"تو پھر تیاری فرمایئے شہزادی صاحبہ" کورنش بجالاتے ہوئے ریاض نے کہا
"ہم تیاری فرماتے ہیں۔ لیکن چلنا تو کل صبح ہو گا۔ اب تو جاتے جاتے رات اتر

آئے گی"

"جی حضور....... آپ تو نوکری کا اشتہار دیکھ کر مان و مکاں بھول گئیں۔"

تینوں کچھ دیر ہنسی مذاق کرتے رہے۔ پھر سنجیدہ گفتگو ہونے لگی۔ طے پایا کہ کل ریاض چھٹی لے گا۔ اور رابی کو ساتھ لے کر س پتہ پر پہنچے گا جو اخبار میں درج تھا۔

رکشہ سڑکوں پر دوڑ رہا تھا۔ کبھی پتلی لمبی سڑک پر ا کبھی ٹیڑھے میڑھے گھماؤ دار راستوں پر۔ کبھی چوڑی سڑک جاتی او کبھی ویرانوں ما نہوں میں آئی ہوئی جگہ جگہ سے اکھڑی سڑک۔

" صا لمبا راستہ ہے" رابی نے ریاض کی طرف دیکھا سامنے والا راڈ پکڑے بمشکل رکشے میں پھنسا تھا۔

"ہاں ...... انعام پیلس ابھی دور ہے" وہ بولا۔

دسترس سے دور ہی لگتا ہے۔ رابی ہنسی

ایسا مت کہو۔ سترس سے دور نہیں ہم اسے جا لیں گے۔ اب تمہارا کمال ہے اسے مضبوطی سے پکڑ لو" ریاض نے بھی مسکرا کر کہا۔

مضبوطی سے پکڑنے والوں نے ہو سکتا ہے پکڑ بھی لیا ہو"

"خدا پر بھروسہ رکھو۔ اور اپنی لیاقت اور ذہانت پر اعتماد....... میرا ل کہتا ہے یہ جاب رے ہی لئے ہے"

ہنس کر بولی "جی ہاں۔ جیسے اشتہار صرف میرے لئے ہی دیا گیا ہے کہ مس رابی احتشام ہمیں تمہاری تلاش ہے اشتہار پڑھتے ہی چلی آؤ....... کری تمہاری راہ دیکھ رہی ہے"

ریاض اس پر مسکرا کر بولا "کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے"

رابی نے گہری سانس لی گھٹنوں پر رکھا بیگ ٹھیک کیا۔ اس میں اس کی ڈگریاں اور یگر کوائف تھے۔ پھر ریاض کی طرف دیکھ کر بولی "آج میں سترہویں جگہ انٹرویو دینے جا رہی ہوں۔"

"ہوں"

"بغیر انٹرویو کے لئے بھی کئی جگہ سے مسترد کر دیا گیا۔"

"مایوسی گناہ ہے"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اب جاب ضرور ملنا چاہئے ریاض بھائی"

ریاض پہلو بدل کر بیٹھتے ہوئے بولا "رابی مسئلے کو اتنا گمبھیر نہ بناؤ۔ ہماری شادی کے بعد بھی تم ہمارے ساتھ رہ سکتی ہو۔ بھائیوں پر بہنوں کا حق ہوتا ہے بلکہ میں تو کسی وقت سوچتا ہوں........"

"کیا"

"یہی کہ بہن کے ناطے تم میری ذمہ داری ہو تمہارا بوجھ مجھے اٹھانا چاہئے........"

"شکریہ ریاض بھائی" ممنون نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے رابی نے کہا "میں نے پہلے ہی آپ پر سارا بوجھ ڈال رکھا ہے بس دعا کریں یہ نوکری مجھے مل جائے۔ میں تو آج یہ نوکری چھین لوں گی"

ریاض مسکرا دیا........

رکشہ اب اس سڑک پر آگیا تھا۔ جس کے دونوں طرف اونچے لانبے اور کہیں چھتنار درخت تھے۔ ان درختوں کے پیچھے جہازی سائز کوٹھیاں تھیں۔ کوئی نئی۔ کوئی پرانی۔ ریاض رکشے سے سر نکال نکال کر کوٹھیوں کے نمبر دیکھ رہا تھا۔ یہیں کہیں انعام پیلس تھا۔

انعام پیلس ان بڑی بڑی کوٹھیوں میں نہیں تھا بلکہ ان سے قدرے ہٹ کر بڑی تمکنت اور وقار سے ایستادہ تھا۔

"وہ ہے جی انعام پیلس" رکشے والے نے مودبانہ لہجے میں کہا۔ یوں لگتا تھا۔ انعام پیلس جانے والے بھی کوئی درجہ رکھتے ہیں۔

اس نے رکشہ، پیلس کے بیرونی بہت بڑے گیٹ کے سامنے روک دیا۔

وہ دونوں باہر نکل آئے۔ ریاض نے رکشے کا کرایہ ادا کیا........ اور دونوں گیٹ کی طرف بڑھے۔

پیلس اتنا شاندار تھا کہ دونوں چند لمحوں کے لئے دم بخود سے ہو گئے........ گیٹ اور پیلس کی عمارت میں فرلانگوں کا فاصلہ تھا۔ جن پر خوبصورت باغ احاطہ کئے تھے۔ سرسبز گھاس۔ رنگا رنگ پھولوں کی کیاریاں........ بل کھاتی درختوں کے تنوں سے لپٹی بیلیں۔ پرانے موٹے تنوں والے درخت اونچے سر اٹھائے سرو........ انعام پیلس سبزے میں گھرا تھا........ کہیں کہیں مصنوعی آبشاریں بھی گر رہی تھیں۔ اور پانی کا ترنم فضا کو حسین بنا رہا تھا۔

ریاض نے ایکڑوں پر پھیلے باغات میں گھری عمارت پر نگاہ ڈالی پھر رابی کو دیکھ کر بولا "ہم جیسوں کو حواس باختہ کر دینے کو یہ عمارت........"

"ایسا تو مت کہیں........" رابی اس کی بات کاٹ کر بولی........ "مجھے حوصلہ دلائیں........ میں ناامید ہو رہی ہوں۔ یہاں ہم جیسوں کو کون پوچھے گا........"

"ہوں کیا خیال ہے"

"اندر تو جائیں گے"

"چلو ایسی جگہ دیکھنے کا تجربہ ہی سہی"

"آپ بھی مایوس ہیں نا........"

"نہیں........ قسمت میں ہوئی تو یہ جاب تمہیں مل جائے گی۔ نہ ہوئی تو نہ سہی........ اپنا حوصلہ بلند رکھو۔"

"ہونہہ........ میں ضرورت مند ہوں"

"اور ضرورت مند کے چہرے پر لگی چھاپ کو دیکھتے ہی اسے ٹرخا دیا جاتا ہے"

"یہ تجربہ میں کئی بار کر چکی ہوں........"

"تو اب ایک اور تجربہ کرو"

"کیا"

"اپنے اوپر وقار کا لبادہ اوڑھ لو........ انٹرویو۔ لیکن ان پر یہ ثابت نہ ہو کہ یہ نوکری تمہاری زندگی و موت کا مسئلہ ہے۔ بالکل........ ایک دم........ لاپرواہی ظاہر کرنا........"

وہ ہنس کر بولی "اتنی لاپرواہی بھی برتی نہیں جا سکتی"

"اچھا چلو اندر تو چلیں"

"بیل دیں........ گیٹ پر تو کوئی نظر نہیں آ رہا........"

"کہیں بھی کوئی نظر نہیں آ رہا........ سوائے ان گاڑیوں کی قطار کے........"

"چلیں بیل دیں"

ریاض آگے بڑھا۔ کال بیل پر ہاتھ رکھا........ اور بیل کے کہیں دور گونجنے پر ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا۔

انہیں کئی لمحے انتظار کرنا پڑا........

وہ دوبارہ بیل کرنے کو تھا کہ دور کے برآمدے سے ایک باوردی ملازم آتا نظر آیا۔

اس نے گیٹ تک پہنچنے میں کچھ وقت لگایا۔
پھر
آ کر مین گیٹ کھولا۔۔۔۔۔۔ سر قدرے خم کرتے ہوئے بولا "معاف کیجئے آپ کو اتنی دیر زحمت اٹھانا پڑی۔ دراصل آج ایک چوکیدار بیمار ہے اور دوسرے کو ابھی ابھی بلایا ہے۔۔۔۔۔۔ آپ تشریف لایئے"

دونوں اندر آ گئے۔۔۔۔۔۔ بڑے بڑے خونخوار قسم کے کتوں نے بھونک کر ان کا استقبال کیا جنہیں ملازم نے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ چپ ہو گئے۔

ریاض اور رابی ملازم کے ساتھ ساتھ چلتے مین بلڈنگ کی طرف بڑھنے لگے۔ دونوں چپ تھے۔ ملازم نے فوری پوچھا "آپ کو کس سے ملنا ہے"

"یہ انٹرویو کے لئے آئی ہیں۔" ریاض نے رابی کی طرف اشارہ کیا تو ملازم جلدی سے بولا "آپ لوگوں کو دوسرے گیٹ سے آنا تھا۔۔۔۔۔۔ وہ کھلا رہتا ہے۔۔۔۔۔۔"

"تو۔۔۔۔۔۔" رابی ہراساں ہوئی۔

"کوئی بات نہیں میں آپ کو ادھر ہی انتظار گاہ میں بٹھا دیتا ہوں۔۔۔۔۔۔"

"مہربانی۔۔۔۔۔۔ ہمیں پتہ نہ تھا۔۔۔۔۔۔"

"کاروباری امور کے سلسلہ میں آنے والوں کے لیئے نمبر تین گیٹ ہے۔۔۔۔۔۔" ملازم بولا۔ یہ گیٹ اہل خانہ کے استعمال کے لئے ہے۔"

"اوہ سوری" رابی گھبرا کر بولی۔

"خیر۔ آ جایئے۔۔۔۔۔۔"

ملازم انہیں لے کر گول ستونوں والے برآمدے کی طرف لے آیا۔ ستون سرسبز پھولدار بیلوں سے ڈھکے تھے۔ فرش پر دبیز قالین پڑا تھا۔ جابجا پیتل اور کاسی کے بڑے بڑے خوبصورت مجسمے تھے۔ جن کے گلدانوں میں رنگا رنگ خوشنما پھول کھلے تھے۔۔۔۔۔۔ دائیں ہاتھ گول گھماؤ دار زینہ تھا جو نرم قالینوں سے ڈھکا تھا۔ جس کی ریلنگ چمکدار تھی۔۔۔۔۔۔ یہاں بھی ہر دوسرے زینے کے بعد پھولوں کے گملے مجسمے اور دیگر آرائشی قیمتی چیزیں سجی تھیں۔ یہاں روشنی بڑی سنہری تھی۔

بے آواز قدموں میں چلتے تینوں راہداری میں آ گئے۔ یہاں نرم اندھیرے اور اجلے اجالے پھیلے تھے یہاں بھی آرائش و زیبائش فسوں خیز تھی۔ دروں میں قدرتی بیلیں لٹک رہی تھیں۔ اور مرمریں مجسموں کو ڈھانپ رہی تھیں۔

راہداری سے وہ ایک کشادہ راستے پر انہیں لے آیا اور پھر کافی دور چل کر نیچے اترنے والے زینے پر ہو لیا وہاں سے اتر کر مغربی طرف آ گئے۔ چوڑے برآمدے سے ملازم نے گیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ ہے نمبر تین گیٹ آپ کو اس طرف سے آنا تھا۔"

"جانے کے لئے ہم یہی گیٹ استعمال کریں گے" ریاض نے دور ایستادہ کھلے گیٹ کی طرف دیکھا۔ اس طرف کافی چہل پہل تھی۔ گاڑیاں بھی کھڑی تھیں۔ اور لوگ ادھر ادھر آ جا بھی رہے تھے۔۔۔۔۔۔ برآمدوں کے پیچھے کمرے آفس نما تھے۔

ملازم انہیں ایک دروازہ کھول کر اندر لے گیا۔ یہ بھی کاریڈور تھا۔ فرش پر کارپٹ بچھے تھے۔ کچھ آرائشی چیزیں یہاں بھی تھیں۔

کافی دور چل کر وہ دائیں ہاتھ مڑا۔۔۔۔۔۔ اور تیسرے کمرے کے سامنے رکتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔۔ "یہ انتظار گاہ ہے۔ آپ بیٹھیئے۔۔۔۔۔۔ انٹرویو کے لئے آنے والے امیدوار یہاں ہی ہوں گے۔ باری آنے پر آپ کو بلا لیا جائے گا۔

آپ نے درخواست دے رکھی ہے؟"

"میں اشتہار پڑھ کر خود ہی آ گئی ہو" رابی بولی۔

"ٹھیک ہے بیٹھیئے۔" وہ دروازہ کھول کر ان کے لئے جگہ بناتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔۔ وہ دونوں اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اندر آ گئے۔۔۔۔۔۔ ملازم نے دونوں سے کہا "میں اطلاع کر دیتا ہوں۔۔۔۔۔۔ آپ یہاں انتظار کریں۔"

"ٹھیک ہے" دونوں بیٹھ گئے۔۔۔۔۔۔

یہ انتظار گاہ بھی آراستہ پیراستہ تھی۔ رابی نے سارے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے سوچا۔۔۔۔۔۔ یہ امیدواروں کے لئے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ یہ اتنی خوبصورت اور سجی ہوئی ہے تو باقی محل کیا شے ہو گا۔۔۔۔۔۔ وہ چند لمحوں کے لئے تصوراتی محلوں میں کھو گئی۔۔۔۔۔۔

ان کے بیٹھے بیٹھے ہی تین نوجوان لڑکیاں تین پختہ عمر عورتیں اور چار ادھیڑ عمر عورتیں کمرے میں آ گئیں۔۔۔۔۔۔ رابی کا دل ڈھل گیا ایک جاب کے لئے اتنے امیدوار کوئی بڑی بات تو نہ تھی لیکن وہ لڑکیاں اور عورتیں سب ہی اسے اپنے سے بہتر اور نمایاں لگیں۔ لڑکیوں کے مغربی سٹائل میں انگلش بولنے کے انداز نے اسے مرعوب کیا عورتوں کے طریقے سلیقے سے گفتگو کرنے سے وہ متاثر ہوئی۔۔۔۔۔۔

"دال گلتی نظر نہیں آتی" رابی نے چپکے سے ریاض سے کہا۔

"حوصلہ حوصلہ حوصلہ" ریاض نے سرگوشی کی...... ان سب سے بہتر اور پُروقار تم نظر آ رہی ہو"

"بھائی کی نظر سے دیکھ رہے ہو نا......"

"نہیں نقاد کی نظر سے دیکھ کر کہا ہے"

دونوں ہولے ہولے باتیں کرتے ہوئے انٹرویو کے لئے بلائے جانے کا انتظار کرنے لگے۔

کئی منٹ گزر گئے...... انٹرویو کے لئے آنے والی امیدوار عورتیں اور لڑکیاں گاہے گاہے بول رہی تھیں۔ ایک دوسرے کے نام اور کوائف بھی پوچھ رہی تھیں...... اپنا جائزہ لے رہی تھیں۔ کچھ گھبراہٹ بھی طاری تھی۔ ضرورت کا لیبل ہر چہرے پر لگا تھا۔

پھر

اندرونی دروازہ دھیرے سے کھلا اور ایک ادھیڑ عمر عورت جس نے سلیقے سے صاف ستھرا لباس پہن رکھا تھا اندر آئی۔ اس نے آنے والوں کو خوش آمدید کہا۔ پھر ان کی آمد کی ترتیب دیکھی۔ ایک کاغذ پر ترتیب وار نام لکھے اور پھر اندر چلی گئی......

سب سے پہلے رابی آئی تھی۔ اس لئے اسے ہی انٹرویو کے لئے سب سے پہلے بلایا گیا

ملازم نے آکر مودبانہ اس کا نام پکارا "مس رابی احتشام"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تشریف لایئے" وہ بولا "مادام نے بلایا ہے"

وہ اپنے اوپر کچھ گھبراہٹ سی مسلط پانے لگی تھی۔ کھڑے ہو کر اس نے دوپٹہ درست کیا۔ بیگ کندھے پر لٹکایا اور سوکھا حلق تر کرتے ہوئے ریاض کی طرف دیکھ کر قدم اٹھایا۔

ریاض نے اس کی نظروں ہی نظروں میں ہمت بندھائی۔

دھک دھک کرتے دل کے ساتھ وہ دروازے میں داخل ہوئی۔

وہ اب آفس میں تھی۔

بہت صاف ستھرا اور آراستہ پیراستہ آفس تھا۔ فرش پر ہلکے سبز رنگ کا قالین تھا۔ کھڑکیوں پر سبز پھولدار پردے لہرا رہے تھے۔ کرسیوں کی نشستیں اور صوفوں کے کشن بھی

سبز رنگ کے تھے...... آفس ٹیبل چمک رہی تھی۔ اس کے دوسری طرف سبز رنگ کی چمکتی دمکتی ریوالونگ چیئر پر ایک متناسب جسم کی خوش رنگ لباس عورت بیٹھی تھی۔ پچھلی دیوار پر قائداعظم کی تصویر تھی۔ دو سٹیل کی کیبنٹس تھیں۔ میز پر دو تین فون پیپر ویٹ پن ہولڈر اور چند فائلیں پڑی تھیں۔

رابی اندر آئی تو عورت نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

رابی نے اسے سلام کیا...... "بیگم انعام الحق" اس نے جی ہی جی میں کہا۔

"بیٹھو" سلام کا جواب دیتے ہوئے اس عورت نے ہاتھ میں پکڑے پن سے میز کے دوسری طرف پڑی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بیگ کندھے سے اتارتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گئی۔ خاصی مرعوب اور سہمی سہمی لگ رہی تھی۔ اس نے بہت انٹرویو دیئے تھے۔ لیکن اس قسم کے ماحول اور آفس میں آنے کا پہلا اتفاق تھا۔ کرسی پر بیٹھی عورت خاصی سرد مزاج اور سخت قسم کی عورت لگ رہی تھی۔ اس لئے رابی نے بولنے میں پہل نہیں کی۔ اور اس عورت کے بولنے کا انتظار کرنے لگی۔

"آپ کا نام رابی احتشام ہے" کافی لمحے سرک گئے تب وہ عورت سرد مہری اور قدرے نخوت سے بولی۔

"جی"

"ایجوکیشن"

"ایم اے"

"دیگر کوائف لائی ہیں"

"جی"

اس نے بیگ سے فائل نکال کر قدرے اٹھتے ہوئے اس کے سامنے رکھ دی۔

وہ خاموشی سے فائل کھول کر کاغذ الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔ گاہے گاہے وہ ایک نظر رابی پر بھی ڈال لیتی تیز اور گہری نظر...... جیسے اس کے آر پار دیکھ رہی ہو...... اس نظر سے رابی کو گھبراہٹ سی ہونے لگتی۔ لیکن جتنی دیر عورت اس کی فائل دیکھتی رہی اتنی دیر رابی کو اپنے حواس مجتمع کرنے کی فرصت مل گئی۔ چند لمحوں میں وہ خاصی نارمل ہو چکی تھی۔ اور اب سوچ رہی تھی کہ یہ بیگم صاحبہ انعام پیلس کی مالکہ۔ اپنی مملکت کی ملکہ اچھی خاصی مغرور عورت ہے۔ بڑا مان ہے اسے اپنے آپ اور اپنی بے پناہ دولت پر۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کا نقاب اور لہجے میں نخوت و غرور...... یہ سب حق سمجھتی

ہے شاید اپنا۔ اسے ایسا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ ہم لوگ غرض مند ہیں ٹھیک ہے۔ لیکن اسے بھی تو ضرورت ہے۔ ہم پتہ نہیں کیوں اپنی ضرورت کو کمپلکس بنا لیتے ہیں۔ ہو نہ ایسے ہی......

اس سوچ نے اس کو مزید حوصلہ دیا اب وہ اپنے آپ کو بالکل نارمل پا رہی تھی۔

رابی سوچوں ہی میں گم تھی کہ دائیں ہاتھ کا دروازہ کھلا ملازم نے اجازت چاہی۔

عورت نے سر اٹھائے بغیر ہوں کہا

"بیگم آسیہ نور صاحبہ"

"ہوں"

"بیگم صاحبہ نے پانچ بجے کا ٹائم دیا ہے۔ آپ نے ان کے ساتھ جانا ہے۔

"اچھا"

ملازم چلا گیا...... رابی پر انکشاف ہوا کہ یہ عورت بیگم انعام الحق نہیں کوئی اور ہے۔ اس کی سوچیں ایک بار پھر بکھر گئیں۔

جب وہ سنبھلی تو خاصی حوصلہ مند تھی۔ یہ عورت بیگم انعام الحق نہیں تھی۔ کوئی اور تھی۔ بیگم حق کی ملازمہ...... رابی پر اس نے جو سرد اور بے مہر نگاہ ڈالی تھی اور جس سے وہ نروس ہو گئی تھی۔ اب اثر انداز نہ تھی...... بلکہ وہ اپنے آپ کو اس کے برابر سمجھ رہی تھی۔ اس لئے اس عورت نے جس سرد مہری اور سخت رویے سے سوال کئے۔ رابی نے بڑے سلجھے اور باوقار طریق سے اس کے جواب دئے۔ اس کے دل سے مملکت کی ملکہ کا خوف زائل ہو چکا تھا۔

عورت نے اس سے مختلف سوال کئے...... اس کا رویہ بدلتا گیا...... سختی اور بے مہری زائل ہو گئی۔ اور جب انٹرویو ختم ہوا تو عورت کے لہجے میں نرمی اور شفقت تھی۔ اسی لئے وہ بولی "مس رابی۔ آپ کے کوائف ہماری ضرورت کے عین مطابق ہیں......"

"شکریہ" رابی کو یوں لگا جیسے اسے یہ جاب مل گئی ہے۔

"لیکن" وہ بولی

"جی" رابی کا دل دہل گیا۔

"میں آپ سے کچھ اور وضاحتیں بھی چاہوں گی"

"جی"

پھر

وہ سوال پر سوال کرنے لگی۔ چند سوال تو اس نے بالکل ہی ہٹ کر کئے مثلاً وہ بولی

"مس رابی آپ دلائل دے سکتی ہیں۔ کہ ہم چاہیں تو موت پر فتح پا سکتے ہیں......؟"

یا

یہ کہ پرانے آدمی کی عمر کا حساب صدیوں میں ہوتا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ عمریں گھٹتی کیوں جا رہی ہیں؟

رابی بے شک ایسے سوالات کے لئے ذہنی طور پر تیار نہ تھی۔ لیکن اس نے اپنی گھبراہٹ یا حیرانی ظاہر نہیں کی بلکہ اپنی ہمت مجتمع کی اور ان سوالوں کے جواب اپنی عقل اور تجربے کی بنا پر دینے لگی۔ اس کی "ریڈنگ ہیبٹ" کام آئی۔ جو کچھ پڑھ رکھا تھا اسے سلیقے کی لڑی میں پرو کر بیگم آسیہ نور کے سامنے رکھ دیا۔

وہ اس سے بہت متاثر نظر آئی۔ پسندیدگی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ رابی چپ ہوئی۔ تو وہ کئی لمحوں کی خاموشی کے بعد بولی "مس رابی احتشام۔ میں آپ کے جوابوں سے خاصی متاثر ہوئی ہوں۔ یہ سوال و جواب انٹرویو کے سلسلہ میں نہ تھے۔ لیکن آپ کی قابلیت نے مجھے ایمپرس کیا ہے"

"شکریہ بیگم آسیہ نور صاحبہ" وہ دل ہی دل میں خوش ہو کر بولی۔

"میں بیگم انعام الحق کی سیکرٹری ہوں" وہ اب دوستانہ خوشگوار لہجے میں بات کر رہی تھی۔

"جی"

"میں چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر یہ ملازمت چھوڑ رہی ہوں۔ یہ جاب چھوڑنا میرے لئے سود مند نہیں لیکن مجبوری ہے۔"

رابی چپ رہی۔

وہ خود ہی بولی "تم کافی عقلمند ہو۔ ذہین و فطین بھی۔ غیر متعلقہ سوالات جو میں نے کئے تم نے بڑی ذہانت اور خوبصورتی سے ان کے جواب دئے۔ تم گفتگو کا سلیقہ جانتی ہو اور دوسروں کو ایمپرس بھی کر سکتی ہو......"

"شکریہ"

"فی الحال میں تمہیں اس جاب کے بارے میں کوئی تسلی نہیں دے سکتی۔ انٹرویو کے لئے اور امیدوار بھی ہیں"

"جی" رابی کے چہرے پر مایوسی لہرا گئی۔

"چند عورتیں اور لڑکیاں کل اور پرسوں انٹرویو دے چکی ہیں۔ کچھ آج دیں گی اس کے بعد ہی بہترین امیدوار کو منتخب کیا جائے گا......"

"جی"

"جو امیدوار منتخب ہو گئی، اسے دو ایک دن میں اپائنٹمنٹ لیٹر بھجوا دیا جائے گا......"

رابی خاموشی سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"اب آپ جا سکتی ہیں" وہ فائل ایک طرف رکھتے ہوئے بولی۔

"شکریہ" رابی اٹھی

بیگم آسیہ نے بیٹھے بیٹھے ہاتھ بڑھایا...... رابی نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر ر دیا......

سلام کر کے وہ آفس سے باہر نکل آئی...... اس کے چہرے پر ملے جلے تاثرا تھے......

ریاض نے پوچھا "بخیر......"

"بس چلیں......" وہ بولی۔

دوسری امیدواروں نے اس سے سوال و جواب کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہا لیکن وہ ریاض کے ساتھ کمرے سے نکل گئی۔

"جب انہونی کسی ناقابل فہم اور ناقابل یقین کی وجہ سے ہونی بن جائے تو اسے معجزے کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے" فرح نے اپنی حتمی رائے دے دی۔

"ناقابل یقین ضرور کہہ سکتی ہو۔ لیکن معجزہ نہیں" رابی نیا خریدا ہوا جوڑا دیکھتے ہوئے بولی

"اچھی اچھی لڑکیوں میں سے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی ہوں اور بڑی بڑی سفارشوں کے ہوتے ہوئے ایک اکیس سالہ ناتجربہ کار لڑکی کا انتخاب کیا کسی معجزے سے کم ہے۔ کم از کم یہ اس ملک میں تو ممکن نہیں...... خاص طور پر جب انٹرویو کرنے والی بھی کوئی خاتون ہو" فرح دوسری چارپائی پر پاؤں لٹکائے بیٹھی دلائل پر دلائل دیئے جا رہی تھی۔

رابی کو ملازمت مل گئی تھی۔ سب ہی کے لئے یہ بات حیران کن تھی۔ پہلے تو دونوں کو اپائنٹمنٹ لیٹر پڑھنے کے باوجود یقین ہی نہ آیا تھا۔ جو کل پچھلے پہر کی ڈاک سے انہیں ملا تھا۔ اتنی بڑی تنخواہ جوان کی سوچ سے باہر تھی اس کے ساتھ جملہ سہولتیں۔ لگتا تھا رابی کی لاٹری نکل آئی ہے۔ چھپر پھاڑ کر دینے والی بات ہی تھی۔ اس لئے فرح اسے معجزہ کہہ رہی تھی۔ دونوں اسی بحث میں الجھی ہوئی تھیں اور دہرائی ہوئی باتوں کو بار بار دہرا رہی تھیں۔

تفصیلات معلوم کرنے کے لئے رابی پھر انعام پیلس گئی تھی۔ اور مسز آسیہ نور سے جو کچھ اسے پتہ چلا تھا وہ فرح کو بتایا تھا۔

"اوئی ماں" فرح کی تو آنکھیں پھٹ گئی تھیں "اتنی تنخواہ"

رابی خود بھی اکسائیٹڈ تھی صرف سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

فرح اس کا منہ تکے جا رہی تھی...... بالکل ہی غیر ارادی طور پر بولی "ہر مہینے اتنے پیسے ملا کریں گے"

رابی اس کی بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ "تو اور کیا سالانہ......"

"سالانہ بھی ہوں تو بہت ہیں۔"

"بے وقوف لڑکی تنخواہ ہر مہینے ملا کرتی ہے"

"مبارک ہو رابی۔ تم یقیناً خوش بخت ہو"

"واقعی۔ وہم و گمان میں بھی نہ تھا......"

"ریاض کیا پھٹیچر سی جاب لے کر آیا تھا"

"ایسا تو نہ کہو...... وہ بیچارہ میرے لئے کتنا پریشان تھا۔"

"یہ تنخواہ۔ اف حیران رہ جائے گا میری طرح۔"

"آنے والا ہی ہو گا......"

"رابی......"

"ہوں"

"ایک بات کہوں"

"کیا"

"بھئی یہ بھی کوئی چکر وکر ہی نہ ہو"

"کیا مطلب؟"

"نوکری کا چکر دے کر......"

"نہیں فرح...... انعام پیلس میں دیکھ آئی ہوں...... دفتری حصہ بھی دیکھا ہے بہت بڑا کاروبار ہے ان کا...... یہ تنخواہ ان کے لئے اتنی بڑی نہیں جتنی ہمارے لئے ہے...... بیگم انعام الحق سے بھی میں مل آئی ہوں آج...... اور ان کے بارے میں آسیہ نے بھی بہت کچھ بتایا ہے۔ تم فکر نہ کرو...... سب ٹھیک ہے۔ اب میں بچی نہیں بڑی ہو گئی ہوں...... نظروں کی زبان بھی سمجھتی ہوں"

"پھر تو نوکری ملنا کسی معجزے سے کم نہیں۔ میں یہی کہوں گی"

"معجزہ نہ کہو۔ خوش قسمتی کہو......"

دونوں باتیں کرتے ہوئے اس بحث و تکرار میں الجھی تھیں کہ ریاض آ گیا۔ فرح نے اس کے اندر آتے ہی تنخواہ کی خوشخبری اسے سناتے ہوئے کہا "تم ہی بتاؤ ریاض یہ بات کسی معجزے سے کم ہے" تینوں خوشی خوشی باتیں کرنے لگے۔

ریاض بولا "میری بہن اتنی ذہین و فطین ہے۔ یہ نوکری اسے ملنا ہی تھی"

"میں نے یہ نوکری چھین لینا تھی" رابی ہنس کر بولی...... "میری ضرورت اتنی شدید ہو گئی تھی کہ اس کے سوا کچھ چارہ ہی نہ تھا......"

فرح منہ بنا کر بولی "تم ہم سے الگ ہونا چاہتی تھی نا......"

"اس کے سوا چارہ ہی کیا تھا بی بنو۔ خود تو ریاض بھائی کے ساتھ پھر سے اڑ جانا تھا۔ مجھ اکیلی کا کیا بنتا۔ میری راتوں کی نیندیں پریشان ہو گئی تھیں سوچ سوچ کر......"

"خدا وسیلہ ساز ہے۔ اس نے اتنا اچھا وسیلہ بنا دیا......" ریاض رابی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا......

"ہمیں بھلا تو نہ دو گی انعام پیلس میں جا کر شہزادی صاحبہ" فرح نے کہا۔

"تم دونوں میری زندگی کی حقیقت ہو......" وہ سنجیدگی سے بولی "مجھے اس مقام تک پہنچانے والے بھی تم دونوں ہی ہو۔ میں اس احسان کے بوجھ تلے سدا دبی رہوں گی"

"ہم نے تمہارے لئے کیا کیا ہے رابی...... "دو کمرے کا مکان لینے کی تو حیثیت نہیں تھی۔" ریاض بولا

"اس کے باوجود جو اخلاقی سہارا آپ نے دیا ہے بھائی' کیا بھلا دینے والی بات ہے......" رابی بولی۔

"میں تو کچھ بھی نہ کر سکی تمہارے لئے" فرح بولی

"یہ بھی میں جانتی ہو...... فرح...... شاید میری اپنی بھی کوئی بڑی بہن ہوتی تو ایسے حالات میں میرے لئے اتنا کچھ نہ کرتی...... تم نے جو کچھ کیا ہے اسی کی بدولت تو میں یہاں تک پہنچی ہوں" رابی نے کہا۔

کچھ دیر وہ سب باتیں کرتے رہے

پھر

ریاض بولا "چائے نہیں ملے گی آج۔"

فرح نے کہا "آج تو عمدہ سی چائے بنے گی"

"ریاض بھائی" رابی کپڑے رکھتے ہوئے بولی "فرح کے چائے بنانے تک آپ ساتھ کھانے کے لئے دو تین چیزیں لے آئیں......"

"ٹھیک" فرح بولی "کیک...... سموسے اور دہی بھلے......"

"ہاں جو جی چاہے منگوا لو آج......"

"ایڈوانس جو ملا ہے آج" فرح ہنسی

"اچھا ایڈوانس بھی ملا ہے" ریاض نے پوچھا

"کوئی تھوڑا؟" فرح بولی۔

"کتنا" ریاض نے پوچھا

فرح کے بتانے سے پہلے ہی رابی ہنستے ہوئے بولی "ریاض بھائی جاب پر جانے
لئے کچھ چیزیں خریدنے کی ضرورت تو تھی ہی نا...... ملبوسات وغیرہ......"

"اچھا اچھا......"

رابی نے بٹوے میں سے پیسے نکال کر ریاض کو دیئے...... "آپ چیزیں
آئیں۔ فرح چائے بناتی ہے۔"

"اچھی سی بنانا۔" ریاض نے اٹھتے اٹھتے فرح کو چھیڑا۔

"اچھا جی۔ پہلے کیا بری پیتے ہو۔"

"کچھ اتنی اچھی بھی نہیں ہوتی۔ کبھی کڑوی کبھی کسیلی......"

فرح کو حسب عادت تاؤ آگیا۔ دانت پیستے ہوئے بولی۔ خود ہی بنا لینا آ کر......"

"شادی کے بعد بھی ایسے ہی جواب دیا کرو گی۔ کورا کورا......" ریاض نے ا
کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ سرخ ہو گئی۔ منہ پھیرتے ہوئے بولی "جیسی بات کرو گے
جواب لو گے"

"اوں ہوں......" وہ شوخی سے بولا "مجھے گستاخ بیوی نہیں چاہئے......"

"اچھا جایئے بھی ریاض بھائی" رابی نے ہنستے ہوئے اسے دروازے کی طر
دھکیلا۔ فرح کو غصہ آ رہا تھا۔ چھیڑ چھاڑ میں لڑائی ہو جاتا تھی۔ آج رابی اتنی خوش تھی
وہ اس وقت بدمزگی کی پرچھائیں بھی نہ چاہ رہی تھی۔

ریاض ہنستے ہوئے باہر نکل گیا۔ رابی نے فرح کے گلے میں بانہیں ڈال کر اس
غصہ کم کرنے کی کوشش کی......

اگلے دن رابی پھر انعام پیلس جا رہی تھی۔ مسز آسیہ نور نے اسے ضروری ہدایا
دینے کے لئے بلایا تھا۔ وہ تیار ہو کر نکلی۔ گھر بند کیا فرح سکول جا چکی تھی۔

وہ بیگ جھلاتے آہستہ آہستہ چلتی بڑی سڑک پر آ گئی۔ جہاں سے ہر پانچ منٹ ب
بس نکلتی تھی۔ وہ سٹاپ پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ مطلوبہ بس کے لئے اسے چند منٹ انتظار
پڑا۔ آج بھی وہ رکشہ لے سکتی تھی۔ لیکن اکیلے جانا تھا اس لئے بس لینا ہی منا
سمجھا......

مسز آسیہ اپنے آفس میں ہی بیٹھی تھی۔ رابی نے ملازم کے ذریعے اطلاع بھجوا
اور خود انتظار گاہ میں رک کر دیواروں پر لگی خوبصورت پینٹنگز دیکھنے لگی۔

"مس" ملازم نے چند لمحوں بعد ہی آ کر کہا۔

"ہوں"

"تشریف لایئے میڈم بلا رہی ہیں"

"اچھا......"

"رابی مڑی اور بڑے اعتماد سے قدم اٹھاتی آفس میں داخل ہو گئی۔ مسز آسیہ نور
نے اسے مسکرا کر خوش آمدید کہا۔ خیر و عافیت پوچھی اور کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ بھی مودبانہ انداز سے سلام کرتے اور آسیہ کی باتوں کا خیر مقدم کرتے کرسی پر
بیٹھ گئی......

"تم اس ماحول سے بالکل نا آشنا ہو" ڈھیر سارا پیار اور حوصلہ بھری باتوں کے بعد
مسز آسیہ نور بولی "میں تمہیں کچھ چیزوں سے متعارف کروا دیتی ہوں...... باقی تم خود سمجھ
دار لڑکی ہو۔ زیادہ دقت محسوس نہ کرو گی"

"جی شکریہ"

"آؤ میرے ساتھ"

"کہاں"

"تمہیں تمہارے کمرے دکھا دوں۔ اور کچھ لوگوں سے بھی ملوا دوں"

"جی اچھا......"

وہ مسز آسیہ نور کے ساتھ ساتھ چلتی آفس سے راہداری میں آ گئی۔ جس کے
دوسرے گھماؤ پر وہ ایک کشادہ لاؤنج میں کھڑی تھی۔

"یہ حصہ تم لوگوں کے لئے مختص ہے" آسیہ کمروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
بولی۔

"تو کیا اور لوگ بھی......" رابی جھجک کر گویا ہوئی۔

"ہاں یہ چار کمرے ہیں۔ ایک میں مسز داؤد رہتی ہیں۔ انہیں سب داؤ جی کہتے
ہیں۔ بیگم انعام الحق کے دو بچوں کی آیا رہ چکی ہیں۔ اب بچے تو جوان ہو گئے۔ لیکن داؤ
جی کا چونکہ کوئی قریبی عزیز نہیں تھا' اس لئے بیگم صاحبہ نے ان کی ساری ذمہ داریاں
سنبھالی ہوئی ہیں۔ ان کے لئے ایک خاص ملازمہ رکھ چھوڑی ہے۔ جو ان کا ہر طرح سے
خیال رکھتی ہے...... بہت اچھی اور پیار کرنے والی خاتون ہیں داؤ جی اب بوڑھی ہو گئی
ہیں۔ لیکن پھر بھی شفقتوں کا بحر بے کنار ہیں۔ ان سے تمہیں ابھی ملواتی ہوں...... اور

ہاں۔ اس سامنے والے کمرے میں مسز منصورہ ہاشم رہتی ہیں۔ بیوہ ہیں۔ یہ باورچی کی داروغہ سمجھ لو۔ کھانے پینے کا سارا بندوبست یہی کرتی ہیں۔ اور وہ دو کمرے تمہارے لئے ہیں۔ آؤ دیکھ لو......"

دونوں دائیں ہاتھ والے کمروں کی طرف بڑھیں۔ ایک بیڈروم تھا۔ جس بیڈ کرسیاں ایک میز چھوٹا ٹی وی...... ٹیپ اور دوسری ضرورت کی چیزیں پڑی تھ ساتھ والا کمرہ چھوٹا سا آفس تھا جس میں ٹائپ کی مشین رکھی۔ آفس ٹیبل بھی تھی بھی اور لوہے کی سیف وغیرہ بھی۔ ایک انٹرکام تھا اور ایک فون......

"یہاں تم کام کرو گی...... ساتھ والا کمرہ تمہاری رہائش کے لئے ہے۔ پسند؟"

"میری ضرورت اور سوچ سے کہیں بلند ہے مسز آسیہ نور صاحبہ......"

"آہستہ آہستہ اس ماحول کی عادی ہو جاؤ گی...... مسز ہاشم ایک اچھی خاتون اور داؤ جی تو ماں جیسی ہیں تم اپنے آپ کو تنہا محسوس نہ کرو گی"

رابی چپ ہو گئی۔ وہ تو جیسے طلسماتی دنیا میں کھوئی ہوئی تھی۔ اس نے ایسی نوک بھلا تصور بھی کب کیا تھا۔ اتنا عمدہ بیڈروم تو اسے دارلامان میں بھی نہ ملا تھا۔ جہاں خوبصورت لڑکیوں کو سہولتیں میسر کی جاتی تھیں"

کمرے دیکھنے کے بعد مسز آسیہ نور اسے داؤ جی کے کمرے میں لے آئی۔

رابی نے دیکھا سفید بالوں والی گوری چٹی فربہ بدن والی عورت کریم رنگ کا ستھرا لباس پہنے بیڈ پر بیٹھی تھی۔ یہ کمرہ بھی خوبصورتی سے آراستہ تھا۔

"کون" معمر عورت نے آہٹ پر سر اٹھا کر دیکھا۔

"میں ہوں داؤ جی......"

"آسیہ"

"جی"

"اور یہ......"

"یہ رابی احتشام ہیں۔ بیگم صاحبہ کی نئی سیکرٹری...... میری جگہ لیں گی"

رابی نے دو قدم آگے بڑھ کر جھکتے ہوئے داؤ جی کو سلام کیا۔ وہ ان کی شخ سے بڑی متاثر ہوئی۔ متاثر و مرعوب تو وہ بیگم انعام الحق کی شخصیت سے بھی ہو گئی جنہیں ابھی دیکھا تو نہیں تھا۔ لیکن آیا کو اتنے احترام سے رکھنے پر ان کے کردار کی بل خود بخود آشکار ہو گئی تھی۔

داؤ جی نے رابی کو پیار کیا۔ کسی معمر ہستی نے پہلی بار اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا تھا۔ رابی کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ ان محبتوں اور شفقتوں سے تو وہ مدتوں سے محروم تھی۔ اس نے دل ہی دل میں عہد کر لیا۔ کہ وہ اپنا فالتو وقت داؤ جی کے ساتھ گزارہ کرے گی۔ اس معزز ہستی کی خدمت کرے گی اور چاہتوں محبتوں اور شفقتوں کے چشموں سے اتنی سیراب ہو گی کہ اس کی عمر بھر کی تشنگی مٹ جائے گی......

وہ کچھ دیر داؤ جی کے پاس بیٹھی رہیں...... داؤ جی نے انہیں پھل پیش کئے اور بٹن دبا کر نوکرانی کو بلایا اور ان کے لئے کافی بھی منگوائی۔

"تم یہاں خوش رہو گی" کمرے سے باہر نکلتے ہوئے آسیہ نے رابی سے کہا۔

"انشاء اللہ" رابی بولی۔

"ابھی تو تم بیگم انعام الحق سے نہیں ملیں...... وہ بہت عظیم عورت ہیں۔ یقین مانو میری مجبوری نہ ہوتی تو میں یہ ملازمت کبھی نہ چھوڑتی...... میرے جانے سے بیگم صاحبہ بھی متاثر ہیں...... لیکن مجھے یقین ہے۔ تم مجھ سے بھی زیادہ ان کے قریب ہو جاؤ گی......"

"شکریہ مسز آسیہ اور خدا کرے میں آپ کی امیدوں پر پوری اتروں......"

دونوں راہداری میں ساتھ ساتھ چلتے آخری سرے تک پہنچ گئیں۔ یہاں شیشے کی دیوار تھی۔ اور اس کے پار کا منظر بے حد خوبصورت تھا۔ اس طرف وسیع و عریض چمن تھا۔ سوئمنگ پول بھی تھا جس کے اردگرد شیشے کے کمرے تھے۔ وہاں بیٹھنے کے لئے رنگین کرسیاں دھوپ سے بچنے کے لئے رنگ برنگی چھتریاں اور سوئمنگ کاسٹیومز رکھے تھے۔ انہیں سے ملحقہ ڈریسنگ اور باتھ روم بھی تھے۔ یہ حصہ ملازم لوگوں کے استعمال کے لئے تو نہ تھا۔

لیکن

شیشے کی دیوار سے منظر دیکھا اور اس سے لطف اندوز ہوا جا سکتا تھا۔ دیوار میں دروازہ بھی تھا جسے کھول کر اس طرف جا سکتے تھے۔

رابی کو راہداری کا یہ حصہ بہت پسند آیا۔ قدرتی مناظر بے حد دیدہ زیب تھے۔ فرصت کے اوقات ان مناظر سے لطف اندوز ہو کر بھی گزارے جا سکتے تھے۔

مسز آسیہ نور نے بہت بڑا کچن اور اس سے ملحق ڈائننگ بھی رابی کو دکھایا......

"اہل خانہ کے ساتھ ہی آپ تینوں کا کھانا یہاں بنے گا......" وہ بولی

"تینوں؟"

"ہاں داؤ جی بیگم منصورہ ہاشم اور تمہارا۔ باقی سب نوکروں کے کواٹر محل کے
حصے میں ہیں اور ان کے طعام کا بندوبست بھی ادھر ہی ہے"

"نوکر بھی تو بے شمار ہوں گے" رابی نے دلچسپی سے پوچھا

"ہاں...... ان گنت ہیں۔ کچھ تو عرصہ دراز سے یہیں رہتے چلے آ رہے ہیں
فیملیز کی فیملیز آباد ہیں ان کا حصہ محل سے بالکل الگ تھلگ ہے کسی دن دکھا
گی...... اب چلیں آفس میں کچھ کام کی باتیں بھی ہو جائیں"

"چلیں"

"دونوں راہداری سے لوٹ آئیں۔

اب وہ پھر آفس میں تھیں۔ مسز آسیہ نور اسے اس کے کام کے متعلق بتا
تھی۔ رابی پورے انہماک سے سن رہی تھی بات ختم کرتے ہوئے وہ بولی "یہاں کام
نہیں ہو گا۔ کبھی تمہیں دو تین دن اکٹھے ہی بیگم صاحبہ کی معیت میں گزارنا ہوں گے
کبھی ہفتہ ہفتہ بھر ان کا سامنا نہ کرو گی۔ تمہیں صرف ان کا پرسنل کام کرنا ہے۔
میں وہ اپنے شوہر کے ساتھ برابر کی شریک ہیں۔ ان لوگوں کا کاروبار یورپ اور امریکہ
بھی پھیلا ہوا ہے...... انعام صاحب بھی بہت نفیس آدمی ہیں...... ان کا آفس
ہی میں ہے...... ہر فیکٹری میں ان کا ذاتی آفس ہے...... بہرحال ان کے کام سے
کوئی واسطہ نہیں......"

"جی" وہ بولی

"میرے خیال میں کافی باتیں ہو گئیں۔ تم نے بہت کچھ سمجھ لیا ہو گا"

"جی ہاں شکریہ"

"تم پہلی کو جائن کرو گی"

"جی"

"اٹھائیس کو بیگم صاحبہ نے میری وداعی پارٹی کی ہے۔ کارڈ ملا تو تمہیں بھی
دوں گی آ جانا۔ بیگم صاحبہ سے ملاقات بھی ہو جائے گی"

"ٹھیک ہے"

وہ دونوں کچھ دیر باتیں کرتی رہیں۔ پھر آسیہ نے رابی سے کہا "اب تم فارغ ہو
چاہو تو جا سکتی ہو"

رابی شکریہ کہتے ہوئے اٹھی
اور
پھر
سلام کر کے باہر نکل آئی۔ وہ مسز آسیہ نور کی ممنون احساس تھی۔

رابی کو انعام پیلس میں آئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ اس ایک ہفتے میں وہ صرف بار بیگم انعام سے ملی تھی۔ آسیہ کی پارٹی کا بلاوہ اسے نہیں ملا تھا۔ شاید یہ کوئی چھوٹی وداعی پارٹی تھی۔ بیگم انعام بڑی پُروقار اور رعب داب والی شخصیت کی مالک تھیں۔ حیثیت اور مرتبے سے آگاہ بھی تھیں۔ اس کے باوجود بات چیت نرم انداز میں ک تھیں۔ ان کی سرشت میں لگتا تھا غصہ اور سختی ہے ہی نہیں۔ پھر بھی مالک اور ملازم درمیان حد فاصل رکھنے کی قائل معلوم ہوتی تھیں۔

پہلی ملاقات میں انہوں نے سرسری سی تعارفی باتیں کی تھیں۔ کچھ رابی کے تعریفی الفاظ بھی استعمال کئے تھے۔ جو غالباً" آسیہ نور ہی کے الفاظ تھے۔

انہوں نے دو لیٹر بھی رابی کو ٹائپ کرنے کے لئے دیئے تھے۔ اور اسے رخص کرتے وقت کہا تھا "مجھے آسیہ کے انتخاب پر پورا بھروسہ ہے۔"

رابی نے صرف سر جھکا دیا تھا۔ اسے تب احساس ہوا تھا۔ کہ بیگم صاحبہ کے س کام پوری دیانت اور محنت سے کرنا ہوگا۔

بہرحال رابی کو اپنا کام اور بیگم صاحبہ دونوں ہی پسند آئے تھے۔

دوسری بار وہ لیٹر دینے بیگم انعام کے پاس گئی تھی۔ انہوں نے کچھ ضروری با کی تھیں۔ اور لیٹرز ڈسپیچر کے حوالے کردیئے تھے۔

اب پورے ہفتے سے رابی فارغ تھی۔ نہ کوئی کام تھا نہ بیگم صاحبہ نے اسے طل کیا تھا۔ وہ اکثر سوچتی "امیروں کے چونچلے ہیں کہ آفس کے علاوہ گھر میں بھی بیگم صاحب سیکرٹری چاہئے۔"

پھر

خود ہی اپنی سوچوں کا جواب دیتی

"بھئی ان کے پاس بے حد و انتہا دولت ہے ان کا جیسے جی چاہے خرچ کریں۔ کون ہوتے ہیں ان پر تبصرہ کرنے والے ہمیں تو اپنے کام سے کام ہونا چاہئے۔۔۔۔۔۔

اور

اپنے کام سے کام رکھنے ہی میں اس کی بہتری تھی۔

اب وہ ایک ہفتے سے فارغ تھی۔ بیگم صاحبہ نے اسے نہیں بلایا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں ہوتی تو کبھی وارڈ روب کھول کر اس میں لٹکے ہوئے اپنے چند ڈریس دیکھنے لگی۔ خوبصورت ڈریس جو اس نے خریدے تھے۔ ایسے کپڑے اس نے بوتیکس میں دیکھے ضرور تھے۔ لیکن خریدنے کی کبھی استطاعت ہی نہ ہوئی تھی۔ وہ اور فرح اکثر بازار جاتی تھیں تو دل خوش کرنے کے لئے بوتیکس میں بھی چلی جایا کرتی تھیں۔ ڈریس دیکھ کر صرف پسند کا اظہار کیا کرتی تھیں۔ پھر آپس ہی میں باتیں کر کے دل کو تسلی دے لیا کرتیں۔

""بھئی ان میں سچے موتی تو نہیں جڑے"

"قیمت تو سچے موتیوں کی ہے"

"عام سے ہیں بالکل"

"کپڑا تو عام ہی ہے سلائی کی بات ہے"

"نمونہ دکھا کر درزی سے سلالیں تو آدھی قیمت کے بھی نہ پڑیں"

"ہائے ہائے کبھی مشین ہو نا اپنے پاس تو میں ان کا نمونہ منٹوں میں کاپی کر سکتی ہوں"

"کہیں سے مشین مل جائے نا۔۔۔۔۔۔"

"ریاض سے کہتے ہیں قسطوں پر دلوا دے۔۔۔۔۔۔"

"مشین ہو تو دیکھو کیسے کیسے ڈریسز بناتی ہوں میں"

"ان کو تو دور ہی کا سلام۔۔۔۔۔۔ چلو چلتے ہیں۔۔۔۔۔۔"

"وہ واپس آ جاتیں۔۔۔۔۔۔ اور فرح دیکھے ہوئے ڈریسز کی نقل کاغذ پر تیار کرنے بس کئی دن لگی رہتی۔

اب

ایسے ہی ڈریسز اس کی وارڈ روب میں تھے۔ وہ چاہتی تو اور بھی خرید لیتی۔ لیکن بھی ضرورت نہ تھی۔ دوسرے اس نے فرح کے لئے بھی دو ڈریسز خریدے تھے۔ ویسے بھی خواہش تند و تیز تو ہوتی ہے۔ لیکن اس کے پورے ہونے کے امکان ہوں۔ تو نہ تندی رہتی ہے نہ تیزی۔ تندی و تیزی تو تب بڑھتی ہے جب خواہش کے چاروں اور

اندھا اندھیرا چھایا ہو...... اس کے پورے ہونے کے امکان نہ ہوں۔ اس کی ضرو
سے خواہ مخواہ نفی منسلک ہوتی ہو۔ رابی کی خواہشوں کے اردگرد گھور اندھیرے
پرچھائیاں نہ تھیں۔ ہاتھ بڑھایا اور منزل چھو لی والی بات تھی۔ ایڈوانس میں سے بھی
کافی پیسے بچے ہوئے تھے۔ مہینہ سرعت سے گزر رہا تھا۔ پہلی کو تنخواہ مل جانا تھی۔
اسے جلدی کاہے کی تھی...... ڈریس خریدے جاسکتے تھے۔

وہ الماری بند کرتی تو ٹیپ آن کر دیتی۔ میوزک کی شیدائی تھی۔ اچھی ا
کیسٹس سنا کرتی۔ کبھی مووی دیکھ لیتی۔

زیادہ وقت وہ داؤ جی کے پاس بھی گزارتی۔ کبھی انہیں دباتی کبھی بال سنوارتی۔
جی دعائیں دیتیں تو رابی کا سوکھا من سیراب ہو جاتا۔ ان کی باتوں سے اسے محل
مصروفیات کا بھی پتہ چل گیا تھا۔ بیگم انعام الحق کی شخصیت کے کئی پرت بھی کھلے
اور بھی بہت سی باتوں سے آگہی ہوئی تھی۔ ساری باتوں سے وہ اس طرح مانوس ہ
تھی کہ لگتا تھا برسوں سے یہاں ہی رہ رہی ہے......

منصورہ ہاشم سے بھی وہ گھل مل گئی تھی۔ فرصت کے جو یہ اوقات ملے تھے
کے حق میں اچھے ہی ثابت ہوئے اسے اپنے اردگرد رہنے والوں سے گھل مل بیٹھ
وقت ملا۔ اور ماحول کی اجنبیت جس سے وہ آئے دن دوچار ہوئی تھی وہ دور ہو گئی۔

کھانا وہ اکثر منصورہ کے ساتھ ہی کھاتی تھی۔ منصورہ چالیس بیالیس سالہ سنجید
عورت تھی۔ اپنے کام سے بڑا لگاؤ تھا۔ بیگم انعام الحق کی بڑی مداح تھی۔ انعام پیلس
کچن کا انتظام و انصرام سنبھالے برسوں بیت گئے تھے۔ ایک وقت تین چار خانساماؤں
نپٹنا اسی کا کام تھا۔ ہیڈ کک متین بابا سے اس کی بہت بنتی تھی۔ وہ بھی اس کا ہاتھ بٹاتا
اور جہاں ضرورت پڑتی اس کی رہنمائی کا باپ کی طرح فریضہ بھی ادا کرتا تھا۔

منصورہ باجی سے بھی رابی کو محل کی سحر انگیزیوں کے قصے کہانیاں سننے کے م
ملے...... جس طرح یہاں آئے دن فنکشنز ہوتے۔ جشن منائے جاتے۔ اکٹھے ہ
سب اسے پتہ چل گئے تھے۔

"ویسے تو دو بندے اکیلے ہی رہتے ہیں نا۔ بیگم اور مسٹر انعام الحق" ایک دن
کھاتے ہوئے باتوں کے دوران رابی نے منصورہ سے کہا۔ "دم نہیں گھٹتا ان کا......"
منصورہ ہنس پڑی اور بولی "جتنے مصروف رہتے ہیں۔ اس کے لئے اکیلے رہ

تحفے ضروری بھی ہیں"
"ویسے مصروفیت کام کے علاوہ بھی تو ہے"
"وہ کیا"
"بھئی ان کے بچے ہیں......"
"تم کہاں دیکھو گی...... بیٹا اور بیٹی امریکہ میں ہیں......"
"وہاں"
"ہاں"
"کیا کرتے ہیں"
"بھئی بزنس ہے ان کا۔ بیٹی کی شادی ہو چکی ہے دو ننھے منے بچے ہیں۔ بڑے بیٹے
ں بھی شادی ہو چکی ہے وہیں پڑھا وہیں شادی ہو گئی"
"امریکن بیوی ہے"
"نہیں تو۔ بیگم صاحبہ کی بھانجی سے ہوئی ہے شادی۔ بہت خوبصورت لڑکی
ہے......"
"ہوں"
"چھوٹا بیٹا بھی ان دنوں امریکہ گیا ہوا ہے۔ شاید کل واپس آ رہا ہے۔ سب آتے
تے رہتے ہیں...... کبھی یہاں رونق ہوتی ہے کبھی وہاں۔ امریکہ ان لوگوں کے لئے
ن سا دور ہے......"
"پیسے کی بات ہے"
"پیسے کی بھی اور کاروبار کی بھی......"
"ہاں بزنس بھی تو بہت پھیلا ہوا ہے ان کا"
"یورپ امریکہ اور اب تو جاپان کی پارٹیز بھی آ رہی ہیں...... عنقریب جاپان سے
ا کاروبار منسلک ہو جائے گا"
منصورہ کھانا کھاتے ہوئے رابی کو انعام الحق کے بزنس کے متعلق معلومات جو
ے پتہ تھیں بتاتی رہی۔
"انعام الحق کیسے آدمی ہیں" رابی نے اچانک پوچھا
"بہت اچھے۔ جنٹل مین" وہ بولی "تم ملی نہیں ان سے"

"میں تو ابھی بیگم صاحبہ سے ہی سرسری طور پر مل پائی ہوں...... انہیں
دیکھا ہے"

"دیکھ لو گی...... بہت شریف النفس ہیں۔ کھانا اکثر رات آٹھ بجے گھر
کھاتے ہیں۔ کسی دن اس وقت بیگم صاحبہ کی طرف چلی جانا......"

رابی ہنس کر بولی "انہیں دیکھنے کی کوئی ایسی جلدی بھی نہیں۔ اب یہیں ر
دیکھ لوں گی"

"وہ تو ہے"

باتوں باتوں میں رابی کو اہل خانہ کے متعلق خاصی معلومات فراہم ہو جاتیں
کے عادات و اطوار کا پتہ چل جاتا۔ بنا دیکھے ہی رابی انعام الحق صاحب کے بار
کافی کچھ جان گئی تھی۔ بیگم کے امریکہ میں رہنے والے بیٹے بیٹی بہو داماد اور ان کے
کے متعلق علم ہو گیا تھا۔ یہ بھی پتہ چلا تھا کہ ان کی بیٹی کے بچے بہت شریر ہیں۔ ایک
بے انتہا خوبصورت ہے۔ بہو پاکستان کبھی کبھی آتی ہے۔ بیٹی اور داماد بہت چکر
ہیں۔ وہ تو دو چار ماہ کے بعد ضرور آتے ہیں۔ بیٹی انہیں بہت لاڈلی ہے۔ ہر بار ٹکٹ
ہی سے جاتے ہیں۔

رابی یہ باتیں طلسماتی کہانیوں کی طرح کبھی منصورہ اور کبھی داؤ جی سے سنا
فرصت کے اوقات خوشگوار طریق سے گزارنے کے یہ اچھے ڈھنگ تھے۔

اس دن وہ فارغ ہی تھی۔ تیار ہو کر کچھ دیر مووی دیکھی تھی۔ پھر اٹھ کر دراز
طرف جانے ہی کو تھی کہ ملازم نے اجازت چاہی۔

"ہاں آجاؤ" رابی نے کہا۔

"بیگم صاحبہ نے یاد کیا ہے" ملازم بولا۔

"کہاں ہوں گی اس وقت"

"پیلس میں نیچے لاؤنج میں بیٹھی ہیں۔"

"اچھا چلو میں آتی ہوں"

"جی بہتر"

ملازم چلا گیا۔ رابی جھٹ سے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف مڑی۔ کپڑے ٹھیک
تھے۔ بالوں میں اس نے جلدی جلدی برش کیا۔ ہلکی سی لپ اسٹک لگائی......

سک سے درست تھی۔ اس لئے جانے کے لئے مڑی۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ مختلف راہداریوں سے گزرتی سیڑھیاں اترتی برآمدوں کے
گھماؤ مڑتی نیچے لاؤنج میں جا رہی تھی۔ راستوں میں سجی نادر و نایاب آرائشی چیزیں گملوں
میں لگے سرسبز پودے دروں میں جھولتی پھولدار بیلیں دبیز قالین اور چمنوں میں پھوار
اگلتے فوارے ہر چیز جاذب نظر دلکش اور خوبصورت تھی۔

وہ گول زینے سے اترتی نیچے لاؤنج میں آگئی۔

جہاں ایک خوبصورت سفید صوفے پر بیگم انعام بیٹھی تھیں۔ یہ وسیع و عریض
لاؤنج بھی پیلس کے دوسرے حصوں کی طرح سجی تھی۔ آرام دہ فرنیچر سفید رنگ کا تھا۔
بیٹھنے کی سیٹنگ کئی جگہ تھی۔

بیگم ثانیہ انعام الحق نے ریشمی جاذب نظر لباس پہن رکھا تھا۔ بالوں کا جوڑا گردن
کو چھپائے ہوئے تھا۔ متوازن جسم کی خاتون تھیں۔ ناک نقشہ خوبصورت تھا۔ جوانی میں
حسین عورت شمار ہوتی ہوں گی۔ اب بھی خوبصورت نظر آتی تھیں۔ لیکن اب سنجیدہ سی
لگتی تھیں۔ عمر نے بار کے آثار چھوڑے ہوئے تھے' پھر بھی وہ ہنس مکھ تھیں۔ اپنے
ساتھیوں کی محفل میں چھوٹے چھوٹے قہقہے بکھیرتے رہنا ان کی بشاشت کا حصہ تھا۔

"آؤ رابی" بیگم نے رابی کو آتے دیکھ کر کہا۔

"جی فرمائیے" وہ ان کے قریب آکر کھڑی ہو گئی

"بیٹھو تو" انہوں نے موٹے موٹے ڈائمنڈ والی انگوٹھیوں والے ہاتھ سے اسے
قریبی صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"شکریہ" رابی قدرے محتاط ہو کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

"میں بہت مصروف تھی" چند لمحوں بعد بیگم بولیں۔ "باہر سے کچھ مہمان آگئے
تھے۔"

رابی چپ رہی

ثانیہ انعام پھر خود ہی گویا ہوئیں "اس انیس کو میں ایک ڈنر دے رہی ہوں۔ یہ
ایک بزنس ڈنر ہے۔ دو پارٹیز سے معاملات طے ہوں گے...... تم ضروری نوٹس لیتی رہو
گی۔

"جی اچھا" رابی تعظیم سے بولی۔

"یہ کاغذ دکھانا" بیگم نے میز کی طرف اشارہ کیا

رابی نے اٹھ کر کاغذوں کا پلندہ ان کی طرف بڑھا دیا۔

بیگم چند لمحے فائل کے اوراق الٹتی پلٹتی رہیں۔ ساتھ رابی سے باتیں بھ
گئیں۔ رابی پہلے تو چپ رہی پھر وہ بھی کسی کسی بات کا جواب دینے لگیں۔ چند
دونوں ڈسکس کرتی رہیں۔

پھر بیگم صاحبہ نے اسے چند کاغذات تیار کرنے کو کہے۔ فائل اس کی
بڑھاتے ہوئے ضروری کاغذوں پر نشان لگا دیئے۔ ساتھ کچھ ہدایات بھی تھیں۔

وہ جواباً اثبات میں سرہلاتی رہی۔

"یہ کاغذات" بیگم نے اشارہ کیا

"جی"

"آج ہی تیار ہونے جائیں"

"بہت بہتر......"

"تیار کر کے مجھے دے جانا...... ان سے متعلق میں نے انعام سے بات کرنی
آج شاید انہیں کچھ فرصت مل جائے"

وہ چپ رہی......

"اب تم جا سکتی ہو"

"شکریہ"

"دیکھو"

"جی"

"شام تک تیار کرلو گی نا......"

"ضرور......"

"گڈ...... تم محنتی لڑکی ہو۔ آسیہ تم سے بہت پر امید تھی"

"میڈم میں آپ کو مایوس نہیں کروں گی......" وہ جلدی سے بولی۔ بیگم ثا
انعام ابھی تک اسے آسیہ کے سہارے ہی پسند کر رہی تھی...... رابی کو یہ بات اچھی
لگی...... اس کا اپنا آپ بھی تو تھا...... وہ اپنا آپ منوانا چاہتی تھی۔ اس لئے کام م
اور تندہی سے کرنا چاہتی تھی۔

فائل لے کر وہ اپنے کمرے میں آ گئی......

اس نے یہ کام بیگم کے متوقع وقت سے پہلے کرنے کا سوچ لیا۔ اس لئے کمرے
رکی نہیں۔ ساتھ والے آفس میں آ گئی...... جہاں تھوڑی دیر وہ کاغذات کو پڑھتی
۔ پھر انہیں ترتیب دیا۔ نوٹس بنائے۔ وہ پورے انہماک سے کام میں مصروف ہو
......

یہ کام کرنے کے بعد وہ ٹائپ مشین پر آ بیٹھی
اور
اس کی انگلیاں ٹکا ٹک ٹائپ کرنے لگیں۔

کام کرتے اسے کھانے کا بھی ہوش نہ رہا۔ جب منصورہ اسے تلاش کرتی ادھر آ
تو وہ آخری صفحہ ٹائپ کر رہی تھی۔

"رابی" وہ اس کی پشت پر آتے ہوئے بولی

"جی"

"آج کہاں رہیں سارا دن۔ صبح سے دیکھا ہی نہیں تمہیں۔"

"بیگم صاحبہ نے بلا لیا تھا"

"اچھا...... کام شروع؟"

"ہاں جی...... یہ فائل......"

"فائل تو دیکھ لی کھانا بھی کھایا ہے یا نہیں......"

اس نے نفی میں سرہلایا تو منصورہ چھاتی پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی "ہائے اللہ۔ کھانا
یں کھایا وقت دیکھا ہے" وہ مسکرا کر بولی "صرف پانچ بجے ہیں۔"

"بھوک نہیں لگی؟"

"بھوک کا تو احساس نہیں ہوا۔ پر منصورہ آپا کمر تختہ ہو رہی ہے"

"اٹھو...... ابھی اٹھو پہلے کھانا کھاؤ چل کر......"

"نہیں یہ کام ابھی ختم کرنا ہے تھوڑا سا رہ گیا ہے۔ فائل دے آؤں پھر کھاؤں گی
ھانا...... اب اس وقت کھانا بھی کیا کھانا...... بہت ترس آ رہا ہے تو ایک کپ چائے
ر سینڈوچ منگوا دیں" وہ مسکرا کر بولی۔ بالوں کو جھٹکے سے پیچھے کیا
اور

مشین پر جھک گئی........

وہ آخری صفحات ٹائپ کر چکی تو ملازم ٹرے میں چائے اور سینڈوچ رکھے آ گیا

"یہ لیجئے........ بیگم منصورہ صاحبہ نے بھجوائے ہیں"

"ہائے کتنی اچھی ہیں........" رابی نے سوچا........ اسی اچھی ہونے کے حو
سے اسے فرح یاد آ گئی۔ کتنی اچھی تھی وہ بھی اس کے کھانے پینے اوڑھنے پہننے
خیال رکھتی تھی........ کافی دنوں سے وہ اسے ملنے نہیں گئی تھی۔ اس نے سوچا یہ ا
والا ڈنر ہو جائے تو وہ فرح اور ریاض سے ایک آدھ دن کے لئے ضرور ملنے جائے
جمعہ کی چھٹی تو اسے ہوتی ہی تھی۔ اس چھٹی کو وہ جس طرح چاہے گزار سکتی تھی۔

وہیں میز پر بیٹھے بیٹھے اس نے چائے کی پیالی لی۔ سینڈوچ اٹھایا اور مزے
کھانے لگی۔ کھانے کا مزہ بھوک لگی ہو تو آتا ہے۔ اسے خوب بھوک لگ
تھی........ سینڈوچ دنیا کی لذیذ ترین شے لگی۔

کھا پی کر اس نے فائل اٹھائی اور اپنے بیڈ روم میں آ گئی۔ تازہ دم ہونے کے
وہ باتھ روم میں گھس گئی۔ منہ ہاتھ دھوئے بالوں کو سنوارا اور باہر نکل آئی۔

اب وہ کاغذات دینے بیگم ثانیہ انعام کے پاس جا رہی تھی۔ وہ خوش تھی اور ج
تھی کہ وقت سے پہلے کام ختم کر لینے پر بیگم بھی خوش ہوں گی۔ یہ مخبر بنا لینے کا فن
اس لئے شاداں و فرحاں وہ پیلس کی لاؤنج میں جا پہنچی

اس نے نوکر کو اطلاع دی........

"بیگم صاحبہ سے کہو میں کام ختم کر کے لے آئی ہوں"

"بہت بہتر" نوکر قدرے خم ہو کر بولا۔

"بیگم صاحبہ اس وقت کہاں ہوں گی........"

"شیش محل میں۔ ان کے کچھ مہمان ابھی واپس گئے ہیں۔"

"شیش محل بھی ہے یہاں"

"جی آپ نے نہیں دیکھا"

"نہیں........"

"محل کا ڈرائنگ روم شیش محل ہے جی"

"اچھا........"

"جی ہاں۔ دیکھنے لائق ہے"

"چلو دیکھ لیں گے کبھی۔ تم جا کر انہیں اطلاع کر دو۔"

"اچھا جی"

نوکر چلا گیا رابی شیش محل کے بارے میں سوچتے ہوئے اہل خانہ کی دولت کا اندازہ
نے لگی۔ وہ خیالوں میں گم تھی کہ "کون" کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ رابی نے سر اٹھا
دیکھا وہ ایک تیس بتیس سالہ سمارٹ سی عورت تھی۔ جس نے دیدہ زیب لباس پہن
ا تھا۔ اور جس کے چہرے پر متوسط طبقے کی چھاپ تھی۔ رابی کو اندازہ کرتے دیر نہ لگی
وہ بھی اس گھر کی اسی کی طرح کی کوئی ملازمہ ہے۔

وہ بیگم انعام کی خاص ملازمہ سمیرا تھی۔ بیگم صاحبہ کے ملبوسات خریدنے سلوانے
ر روزانہ استعمال کے لئے نکالنے اسی کا کام تھا۔ اس نے رابی کو بڑے فخر سے بتایا کہ
س کے ساتھ جیولری تک وہ اسی کے بتانے پر استعمال کرتی ہیں۔۔

"بیگم صاحبہ کو تو مصروفیات میں اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ وہ کپڑوں کا جیولری کا
خاب کریں۔" پھر خود ہی بولیں "وہ کتنی خوش لباس ہیں........ ہیں نا؟"

رابی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس وقت وہ فالتو باتیں کرنے کے موڈ میں نہ تھی۔
ذات بیگم صاحبہ کے حوالے کر کے بستر میں گھس کر آرام کرنا چاہتی تھی۔ تاہم پیلس
ے ایک اور فرد سے تعارف ہو گیا تھا یہ اچھی بات تھی۔

سمیرا کے جانے کے بعد رابی نے فائل کھول لی۔ اور ایک نظر پھر سے تیار شدہ
ن پر مارنے لگی۔

چند ہی لمحوں بعد ملازم آ گیا "مس صاحبہ"

"ہوں" وہ بولی

"بیگم صاحبہ نے کہا ہے آپ کانفرنس روم میں بیٹھیں۔ وہ کچھ دیر تک وہیں آئیں
ا"

"کدھر ہے کانفرنس روم"

"آئیے........"

رابی فائل اٹھا کر کانفرنس روم میں آ گئی۔ یہ دفتری قسم کا کمرہ تھا۔ درمیان میں لمبی
ز تھی۔ جس کے چاروں طرف کرسیاں پڑی تھیں۔ دو ایک لوہے کی کیبنٹس پڑی

تھیں۔ ایک دیوار پر قائداعظم کی تصویر اور دوسری پر بڑی سی وال کلاک لگی تھی...

وہ ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی........ ملازم چلا گیا

اور

وہ وقت گزاری کے لئے پھر سے فائل دیکھنے لگی۔ چند منٹوں بعد وہ بری
فائل میں غرق تھی۔

اور

اسی وقت

کانفرس روم میں داخل ہونے والے یوسف انعام کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس کے
جہاں تھے وہیں رک گئے وہ تو ممی کے کہنے پر میٹنگ روم میں آیا تھا کہ میٹنگ سے
ان کی سیکرٹری رابی احتشام سے ضروری ڈسکشن کر لے۔ اس کے ذہن میں رابی اح
بھی آسیہ نور ایسی کوئی شے تھی۔ مگر یہاں جو لڑکی بیٹھی تھی وہ اسے رابی احتشام ا
کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار نہ تھا۔ اسی لئے تو اسے آتے ہی ایک جھٹکا سا لگا تھا۔

لڑکی قیامت خیز جوانی چمپئی رنگت کٹے ہوئے خوبصورت بال۔ اس کا سلیقے سے
ہوا لباس۔ اس لڑکی میں حد درجہ نسوانیت تھی۔ جاذبیت تھی مقناطیسیت تھی۔ وہ ق
خیز حد تک دلکش لڑکی تھی۔

رابی نے اس کی آمد کو محسوس کرتے ہی آنکھیں اٹھا کر دیکھا۔

اندر ہی اندر اسے بھی جھٹکا سا لگا۔ اتنا وجیہ ایسا پروقار اور اتنا حسین آدمی
نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

یوسف نے اس کی اٹھتی آنکھوں کی طرف دیکھا ان آنکھوں کی ذہانت نے ا
مرعوب کر دیا۔ چند لمحے وہ اس کی آنکھوں اور چہرے کے تاثرات کو دیکھتا رہا۔

پھر

اسے محسوس ہوا اس کی آنکھوں کا رنگ بدلا ہے چہرے کے تاثرات نے ناگوا
ظاہر کی۔ عجب سی بدمزگی کا احساس جاگا۔ یوں لگا جیسے اسے ڈسٹرب کیا جانا پسند نہ آیا ہو

وہ

حیران

اور

ساکت کھڑے رہ جانے کا ایک لمحہ تھا۔

پھر

یوسف اس لمحے سے نکل آیا۔ اب اس کا چہرہ بھی سپاٹ تھا اور آنکھوں کی تیرتی
پسندیدگی کی حیرانی ختم ہو چکی تھی۔ وہ سنبھل چکا تھا۔

"آپ ہی رابی احتشام ہیں" وہ قدرے توقف کے بعد بولا۔

"جی" وہ بے پرواہی سے بولی

"میں بیٹھ سکتا ہوں" وہ وضع داری سے بولا........ رابی پر یہ بندہ ابھی واضح نہیں
ہوا تھا کہ اس کا پیلس کے رہنے والوں سے کیا تعلق ہے۔ لازماً" کچھ تو ہو گا جو بے دھڑک
میٹنگ روم میں گھس آیا۔ اس لئے اس نے اس کی بات کا قدرے سرد مہری سے جواب
یا "بیٹھئے"

"وہ اس کے مقابل دوسری طرف میز کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔ رابی پھر
سے جھک کر فائل دیکھنے لگی۔ یوسف نے محسوس کیا کہ وہ اسے کوئی اہمیت نہ دے رہی
تھی۔

"میں سگریٹ سلگا سکتا ہوں" چند لمحوں بعد وہ پھر بولا........ "آپ مائینڈ تو نہ کریں
گی۔ سلگا لوں"

رابی نے ایک نگاہ اس پر ڈالی........ لیکن بغیر کچھ اور کہے بولی "ضرور........"

اس نے سگریٹ سلگا لیا

اور

وہ فائل دیکھنے لگی

سگریٹ کے کش لے کر اس نے انگوٹھے سے سگریٹ کو ہلکا سا جھٹکا دے کر گ
ایش ٹرے میں جھاڑا پھر سگریٹ منہ سے لگا کر ایک لمبا کش لیتے ہوئے نگاہ نیم باز
فائل پر جھکی رابی کو دیکھا۔ وہ اندازہ کرنا چاہتا تھا۔ کہ اس لڑکی کو دیکھ کر جو اسے لمحاتی جھ
لگا تھا اس کی نوعیت کیا تھی۔ کیا وہ اس لڑکی کے حسن و جمال سے مرعوب ہو گیا تھا؟

یا

آسیہ نور کی جگہ اسی قسم کی شے نہ پا کر حیرانگی کے گورکھ دھندے میں پھنس گ
تھا؟

مرعوبیت اور شے تھی

اور

حیرانگی اور......

اس نے جلد ہی فیصلہ کر لیا۔

وہ مرعوب ہونے والا نہیں تھا۔

یہ احساس ہوتے ہی اس کے انداز میں قدرے جارحیت نمایاں ہونے لگی۔ جو
ایسے مردوں کی فطرت کا لازمہ ہوتی ہے۔ اب وہ اسے ان نظروں سے دیکھ رہا تھا جو بتا
رہی تھیں کہ وہ پہلے جھٹکے سے سنبھل چکا ہے اور اب ایک بدلا ہوا آدمی ہے۔ صنف
نازک سے متعلق ہونے کے احساس سے بے نیاز...... اب وہ کسی طور اس سے مرعوب
نہ تھا۔

رابی نے اس کی یہ تبدیلی محسوس کر لی۔ اب وہ بھی اس آدمی کو خواہ وہ کوئی بھی تھا
غیر ضروری اہمیت دینے کو تیار نہ تھی۔

"مس رابی احتشام......" اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسل کر کندھے
اچکاتے ہوئے کہا

"جی" وہ بے نیازی ظاہر کرتے ہوئے بولی

"میں......" وہ ایک لمحہ کو رکا...... پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا "میں یوسف
انعام ہوں۔ ممی نے مجھے آپ سے ضروری کاروباری امور پر گفت و گو کرنے کو بھیجا ہے۔
تاکہ دوران میٹنگ کنفیوژن نہ ہو۔"

اس کا ایک ایک لفظ کاٹ دار تھا۔

اب کے

رابی کو جھٹکا لگا۔ پوری آنکھیں کھول کر حیرت سے اس نے سامنے بیٹھے یوسف
انعام کو دیکھا۔ آپوں آپ چہرے پر پسپائی کے تاثرات پھیل گئے۔ جنہیں یوسف نے جیسے
پڑھ لیا۔ اب اس کے چہرے پر بڑی فاتحانہ چمک تھی۔ لگتا تھا دل ہی دل میں کہہ رہا ہو
"لڑکی تم نے مجھے چکرا دیا تھا۔ مگر زیادہ دیر نہیں لگی...... میں نے بھی تمہیں اسی طرح
حیران کر دیا ہے۔ میں ہمیشہ سے چیمپئن رہا ہوں...... اور اب بھی رہوں گا"

رابی

واقعی حیران ہوئی تھی۔

مگر

وہ اب اپنے آپ کو سنبھال کر یہ باور کرانے کی کوشش کر رہی تھی۔ یہ آدمی جو
اس کے سامنے بیٹھا ہے جو مردانہ حسن و وجاہت کا اچھوتا نمونہ اور انعام پیلس کا ایک
مضبوط فرد ہے اسے پسپا نہیں کر سکا۔

"میرے خیال میں کچھ کاروباری امور کے متعلق میں آپ سے بات کر لوں......
ممی آنے ہی والی ہوں گی" توقف کے بعد اس نے دوسرا سگریٹ سلگاتے ہوئے پوچھا

"ضرور" وہ فائل سامنے رکھ کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"جاپانی فرم کے متعلق ممی نے آپ کو بتایا"

"جی...... انیس تاریخ کو ڈنر اس کے اعزاز میں ہو رہا ہے"

"تب تو آپ ضروری نوٹس لیں گی ہی۔ میں ابتدائی طور پر چند باتیں آپ کے
گوش گزار کر دوں"

"فرمائیے"

وہ بزنس کے نقطوں کی وضاحت بڑے احسن طریق سے کرنے لگا۔

رابی محسوس کر رہی تھی۔ کہ اس کی بھرپور شخصیت میں اس کی جذبات انگیز آواز

کو بڑا عمل دخل حاصل ہے۔ وہ بات کرنے کا سلیقہ جانتا ہے اور اسے مرعوب کرنے
فن بھی آتا ہے.......

لیکن

وہ اس سے مرعوب نہیں ہوگی اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا۔ وہ بظاہر ا
کی باتیں سن رہی تھی۔ لیکن اندر ہی اندر کچھ فیصلے متحرک تھے۔ وہ کچھ اپ سیٹ ضرو
ہو گئی تھی۔

وہ باتیں کرتا رہا۔

اور

وہ

نوٹس بناتی رہی۔

جب وہ بول چکا تو چند لمحوں کے لئے رک گیا

پھر

گویا ہوا "میرے خیال میں اتنی وضاحت کافی ہے۔ آپ سمجھ گئی ہوں گی"

"جی ہاں"

"ممی نے بتایا تھا کہ آپ خاصی ذہین ہیں۔"

"ان کی عنایت ہے۔ میں اپنے طور سے معاملے کو سمجھنے کی پوری کوشش کر
ہوں"

"گڈ"

وہ چند منٹ اور باتیں کرتا رہا جو ساری کی ساری بزنس سے متعلق تھیں۔ را
سن بھی رہی تھی اور ذات کے اندر شعوری آگہی سے بھی نپٹ رہی تھی۔ وہ جو کچھ سو
رہی تھی۔ جانتی تھی کہ اسے ایسا سوچنا نہیں چاہئے تھے۔ لیکن بعض اوقات سوچیں
آپوں آپ اتنی منہ زور اور بے لگام ہو جاتی ہیں کہ کوشش کے باوجود انہیں پکڑا نہیں
سکتا راہ نہیں دکھائی جا سکتی، غلط سمت کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی۔ وہ اندر ہی اندر جھلا
کی کیفیت سے بھی دوچار تھی۔

اس وقت دونوں ہی خاموش تھے۔

جب

ملازم نے دروازہ کھولا۔

اور

بیگم انعام الحق ایک شان استغنا سے اندر داخل ہوئیں۔

یوسف اور رابی دونوں ہی تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ہیلو رابی......"

رابی نے انہیں تعظیم سے سر قدرے جھکا کر سلام کیا۔

جواب دیتے ہوئے وہ میز کے سرے والی کرسی پر بیٹھ کر بولیں "بیٹھو"

دونوں ان کے بائیں دائیں بیٹھ گئے۔

"ہو گئیں باتیں" انہوں نے یوسف سے پوچھا پھر خود ہی بولیں "تم میری سیکرٹری
سے مل کر حیران تو نہیں ہوئے"

"قطعاً" نہیں ممی......" وہ بولا رابی نے اس کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہی ہو
"جھوٹ بھی بولتے ہو"

"بہت ذہین لڑکی ہے" وہ بولیں "بزنس تو نہیں جانتی لیکن بعض اوقات باتوں باتوں
میں اچھے مشورے دیتی ہے...... تجربہ اسے بہت کچھ سکھا دے گا"

"شکریہ میڈم" اس نے اپنا خوبصورت ہاتھ قدرے اونچا کرتے ہوئے کہا۔

یوسف کچھ نہیں بولا.......

پھر

میٹنگ شروع ہو گئی...... ماں بیٹا ایک ایک پوائنٹ ڈسکس کرتے رہے۔ وہ زیادہ
دیر خاموش رہی۔ کبھی کبھی کوئی بات کہہ دیتی جو نپی تلی ہوتی۔ اس کا محتاط انداز بیگم کو
بہت پسند آیا تھا۔ لیکن یوسف اتنی احتیاط کو غیر ضروری سمجھ رہا تھا۔

میٹنگ برخاست ہوئی تو بیگم انعام اٹھ کھڑی ہوئیں۔ یوسف بھی اٹھا۔ بیگم اس
کے کندھے پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے رابی سے بولیں "یہ میرا چھوٹا بیٹا ہے۔ اپنے پپا
کا تو بزنس پارٹنر تھا ہی اب میرے بزنس میں بھی شریک ہو گیا ہے۔ اس نے بزنس
ایڈمنسٹریشن کیا ہوا ہے...... امریکہ گیا ہوا تھا۔ پرسوں رات ہی لوٹا ہے...... تمہارا
واسطہ اس سے اکثر پڑتا رہے گا۔"

وہ خاموش رہی...... پتہ نہیں کیوں اسے لگ رہا تھا یوسف اسے اپنے چیمپئن

ہونے کا احساس دلا رہا ہے۔

کمرے میں واپس آ کر اسے کچھ تکان سی محسوس ہوئی۔ اس کے ذہن
جھنجلاہٹ کی جو کیفیت تھی وہ ابھی تک ختم نہ ہوئی۔

گھنٹی بجا کر اس نے ملازم کو بلایا اور چائے کا آرڈر دے کر صوفے پر پڑ گئی۔ گر
صوفے کی پشت پر ڈال کر آنکھیں بند کر لیں۔

وہ سوچ رہی تھی

کیا؟

سوچیں اتنی اوٹ پٹانگ تھیں کہ اسے خود بھی پتہ نہ چل رہا تھا کہ کیا سوچ ر
ہے۔

چائے پینے کے بعد وہ کچھ تازہ دم ہوئی تو اپنی بکھری سوچوں کو مجتمع کیا۔ وہ یو
انعام کے بارے میں سوچ رہی تھی اور برابر اپنا دفاع کرتے ہوئے بضد تھی کہ وہ اس
متاثر و مرعوب نہیں ہوئی۔

اگر

نہیں ہوئی۔ تو پھر سوچنے کا کیا جواز؟

اس کے من میں یہ سوال اٹھا۔

وہ بوکھلا سی گئی۔ واقعی اگر مرعوب و متاثر نہیں ہوئی تھی تو سوچ کیا رہی تھ
کیوں سوچ رہی تھی وہ شاید اپنے آپ سے پوچھ کر اور بھی الجھتی کہ فون کی گھنٹی بجی ا
نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو"

"رابی"

"اوہ کون فرح...... کیسی ہو فرح......"

"جیسی بھی ہوں تمہیں کیا؟"

"بھئی خیر...... ناراضگی کیسی"

"تم تو اپنی نئی دنیا میں مگن ہو گئی ہو۔ پلٹ کر دیکھا بھی نہیں۔ میں نے بھی پچ
ہفتے فون کیا......"

سوری فرح...... جب سے یہاں آئی ہوں نئے نئے مسائل ہیں تقاضے ہیں۔ ا

تو انہی کو سمجھنے سے فرصت نہیں مل رہی...... اور فون تم ہی کرو تو کر سکتی ہو...... میں
کیا کروں"

"ٹھیک ہے۔ اسی شہر میں ہو۔ گھنٹے دو گھنٹے کی بھی فرصت نکال نہیں سکتیں"

"کام ہوتا ہے فرح۔ میں یہاں ملازم ہوں چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی ہے"

"ہائے اللہ"

"اور پھر...... سنو...... ہیلو......"

"ہاں"

"نیا نیا کام ہے۔ ابھی تو سیکھنے کے مرحلے ہیں......"

"میں نے تمہیں ڈسٹرب کیا"

"نہیں تو"

"بہت یاد آ رہی تھیں۔ جب سے تم گئی ہو کوئی بات کرنے والا ہی نہیں......"

"وہ ریاض کے دوست کی جوڑ"

"وہ بیچاری اچھی ہے۔ لیکن تمہارا بدل تو نہیں...... ایسے بھی آج کل میں بہت
نروس ہوتی ہوں"

"ریاض نہیں آتا"

"آتا ہے"

"چند دن رہ گئے ہیں بی بنو۔ دلہن بن کر ریاض کے پاس چلی جاؤ گی۔ تو شاید میرا
نام بھی تمہیں یاد نہ رہے۔

"مت کرو ایسی باتیں...... میرا اس دنیا میں تمہارے اور ریاض کے سوا کوئی
نہیں۔"

"اور میرا کون ہے تمہارے اور ریاض بھائی کے سوا......"

"کبھی کبھی چکر تو لگا لیا کرو۔"

"کوشش کروں گی۔ ہو سکتا ہے کل ہی آ جاؤں"

"ہائے ضرور آ جاؤ...... میں ان دنوں بہت اکیلا پن محسوس کر رہی ہوں۔"

"کوشش کروں گی۔ فرصت ملنے کی بات ہے۔ بیگم صاحبہ سے اجازت لے کر ہی آ
سکتی ہوں"

"اب تم ان کی غلام بھی تو نہیں بن گئیں۔"

رابی اس کی بات پر ہنس پڑی........ فرح نے اس سے آنے کا وعدہ لے لیا
بہت ہی حساس ہو رہی تھی۔ شادی بھی قریب آ رہی تھی۔ ایک غریب الوطنی۔ دو
عزیز نہ رشتہ دار عجیب قسم کی شادی تھی۔ سوچ سوچ کر وہ کچھ زیادہ ہی تنہائیاں محسو
کرنے لگی تھی۔

دوسرے دن رابی دو گھنٹے کی چھٹی لے کر فرح کے پاس آئی۔

فرح تو اسے دیکھتے ہی لپٹ گئی اور کوشش کے باوجود آنسو نہ روک پائی۔ ان دنوں
وہ رابی کو کتنا مس کر رہی تھی۔ رابی بھی آبدیدہ ہو گئی۔ دونوں جذباتی انداز میں ایک
دوسرے سے چند منٹ لپٹی رہیں۔ لگتا تھا سگی بہنیں اک عرصہ دراز کے بعد ایک
دوسرے سے مل رہی ہیں۔

"کیسی ہو" رابی نے الگ ہوتے ہوئے فرح کو کندھوں سے پکڑ کر کہا۔

"بس........ جی رہی ہوں" اس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا........ "آؤ بیٹھو........"

دونوں چارپائی پر ساتھ ساتھ بیٹھ گئیں۔

"تمہاری زندگی نے تو شکر ہے نیا خوشگوار پلٹا کھایا ہے........" فرح اسے پیار
کرتے ہوئے بولی "ہمیں بھول جاؤ گی"

"کیسی باتیں کرتی ہو فرح........"

"کروں نا........ آج اتنے دنوں بعد صورت دکھائی ہے۔ وہ بھی میں فون نہ کرتی
تم کون سا آنے والی تھیں"

"اب میں کیا کروں نوکری ہی ایسی ملی ہے۔ چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی........"

"وہ تو ہے۔ پر چاہو تو کبھی کبھی ملنے تو آ سکتی ہو رابی........ میں تمہیں ان دنوں
بہت مس کرتی ہوں"

رابی ہنس کر اس کو گدگداتے ہوئے بولی "چند دن کی بات ہے پھر سب کچھ بھول
جاؤ گی"

"یہ چند دن ہی تو گزرنے مشکل ہیں........ رابی ایسی بھی شادیاں ہوتی ہیں۔ ماں نہ
باپ بھائی نہ بہن........"

"ہوتی ہیں ہوتی ہیں........ شکر کرو ریاض جیسا بندہ ملا ہے۔ جو یہ ساری کمیاں دور

دے گا"

"وہ بے چارہ تو بہت کوشش کرتا ہے۔ پریشان کر دیتی ہوں اسے بھی"

"اس سے اب لڑنا جھگڑنا بھی ختم ہو گیا ہو گا"

"ہاں"

وہ ہنس کر بولی تبھی بور ہوتی ہو........"

فرح بھی مسکرانے لگیں۔

دونوں کچھ دیر باتیں کرتی رہیں۔ پھر فرح اٹھی "چائے تو بنا لوں"

"بیٹھو" رابی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا۔

"کیوں چائے نہیں پیو گی"

"پیوں گی"

"تو بنا لاتی ہوں"

"ابھی نہیں"

"تو کب"

"ریاض بھائی آ جائیں........ آئیں گے نا"

"آنے والا ہی ہو گا"

"بس وہ دہی بھلے اور سموسے لائیں گے۔ تب تک ہم چائے بنا لیں گی۔ ذرا پرانی
دیں تازہ کریں گے"

"ٹھیک" فرح خوش ہو گئی۔

پھر

رابی اس سے شادی کی تیاریوں کے متعلق پوچھنے لگی۔

"اور کوئی چیز بنائی"

"بس تین چار جوڑے ٹھیک کئے ہیں۔ کچھ چھوٹے موٹے پلاسٹک کے برتن
خریدے ہیں۔ ریاض نے دفتر سے کچھ قرضہ لیا ہے۔ بیڈ اور دو کرسیاں بنوائی ہیں........"

"واہ وا........" رابی نے اس کا حوصلہ بڑھانے کو کہا۔ ورنہ اندر سے اس کا دل
کھ سا گیا۔ اس لئے جلدی سے بولی "تمہارا عروسی جوڑا میں لاؤں گی"

"نہیں رابی........ اس تکلف کی ضرورت نہیں........"

"رابی ناراض ہو کر بولی "کیوں میرا کوئی حق نہیں۔ بہن کہتی ہو اور تکلف
ہو"

"تم چھوٹی ہو تم سے کچھ لینا........"

"اچھا نہیں لگتا....... ہے نا"

"ناراض نہ ہو........"

"میں تمہاری بہن ہوں فرح....... ہم نے دکھ سکھ کے لمبے دن اکٹھے گزا
ہیں۔ میں تمہارا میکہ ہوں اور میکے سے لڑکیوں کو جو کچھ ملے وہ لینے سے انکار
کرتیں۔ بلکہ اپنا حق سمجھتی ہیں۔ سمجھیں......."

"اچھا میکہ صاحبہ" فرح خوش دلی سے مسکرا رہی تھی۔ رابی کی باتوں سے ا
حوصلہ بندھا تھا۔ رابی اس کے لئے جو چیزیں خریدنا چاہتی تھی وہ بتانے لگی۔

"ہر مہینے تھوڑی تھوڑی خریداری کر کے تمہارا جہیز مکمل کر دوں گی۔ کاش !
نوکری چار چھ ماہ پہلے مل ہوتی۔ پھر دیکھتی....... خیر اب بھی کوئی بات نہیں۔ گھر وا
ہے۔ ریاض بھی کون سا غیر ہے"

"جیتی رہو"

"شکریہ بی اماں"

دونوں ہنس پڑیں۔

پھر

فرح اس سے اس کی نوکری کے بارے میں استفسار کرنے لگی۔ طلسماتی فض
مسحور کن حالات کا پوچھنے لگی۔

"بیگم کیسی ہے" اس نے پوچھا

"بڑی طرحدار وضع دار۔ لگتی تو اچھی ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ ا
چند ملاقاتیں ہی ہوئی ہیں وہ بھی سرسری سی........"

"کام زیادہ تو نہیں"

"کام زیادہ نہیں پابندی البتہ زیادہ ہے۔ جس وقت جی چاہیں بلا بھیجیں۔ ا
مشکل لگتا ہے مجھے آہستہ آہستہ عادی ہو جاؤں گی......."

"بہت خوبصورت اور خواب آگیں ماحول میں چلی گئی ہو"

"وہ تو ہے۔ دعا کرو بیگم کے معیار پر میں پوری اتروں اور نوکری برقرار رہے"

"خدا کرے گا....... انشاء اللہ یہ نوکری چلے گی......."

دونوں کافی دیر باتیں کرتی رہیں۔ رابی نے تفصیل سے فرح کو ہر بات بتائی۔ لیکن
یوسف انعام کے متعلق کوئی بات نہ کی۔ اس کا ذکر ہی نہیں کیا....... جانے مرعوبیت سے
فرار کے لئے اس نے ایسا کیا۔ یا وہ قابل ذکر ہی نہ تھا۔

کچھ دیر بعد ریاض آ گیا۔

"آہا......." وہ رابی کو دیکھتے ہی پیار سے بولا "ہماری بہنا آج کیسے آ گئی......."

"سلام ریاض بھائی" رابی اٹھتے ہوئے بولی۔

"جیتی رہو" ریاض نے بڑے اور مشفق بھائی کی طرح اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر
کہا "کیسے آنا ہوا"

"بس آ گئی" وہ بولی

"آئی نہیں۔ میں نے گلہ کیا تھا سو چلی آئی" فرح اترا کر بولی۔

"گلہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ رابی ہمیں بھول تھوڑا ہی سکتی ہے۔ جب فرصت
ملتی خود ہی آ جاتی"

"ہاں بھیا....... ہم ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ بھلا کیسے پائیں گے۔
ہمارے خون کے رشتے نہیں لیکن برسوں سے ہم ایک دوسرے سے بندھے ہیں۔ پیار
کے رشتوں میں انسانیت کے رشتوں میں۔ اور یہ رشتے یقیناً خون کے رشتوں سے کم
مضبوط نہیں ہیں......."

"خون کے رشتے تو دیکھ نہ محسوس کئے" فرح بولی۔

"واقعی۔" ریاض نے کہا۔

"لیکن ہمارے مابین جو رشتے ہیں وہ تو دیکھے بھی اور محسوس بھی کئے ہیں"

"بالکل"

"گذشتہ کل کو بھول جاؤ میری پیاری بھابی" رابی نے فرح کو چھیڑا اور آنے والے
کل کو یاد رکھو۔ سمجھیں......."

تینوں چند لمحے ہنستے بولتے رہے پھر فرح نے کہا "ریاض تم جاؤ فورا"

"کہاں؟"

"رابی کے لئے دہی بھلے اور سموسے لے کر آؤ......."

"بالکل ابھی لایا....... تم چائے بناؤ....... بڑے دن ہو گئے ایسی چائے پیے"

"بس میں چائے بناتی ہوں۔ تم لے آؤ۔ کرارے سے بنوا کر لانا......."

"اچھا......."

ریاض نکل گیا

تو

فرح اور رابی کچن میں آ گئیں.......

رات کھانے کے بعد وہ دیر تک منصورہ آپا کے ساتھ بیٹھی رہی۔ ان لوگوں سے جو معلومات اسے حاصل ہوتی تھیں۔ ان کی روشنی میں وہ اپنی راہوں کا یقین کرتی تھی۔ منصورہ بیگم انعام کے کافی قریب تھی۔ اس لئے ان کی شخصیت اور مزاج کے بارے میں منصورہ بہت کچھ رابی کو بتایا کرتی تھی۔

رابی آج فرح اور ریاض سے مل کر آئی تھی۔ منصورہ ان سے ان منہ بولے بھائی بہنوں کی باتیں سنتی رہی۔ رابی کا ماضی خاصا المناک تھا۔ والدین حیات نہیں تھے دارالامان کی زندگی پریشان کن تھی۔ وہاں سے نکل بھاگی نہ ہوتی تو پتہ نہیں بکاؤ مال کی طرح کہاں سے کہاں پہنچی ہوتی....... منصورہ اس لڑکی کی ہمت کی داد دیتی تھی جس نے ایسے نامساعد حالات میں جینے کی جدوجہد جاری رکھی۔ وسائل نہ ہوتے ہوئے بھی تعلیم حاصل کی۔ یقیناً" اس لڑکی کا پس منظر اچھا تھا۔ والدین شریف النفس تھے۔ تبھی تو اس نے اپنی ہمت اور جرات سے یہ مقام حاصل کر لیا۔

منصورہ رابی کے حالات سے بہت متاثر تھی۔

"تمہیں ماں باپ یاد تو آئے ہوں گے۔" وہ بولی

"ہاں آپا....... لیکن اب تو مجھے ماضی کی بجائے مستقبل کی یاد رہتی ہے۔ میں اپنے قدموں پر کھڑی ہو گئی ہوں۔ میں یہ مقام کھونا نہیں چاہتی خواہ مجھے جتنی بھی محنت کرنا پڑے"

"تمہاری ناؤ یقیناً آسودہ ساحل کے کنارے آ لگی ہے۔ تم یہاں سکون سے رہو گی"

"نوکری پکی ہو جائے تب نا"

"ہو جائے گی"

"آپ کہتی ہیں نا"

"نہیں۔ بیگم صاحبہ کی تمہارے متعلق بہت اچھی رائے ہے" وہ تم جیسی محنتی

لڑکی کو پسند کرتی ہیں۔ ویسے تم ہو بھی اتنی اچھی اور کیوٹ سی۔ تمہیں کون ناپسند کر
گا......"

رابی کے ذہن میں یوسف کی آنکھیں لہرا گئیں...... جانے کیوں۔ اس نے ی
کے متعلق سوچا بھی نہیں تھا۔ یہ آنکھیں جو اسے احساس دلا رہی تھیں۔ تم کچھ بھی
ہو۔ صرف میں ہوں...... میں......

"رابی" منصورہ بولی۔

"جی"

"انعام صاحب سے ملاقات ہوئی"

"نہیں ان سے تو نہیں ہوئی۔ آج ان کے صاحبزادے سے ہوئی ہے"

"کس سے یوسف صاحب سے۔

"ہاں"

"کہاں"

"میٹنگ روم میں۔ اپنی ماں کا پارٹنر ہے وہ بھی...... نئی بزنس جو جاپان کے
اسٹیبلش ہو رہی ہے۔ اس کے متعلق میٹنگ تھی۔

"بیگم انعام اتنے بڑے بڑے بچوں کی ماں نہیں لگتیں نا"

"ہاں۔ پر سنا ہے نانی دادی بن چکی ہیں......"

وہ ہنس کر بولتی اتنی جوان اور ایسی سمارٹ نانی دادی...... کتنی اچھی لگتی ہے"

"ہاں...... آپا شروع شروع میں تو میں انہیں بے اولاد سمجھتی رہی تھی۔ لگ
نہیں کہ ان کے بچے ہوں گے"

"بچے بھی اتنے بڑے بڑے" وہ ہنس پڑی...... "ویسے بہت لکی ہیں۔ ا
صاحب کی لاڈلی بیگم ہیں۔ اور بچے بھی جتنا ادب ماں کا کرتے ہیں میں نے کسی کو اتنا
کرتے نہیں دیکھا......"

وہ کافی دیر باتیں کرتی رہیں۔

پھر

رابی اپنے کمرے میں آ گئی۔ اسے کچھ فائلیں ترتیب دینا تھیں۔

وہ کام میں مصروف تھی۔ کہ ملازم نے اندر آنے کی اجازت چاہی

"ہاں شمس آجاؤ......"

"بیگم صاحبہ نے بلایا ہے آپ کو"

"اسی وقت"

"جی ہاں...... اپنے بیڈ روم میں ہیں"

"انعام صاحب بھی ہیں۔"

"جی وہ تو امریکہ گئے ہوئے ہیں اس ہفتے آئیں گے۔ وہ اکیلی ہی ہیں۔"

"چلو میں آتی ہوں۔" وہ بولی پھر خود ہی خیال آ گیا۔ "ان کا بیڈ روم کس طرف
ہے"

"میں لے چلتا ہوں"

"ٹھیک ہے۔ دو منٹ رکو۔ میں آتی ہوں......"

اس نے فائلیں اسی طرح چھوڑ دیں۔ دوپٹہ کندھوں پر ڈالا۔ پاؤں میں چپل اڑسے
اور شمس کے ساتھ جانے لگی۔

شمس راہداری میں سے ہوتا اس شیشے کی دیوار کے پار سے مڑا۔ جہاں سے
سوئمنگ پول ایک چاندی کے جھلمل کرتے تھال کی طرح نظر آ رہا تھا۔ دیوار میں دوسری
طرف جانے والا دروازہ لاک تھا۔ ورنہ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ پول میں جا کر کنکر پھینکے اور
چاندی کے تھال میں ہلچل پیدا کر دے۔ کتنا خوبصورت لگ رہا تھا سبزے اور پودوں میں
گھرا سوئمنگ پول۔

"آیئے" اسے رکے دیکھ کر شمس بولا۔

"کتنا خوبصورت لگ رہا ہے سوئمنگ پول۔ دروازہ کھلا ہوتا تو...... میں اس کے
کنارے بیٹھنے کی حسرت ضرور پوری کرتی شمس"

شمس مسکرا کر بولا "ادھر کا سارا حصہ چھوٹے صاحب کا ہے دروازہ بند ہی رہتا
ہے"

"یوسف صاحب کا"

"جی ہاں

وہ دیوار کے آگے سے ہٹ کر شمس کے ساتھ چلنے لگی جو اسے بیگم صاحبہ کی
خواب گاہ تک لے آیا۔

اس نے باہر ہی سے رابی کے آنے کی اطلاع دی۔

"آ جاؤ رابی" بیگم نے اندر سے پکارا۔

رابی دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ اف کتنی شاندار خواب گاہ تھی۔ رابی کے دروازے کے قریب ہی رک گئے

"آؤ آؤ......." بیگم نے پکارا۔ وہ ابھی لباس تبدیل کرنے جا رہی تھیں اس وقت ساڑھی ہی میں ملبوس تھیں۔

"جی آپ نے یاد فرمایا......." رابی چند قدم آگے بڑھی۔ سائیڈ لیمپس کی روشنی میں خوابگاہ کی قیمتی اور خوبصورت چیزیں خوابناک سی لگ رہی تھیں۔

"ہاں....... کیا کر رہی تھیں۔"

"جی فائل ترتیب سے رکھ رہی تھی"

"صبح بریفنگ لے لی تھی نا"

"جی"

"سنو"

"جی"

"یہ جاپان والا کام یوسف نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے"

"جی اچھا"

"اب تم کچھ عرصہ یوسف کے انڈر کام کرو گی۔ وہ اسی پراجیکٹ پر سنجیدگی کر رہا ہے"

رابی کا دل ایک دم بری طرح دھڑکا۔

لیکن

اس نے اپنے چہرے کے تاثرات پر فوراً ہلکی سی مسکراہٹ کا اجالا پھیلا لیا۔ سے بولی "جیسا آپ کا حکم" اس نے کمال ہمت سے ان پر ظاہر ہی نہ ہونے دیا کہ کے فیصلے سے وہ کتنی ڈسٹرب ہوئی ہے۔ اور اس کا رواں رواں اس فیصلے پر احتجاج ہے۔ وہ اس پر کشش خوبصورت اور انا پرست شخص کے ساتھ کام نہیں کرنا چاہتی

کیوں؟

اس وقت وہ کسی جواب کی ضرورت محسوس نہ کر رہی تھی۔

"ہاں رابی......." بیگم نے کہا۔

"جی" وہ بولی۔

"یوسف وقت کا بہت پابند ہے صبح نو بجے تم نے اس کے آفس میں پہنچنا ہے"

"ان کا آفس......."

"تمہیں گاڑی وہاں پہنچا دے گی....... رحمان ڈرائیور کا نام ہے۔ صبح تیار ہو کر ادھر آ جانا....... گاڑیاں نیچے ہی کھڑی ہوتی ہیں"

"جی بہتر......."

وہ چند لمحے کھڑی رہی بیگم نے ازراہ مروت پوچھا "یہاں ٹھیک ٹھاک ہونا۔ کوئی پرابلم تو نہیں۔"

"جی نہیں بہت بہت شکریہ"

"جاؤ اب۔ صبح نو بجے یاد رکھنا"

"جی بہتر۔"

پھر

اس نے بیگم کو خدا حافظ کہا اور کمرے سے نکل آئی۔

واپسی پر وہ پھر شیشے کی دیوار کے پاس رکی....... اور بڑی محویت سے سوئمنگ پول کو دیکھتی رہی جو چاندنی کے پھیلاؤ میں چاندی کا طشت لگ رہا تھا۔

وہ قدرتی حسین مناظر میں گھرے اس مصنوعی تالاب کو بڑی محویت سے کھڑی دیکھتی رہی۔ اسے پتہ بھی نہ چلا کہ کچھ فاصلے پر یوسف کھڑا اس کی محویت کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ غالباً" وہ اپنے پورشن کی طرف جا رہا تھا۔

جب رابی پلٹی تو وہ جا چکا تھا۔

رابی کمرے میں آئی فائلیں جلد جلد سمیٹیں....... پھر بستر میں پڑ گئی۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبی تھی۔ اسے اکیلے لیٹ کر یہ اعتراف کر لینے میں کوئی جھجک نہ تھی کہ وہ پہلی ہی نظر میں اس دیوتا جیسے آدمی سے متاثر ہو گئی تھی۔ بار بار کا میل جول اس کی پسندیدگی اور پریشانی میں اضافہ کر سکتا تھا۔ اس کا حقیقت پسند ذہن چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ یہ پسندیدگی اسے نقصان پہنچائے گی۔ یہ نہ تو کوئی فلم ہی تھی نہ ڈرامہ کہ امیر ہیرو غریب لڑکی پر عاشق ہو جائے اور اس کی خاطر زمانے بھر سے ٹکراتا پھرے۔

وہ اس گھر کی ایک لاوارث ملازمہ تھی۔
جس کا کوئی آگے تھا نہ پیچھے۔
جو
زیست کی جنگ اکیلے لڑنے کے لئے میدان میں آئی تھی۔
اس نے یہ نوکری پائی تھی۔ یہ اس کی خوشیوں کی انتہا تھی۔ وہ اس انتہا کو اپ
پناہ محنت کے بل بوتے پر قائم رکھنا چاہتی تھی۔ یہ نوکری اس کی زندگی تھی۔ وہ اس
منہ نہیں موڑ سکتی تھی۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ وہ اتنی محنت کرے گی کہ بیگم انعا
کی ضرورت بن جائے۔
لیکن
اب وہ ڈگمگا رہی تھی۔ اس اپالو کے مجسمے نے اسے ہلا دیا تھا۔ وہ اس حسین
کے ساتھ کام نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ وہ اس لمحے
رہنا چاہتی تھی جو اس کے لئے اذیت کا باعث ہو۔
یہ
شخص
اس کے دل و دماغ پر حاوی ہونے اور اسے کنٹرول میں لینے کی پوری صلا
رکھتا تھا۔
وہ دیر تک جاگتی رہی
الجھتی رہی
سوچتی رہی
لیکن بے کنار سوچوں کا کوئی کنارا ایسا نہ ملا جہاں وہ سوچوں کے لنگر ڈال سکتی
ہار کر
اس نے سوچا جو ہو گا ہو۔ یہ نوکری تو وہ چھوڑنے سے رہی۔ وہ اپنے آپ
بھروسہ کرلے گی۔ اونچ نیچ کو سمجھے گی نشیب و فراز سے آگاہ رہے گی۔ دامن بھیگ
پہلے ہی بچا لے گی۔ آخر ایسا بھی کیا ہے۔ وہ مضبوط ارادے والی حقیقت پسند لڑکی
اور
اس حقیقت پسندی کا دامن وہ قدم قدم پر تھامے رہے گی۔

پتہ نہیں کب تک وہ جاگتی رہی کب تک سوچتی رہی
اور
کب نیند نے اسے آلیا....... اور وہ گہری نیند کے مزے لوٹنے لگی.......
صبح
ایک زوردار انگڑائی لیتے ہوئے وہ جاگ بیٹھی۔ اس نے لیٹے لیٹے ہی بستر سے منہ
نکالا۔ کھڑکیوں کے آگے پردے تنے تھے اور صبح کی روشنی ان سے چھن چھن کر اندر آ
رہی تھی۔
وہ کچھ دیر کسلمندی اور تساہل سے بستر میں پڑی رہی۔ اسے اپنا جسم گرم لگ رہا
تھا۔
"کہیں بخار تو نہیں ہو گیا" اس نے اپنے نازک سے ہاتھ سے گال کو چھوا.......
بخار کی کیفیت محسوس نہ ہوئی ہاں چہرہ کچھ گرم ضرور لگا۔
"رات دیر تک جاگنے اور سوچنے کا اثر ہے" وہ بڑبڑائی......." خواہ مخواہ ذہن پر
بار ڈالے رہی۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا"
وہ کمبل ہٹا کر بیڈ میں بیٹھ گئی۔ طبیعت ترو تازہ نہ تھی۔ جی نہیں چاہ رہا تھا اٹھنے
کو....... لیکن اس نے آج یوسف کے آفس میں ڈیوٹی پر حاضر ہونا تھا۔
اس نے وقت دیکھنے کے لئے تکئے کے نیچے گھڑی دیکھنے کو ہاتھ مارا....... لیکن
گھڑی کلائی پر بندھی نظر آئی
"اوہ رات گھڑی اتارنا ہی بھول گئی"
"اور کپڑے بھی نہیں بدلے"
بڑبڑاتے ہوئے اس نے ٹائم دیکھا
آٹھ بج رہے تھے۔
ابھی تیار ہونا تھا۔ نو بجے اس نے دفتر جانا تھا۔ وہ جلدی سے اٹھی اور باتھ روم
میں گھس گئی۔ کچھ دیر بعد باہر نکلی۔ الماری میں سے کپڑے نکالے ہلکے گرین رنگ کے
کپڑوں کے ساتھ ڈارک گرین سویٹر نکالا۔
تھوڑی دیر بعد وہ کپڑے بدل کر بالوں میں برش کر رہی تھی۔ اس نے تازہ دم نظر
آنے کے لئے ہلکا سا میک اپ بھی کر لیا۔

اس نے آخری مرحلے میں کلائی پر گھڑی باندھی ٹائم دیکھا۔
"ہیں" بے اختیارانہ اس کے منہ سے چیخ نما آواز نکلی...... اب بھی وہی وق
آٹھ ہی بجے تھے۔ اس نے جلدی سے گھڑی کو ہلایا۔ کان سے لگایا ٹک ٹک کی آواز
دی
"اوہ...... خدایا" گھڑی رکی ہوئی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھی۔ بیگ لیا۔ فا
اٹھائی اور بھاگم بھاگ لاؤنج میں پہنچی۔
دیوار پر لٹکا قیمتی وال کلاک دیکھ کر اس کے منہ سے بے اختیارانہ نکلا "اف ما
گئے"

گھڑیال سوا نو بجا رہا تھا۔
وہ بے طرح گھبرا کر بھاگی
اور
ڈائینٹ کی طرف سے آتی آتی منصورہ سے ٹکراتے ٹکراتے بچی
"تم اتنی لیٹ اٹھی ہو۔ تمہارا ناشتہ بھی ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ تم چلو میں آکر
چائے اور ناشتہ بنوا دیتی ہوں"
"نہیں آپا رہنے دیں"
"کیوں کیا ہوا۔ ہوا کے دوش پر کیوں سوار ہو"
"دفتر جانا ہے"
"بھوکی جاؤ گی"
"آپا دیر ہو گئی ہے نو بجے وہاں پہنچنا تھا۔ سوا نو یہیں ہو گئے ہیں۔ یہ گھڑیال
تو ہے نا۔
منصورہ نے گھڑیال کی طرف دیکھا پھر اپنی ریسٹ واچ پر نظر ڈالی۔
"بالکل ٹھیک ہے"
"ہائے اب کیا کروں"
"جاؤ...... لیکن ایک آدھ ٹوسٹ کھا لو...... چائے بھی پی لو...... کس د
ہے"
"یوسف صاحب کے"

"کیا ہوا۔ اب دیر تو ہو ہی چکی"
"نہیں آپا بیگم صاحبہ نے بتایا تھا یوسف انعام وقت کے بہت پابند ہیں......"
"چلو جاؤ...... میں ٹوسٹ لے کر آتی ہوں"
وہ ڈائینٹ کی طرف مڑ گئی...... رابی اسے منع کرتے ہوئے پیلس کے پورچ کی
طرف بھاگنے کے انداز میں لپکی۔
پورچ میں چار گاڑیاں کھڑی تھیں۔ اب اسے اتنا بھی پتہ نہ تھا کہ کس گاڑی میں
جانا ہے۔ یہاں وہاں کوئی بندہ بھی نظر نہ آیا۔
وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اسے چمن میں مالی نظر آیا۔ وہ ادھر ہی بھاگی۔
"مالی بابا مالی بابا"
"کیا ہے بیٹا"
"وہ رحمان...... ہاں رحمان ہے نا ڈرائیور...... وہ کدھر ہے......"
"ادھر ہی تھا...... پیچھے کوارٹر میں چلا گیا ہو گا"
"اسے پتہ نہیں تھا میں نے جانا ہے۔"
"کافی دیر سے ادھر ہی تھا۔ میں بلاتا ہوں۔"
"جلدی بابا جی...... اسے جلدی بلائیے"
وہ بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔
مالی بابا ڈرائیور کو بلانے چلا گیا...... رابی پریشان ہوئی جا رہی تھی۔ وقت گزر رہا
تھا۔ اس طرح تو اسے دفتر پہنچتے دس بج سکتے تھے۔
"اوہ۔ خدایا کیا کروں" اس نے سر کو زور زور سے جھٹکے دیئے۔
کوئی پانچ منٹ بعد پٹھان ڈرائیور رحمان خان اور مالی بابا باتیں کرتے قدم قدم چلتے
نظر آئے۔ تو وہ زور سے چیخی
"تم ہو رحمان"
"جی بی بی" رحمان کندھے پر چادر ٹھیک کرتے ہوئے بولا۔
"کہاں چلے گئے تھے۔ تمہیں آرڈر نہیں ملا تھا کہ مجھے یوسف صاحب کے دفتر لے
کر جانا ہے۔
"جی ملا تھا۔ پونے نو یہاں سے نکلنا تھا۔ نو بج کر دس منٹ تک میں نے آپ کا

انتظار کیا۔ میں سمجھا نہیں جاناں......"

"بیٹھو اب جلدی کرو" وہ جھلائی

"آپ بیٹھئے" اس نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا۔

وہ بیٹھتے ہوئے بولی "وقت کیا ہے......"

گھڑی دیکھتے ہوئے رحمان خان بولا "نو بج کر پچپن منٹ ہو گئے ہیں۔"

"دفتر کتنی دیر میں پہنچیں گے" وہ گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

"ٹریفک زیادہ نہ ہوا تو دس منٹ"

"اف" اس نے سیٹ کی پشت پر سر ڈال کر آنکھیں بند کر لیں۔

گاڑی چلی اور پیلس کے آہنی گیٹ سے باہر نکل گئی۔ وہ کن کن راستوں گزری، کہاں کہاں رکی رابی کو کچھ پتہ نہ چلا۔ وہ تو لیٹ ہونے پر بوکھلا رہی تھی۔

اور

بیگم انعام کی بات

کہ

"یوسف وقت کا پابند ہے"

اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ بن کر اترنے لگا۔

اسے متوقع ڈانٹ ڈپٹ سے کوفت نہیں ہو رہی تھی۔ ڈر لگ رہا تھا۔ کہیں میں آ کر وہ اسے ملازمت ہی سے نکال باہر نہ کرے۔

ملازمت سے نکلنا بقا کی جنگ لڑنے والی لڑکی کسی طور افورڈ ہی نہ کر سکتی تھی۔

گاڑی کا دروازہ کھلتے ہی وہ جیسے چھلانگ لگا کر باہر آئی۔ سیٹ پر رکھی فائل اٹھائی۔ بیگ کندھے پر ڈالا۔ اور ڈرائیور سے بولی۔

"رحمان خان مجھے صاحب کے آفس میں لے چلو"

"چلئے" وہ گاڑی لاک کرتے ہوئے بولا۔

وہ اس کے پیچھے چل پڑی اسے یہ دیکھنے کا ہوش ہی نہ تھا کہ کتنی شاندار بلڈنگ کے سامنے وہ گاڑی سے اتری اور اس سے کہیں شاندار آفس میں آئی۔ وہ سیدھی ریسپشن کی طرف گئی۔ رحمان اسے یہاں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ یہ بلڈنگ انعام مینشن تھی۔

ریسپشن پر کھڑی سمارٹ سی لڑکی نے خیر مقدم کرتے ہوئے پوچھا "فرمایئے کیا کام ہے"

"مجھے یوسف انعام صاحب کے پاس جانا ہے"

"وہ تو میٹنگ میں ہیں۔"

"مجھے وہی میٹنگ اٹینڈ کرنا ہے"

"میٹنگ کے دوران کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہوتی میڈم"

"لیکن میں نے کہا نا یہی میٹنگ مجھے اٹینڈ کرنا ہے"

لڑکی چند لمحے سوچ میں پڑ گئی...... پھر بولی "آپ کا نام"

"رابی احتشام۔ میں آج کل یوسف انعام صاحب کے ساتھ کام کر رہی ہوں...... ایک جاپانی پارٹی سے آج میٹنگ ہے"

"ہاں جپنیز آئے ہوئے ہیں۔"

"پلیز آپ انفارم کر دیں"

"بے وقت میٹنگ میں ڈسٹرب کرنے سے صاحب الٹا مجھی پر عتاب نازل نہ کر دیں"

"مس میں نے یہ میٹنگ جائن کرنی ہے"

"اچھا"

کاؤنٹر پر کھڑی لڑکی نے ڈرتے ڈرتے ریسور اٹھا کر صاحب کو مطلع کر دیا۔ :

ملا وہ مایوس کن تھا۔

"یس سر" لڑکی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

پھر فون رکھتے ہوئے بولی

"صاحب کے پاس کلائنٹ بیٹھے ہیں اور میٹنگ چل رہی ہے۔"

"میرے لئے کچھ کہا"

"صاحب وقت کے بہت پابند ہیں۔" لڑکی نے کہتے ہوئے کندھے اچکائے اور

"آپ بیٹھئے۔ میٹنگ کے بعد ہی آپ انہیں مل سکتی ہیں۔"

"رابی کا دل بیٹھ گیا...... اسی میٹنگ کے لئے تو اسے نو بجے آفس پہنچنا

صاحب سے بریفنگ لینا تھی

پھر ساڑھے نو میٹنگ میں شریک ہونا تھا۔

"اب......؟" اس نے اپنے بکھرے حواس مجتمع کئے اور ہولے سے مسکرائی

"تشریف رکھئے اخبار اور میگزین پڑے ہیں وقت گزاریئے" لڑکی نے لاؤ

طرف اشارہ کیا۔ جہاں ڈھیر ساری صوفہ نما کرسیاں ترتیب سے پڑی تھیں۔ جگہ

میزیں بھی رکھی تھیں۔ جن پر گلدانوں میں تازہ پھول سجے تھے۔ اخباریں اور ر

رکھے تھے۔ بہت سی جگہوں پر سٹینڈوں پر ایش ٹریز بھی رکھی تھیں۔ ہال صاف ستھرا

ماربل کے فرش چمک رہے تھے۔ صوفوں کے سامنے چھوٹے چھوٹے قالین پڑے تھے۔

لاؤنج ایسی تھی

تو

دفتر کیا ہو گا

ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے رابی نے سوچا...... لیکن یہ سوچ زیادہ دیر تک اس

ذہن میں نہ رہ سکی۔ وہاں تو خوف کا اژدہا بیٹھا تھا۔ نوکری کا غم تھا۔ ڈانٹ ڈپٹ کا

تھی۔

"نوکری پیشہ لوگوں کی انا تو ہونا ہی نہیں چاہئے" اس نے جل کر سوچا۔

وقت گزاری کے لئے اس نے اخبار اٹھا لیا۔ اخبار کی وہ صرف سرخیاں پڑھ

ں۔ پورے کا پورا اخبار ہضم کرنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ آج اس نے کئی خبریں

ری کی پوری پڑھ ڈالیں۔ ایک سیاسی جائزہ بھی پڑھ لیا۔ اشتہار بھی دیکھ لئے۔

پھر

بھی

جب

وال کلاک پر نگاہ ڈالی تو صرف ایک گھنٹہ گزرا تھا۔

اب

اس نے اخبار رکھ دی۔ اور تھوڑی دیر کے لئے کرسی کی پشت پر سر ڈال کر

ھیں بند کر لیں۔ کچھ وقت وہ ویسے ہی پڑی رہی۔

میٹنگ تھی کہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔ اسے بیٹھے بیٹھے جمائیاں آنے

ں۔ شاید ایک آدھ اونگھ بھی آ گئی۔ رات اس کی طبیعت واقعی اچھی نہ تھی بے طرح

ن سے یہ بات ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ جب بھی سر اٹھائی یوسف انعام کے دفتر کے بند

وزاے کی طرف دیکھ لیتی

دو گھنٹے گزر گئے

اسے لگا دو صدیاں بیت گئی ہیں۔

تب وہ انتظار سے عاجز آ چکی تھی۔ اس نے سوچا اب گھر واپس چلی جائے جو ہو گا

کھا جائے گا۔ نوکری داؤ پر تو لگ ہی گئی تھی۔ اس طرح پڑے پڑے اکڑنے سے کیا

کدہ

وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی ہی تھی

کہ

یوسف انعام کے کمرے کا دروازہ کھلا

اور

چھ جاپانیوں کے ساتھ وہ آفس سے باہر نکلا۔

وہ اپنے کلائنٹس کو رخصت کر رہا تھا۔ اس کی نگاہیں دو تین بار رابی سے بھی

یں۔ رابی دو قدم ادھر کو بڑھی بھی

لیکن

وہ
ان سب مہمانوں کو رخصت کر کے آفس میں غائب ہو گیا۔ رابی سے نگاہیں
مظاہرہ ایسے ہی تھا۔ جیسے کوئی اجنبی ایک دوسرے کو دیکھیں۔ اس کی نگاہوں کی بیگا
رابی کے خدشات کو اور بڑھا دیا۔

"مارے گئے آج......" اس نے تلخی سے اپنے آپ سے کہا۔

وہ چند لمحے جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔ اسے سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

پھر

اس نے گھر جانے کا فیصلہ کر لیا۔

لیکن

جونہی چند قدم اٹھائے۔ ریسپشن پر کھڑی لڑکی نے اسے پکارا۔

"مس رابی احتشام......"

"جی" اس نے چلتے چلتے رک کر پوچھا

"سر آپ کو آفس میں بلا رہے ہیں...... ان کی اگلی اپوائنٹمنٹ چند منٹ
ہے۔ ان چند منٹوں میں وہ آپ سے بات کر سکتے ہیں"

"مجھ سے...... مجھے بلایا ہے"

"جی ہاں آپ کو......"

رابی کے بڑھتے قدم رک گئے۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ بمشکل اپنے
سنبھالتے ہوئے وہ آفس کی طرف بڑھی۔

اور

دروازے پر پہنچ کر اجازت چاہی

"یس" یوسف کی آواز آئی

وہ شکریہ کہتے ہوئے آفس کے اندر داخل ہوئی۔ توقع کے مطابق دفتر
شاندار تھا۔ اور اس میں بیٹھا یوسف انعام اس سے بھی کہیں شاندار لگ رہا تھا۔
چوڑی آئینے کی طرح چمکتی میز کے دوسری طرف خوبصورت ریوالونگ چیئر پر
اور بڑی کاٹدار نگاہوں سے رابی کو گھور رہا تھا۔ منہ سے وہ ایک لفظ نہیں بولا......
نگاہوں ہی نے رابی کو گڑبڑا دیا"

وہ جلدی سے بولی "سر سوری...... میں لیٹ ہو گئی"

یوسف کچھ نہیں بولا۔ ہاتھ کے اشارے سے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ دم بخود سی بیٹھ گئی۔

رابی چند لمحے اس کے بولنے کی منتظر رہی۔ وہ سر جھکائے ایک فائل تکتا رہا۔ اسے
ل فراموش کر دیا جیسے اس کا وجود ہے ہی نہیں

لمحوں کے توقف کے بعد وہ خود ہی بولی "یہ فائل سر......"

اس نے فائل میز پر رکھ دی

یوسف نے جیسے کوئی نوٹس ہی نہ لیا۔

وہ گھبرا تو رہی تھی۔ پھر ہمت کر کے بولی "اسے آپ ایک نظر دیکھ لیں سر۔ میں
نے اس نئے پراجیکٹ کا اپنے طور سے ایک خاکہ سا بنایا ہے۔

یوسف نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا اور فائل اٹھا کر ایک طرف رکھ دی۔

رابی ایک دم بول اٹھی "سر میرا خیال ہے اب اس میں بہت کم ترمیم کرنا پڑے
گی۔ میں نے کافی سوچ بچار اور محنت کے بعد یہ کام ختم کیا ہے"

یوسف انعام انتہائی سرد مہری سے بولا "فرصت ہوئی تو دیکھ لوں گا"

"سر اگر آپ ابھی دیکھ لیتے تو ہم ضروری پوائنٹ ڈسکس بھی کر سکتے تھے۔" رابی
نے جلدی سے کہا

"میں دیکھ لوں گا" وہ جیسے غصیلے انداز کو دبا رہا تھا۔

وہ اس انداز کو نظرانداز کرتے ہوئے لجاجت سے بولی "سر اگر آپ ابھی......"

وہ جملہ ختم بھی نہ کر پائی تھی کہ یوسف انعام دھاڑا "مس رابی احتشام جس سستی کا
آپ نے آج مظاہرہ کیا ہے' میٹنگ شروع ہونے سے پہلے آنے کی بجائے میٹنگ شروع
ہونے کے بعد پہنچی ہیں۔ ایسی صورت میں میں یہ فائل پڑھنا بھی گوارا کر لوں تو بڑی بات
ہے۔"

رابی گنگ سی رہ گئی

وہ بدستور گرجتا ہوا بولا "اور اب آپ تشریف لے جائیے۔ میں اس کو پڑھ کر خود
ہی کچھ کر لوں گا مس رابی احتشام صاحبہ"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی

تو

یوسف بولا "آئندہ میں اس طرح کی سستی برداشت نہیں کروں گا"

"یس سر" اس کے منہ سے نکل گیا۔ جانے کیوں اسے اب اس نوابزادے پر
آنے لگا تھا۔ شاید نوکری سے نکالے جانے کے دھچکے سے وہ بچ گئی تھی۔

"تشریف لے جایئے" وہ بیگانگی اور افسرانہ حاکمیت سے بولا۔

"تھینک یو سر" اس نے جانے کیسے کہا غصے ندامت اور شرمندگی سے اس
اس کا برا حال تھا۔

وہ دفتر سے تو آہستگی سے باہر آئی۔

لیکن

لاؤنج میں آتے ہی غصے سے پاؤں پٹختے ہوئے باہر کی طرف چل دی۔

باہر نہ گاڑی تھی نہ ڈرائیور.......

اس نے ادھر ادھر دیکھا دو ایک بار رحمان کو آواز بھی دی۔ لیکن باہر گاڑی
وہ گاڑی نہیں تھی۔ جس میں وہ آئی تھی۔ نہ ہی رحمان تھا جو اسے لے کر آیا تھا۔

"اوہ خدایا....... اب کیا کروں" اس نے پریشانی سے سوچا.......
کروں....... لیکن کہاں۔ کیسے" اسے انعام پیلس کے فون نمبرز بھی کہاں معلوم تھے
ڈرائیور کو بلانے کے لئے کس نمبر پر رنگ کرنا تھا۔ وہ کہاں جانتی تھی۔

وہ واپس پلٹی اور ریسپشن پر کھڑی لڑکی سے بولی "ڈرائیور جانے کہاں
اب میں واپس کیسے جاؤں۔ انعام پیلس میں گاڑی منگوانے کے لئے فون کیا جا سکتا

"کرلیں" وہ فون اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

"کیسے کروں" وہ گھبرا کر بولی

"مجھے کیا پتہ۔ یہ سارے نمبر ہیں....... جس پر کرنا ہے کرلیں"

"مجھے کچھ پتہ نہیں۔"

"لائیں میں کوشش کرتی ہوں ڈرائیور منگوانے کی۔ آپ بیٹھیں"

وہ دوبارہ ان صوفہ نما کرسیوں کی طرف آئی اور بیدلی سے ایک کرسی پر گر
انداز میں بیٹھ گئی۔ بہت برا دن گزرا تھا' صبح سے جان عذاب میں آئی ہوئی تھی
پیاسی اس پر یہ صورت حال اس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔

"آپ ابھی تک یہیں ہیں......." یوسف انعام کی آواز پر وہ اس بری طرح گھبرائی
اٹھتے اٹھتے بٹوہ اس کی گود سے پھسل گیا اور چند چیزیں باہر گر پڑیں۔

"اوہ......." اس نے جلدی سے جھک کر چیزیں اٹھائیں "سوری۔ سر......."

یوسف کے چہرے پر چند لمحوں کو مسکراہٹ پھیل گئی جسے اس نے جلدی سے
بڑگی کے لبادے میں چھپا لیا۔

"سر۔ ڈرائیور چلا گیا۔ پتہ نہیں کہاں۔ میں فون کروا رہی تھی پیلس.......
ی....... گاڑی منگوانے کے لئے"

وہ گھبرائے ہوئے بے ربط انداز میں کہہ رہی تھی۔

"آپ نے ڈرائیور سے رکنے کو کہا تھا" یوسف نے پوچھا

"نہیں....... نہیں سر......." وہ اسی انداز میں بولی۔

"تو اسے الہام ہو جاتا کہ آپ نے واپس بھی جانا ہے......."

"سوری سر......."

یوسف کو اس وقت یہ سہمی اور ڈری ڈری لڑکی بہت اچھی لگی۔

"اوکے۔ اب آپ تھوڑا انتظار کریں۔ میں بھی گھر جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ چلی
جائیے گا" اس کا کوئی جواب سنے بغیر وہ مڑا اور آفس میں چلا گیا۔

رابی پھر وہیں کرسی پر بیٹھ گئی۔ یوسف پر اسے جانے کیوں غصہ آ رہا تھا۔
یوسف کا "تھوڑا" پورے ڈیڑھ گھنٹے پر پھیل گیا۔ رابی کی کمر تختہ اور ٹانگیں شل
ہو گئیں۔ بھوک سے پیٹ میں آنتیں مروڑے کھانے لگیں۔ کسی کسی وقت لگتا جی ڈوب
رہا ہے۔

پونے دو گھنٹے بعد یوسف آفس سے نکلا تو وہ اتفاق سے اپنا گھٹنہ سہلا رہی تھی۔
یوسف کو دھچکا سا لگا گھڑی دیکھی۔

اور

اس کی طرف جلدی سے بولا "آئی ایم سوری مس رابی۔ کام میں مجھے قطعی یاد نہ
رہا کہ میں نے آپ کو انتظار کرنے کا کہا ہوا ہے"

"کوئی بات نہیں سر......." وہ ایسے روکھے لہجے میں بولی جس میں غصے کا عنصر چھپا
ہوا نہیں تھا وہ اٹھ کھڑی ہوئی

"ریئلی...... مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے۔ بہت برا لگا ہے" وہ پشیمانی سے بولا
"سر کوئی فرق نہیں پڑتا" اس کے لہجے میں کٹار دار طنز تھا۔ جسے یوسف جیسا
محسوس کر سکتا تھا۔
"واقعی" اس نے بے یقینی سے کہا
"جی۔ بالکل......" اس کا لہجہ ویسا ہی تھا۔
"بالکل ہی یاد نہ رہا اور ڈیڑھ پونے دو گھنٹے آپ کو انتظار کرنا پڑا......"
"سر ایک بات کہوں برا نہ مانیئے گا"
"کہیں......"
"سر...... صبح میں آدھا گھنٹہ لیٹ ہو گئی تھی...... تو طوفان آ گیا تھا......"
"ہوں......" وہ خجل تھا۔
"مگر......"
"کیا......"
"آپ اس سے تین گنا بھی لیٹ ہو جائیں تو فرق نہیں پڑتا......"
"سوری...... مس رابی......"
"جانتے ہیں کیوں" وہ اس کی بات اور لہجے کی پرواہ کیئے بغیر دل کی بھڑاس
رہی تھی۔
"کیوں" یوسف نے مسکرا کر پوچھنا چاہا۔
"اس لئے کہ آپ باس ہیں۔ میری ہمت نہیں کہ میں آپ کو کچھ کہہ سکوں۔"
یوسف انعام زیر لب مسکرایا اور چمکتی آنکھوں سے رابی کو دیکھتے ہوئے بولا
کہہ دیا ہے تو اور بھی کہہ دیں۔ ویسے میں سمجھتا ہوں کہ سچائی کو برملا کہنا بہادر انسان
وصف ہے۔ اور اس معاملے میں ہر انسان کو بہادر ہونا چاہیئے......"
"انسان ایسے ہی بہادر نہیں بن جاتا سر۔ اس بہادری کے لئے......" وہ تلخی
بولی۔
"کہیئے چپ کیوں ہو گئیں" وہ اب بھی متبسم تھا۔
"یہ بہادری ایسے ہی نہیں آ جاتی سر اس کے لئے ایک چیز کا ہونا ضروری ہے"
وہ اسی لہجے میں بولی۔

"وہ کیا" وہ شوخی سے پوچھنے لگا۔
"دولت" وہ ایک دم سپاٹ لہجے میں بولی۔
یوسف حیرت زدہ سا اسے تکنے لگا۔
پھر
بولا "میں ایسا نہیں سمجھتا۔"
"آپ کے یوں پوز کرنے سے کیا ہوتا ہے" وہ اپنی لے میں کہے گئی...... "یہ
لت بڑی شے ہے۔ ہمت بہادری سب کچھ آ جاتی ہے"
"میں آپ سے اتفاق نہیں کرتا...... سچ کہنے کی ہمت ہر انسان میں ہوتی ہے"
"لیکن حالات کے تقاضے دیکھ کر رہ جاتا ہے"
"نہیں"
"جی ہاں"
وہ بھول گئی تھی کہ باس سے باتیں کر رہی ہے۔ اسے اپنے دل کا غبار نکالنا تھا۔
ن لئے بولی "دیکھیں نا سر"
"جی ہاں کہئے"
"میری آج ہی کی مثال لیجئے۔"
"ہوں" یعنی میں آدھا گھنٹہ لیٹ ہوئی تو آپ نے کیا نہیں کیا۔ اس کے برعکس
آپ نے مجھے ڈیڑھ دو گھنٹے انتظار کی سولی پر لٹکائے رکھا۔"
"سوری مس"
"نہیں سر۔ یہ دولت کی بات ہے۔ میرے پاس بھی اس کا سہارہ ہوتا۔ تو میں آپ
کو اس تاخیر پر کھری کھری سنا سکتی تھی...... مگر میں ہمت نہیں کر سکتی۔ مجھے ڈر ہے کہ
آپ میری بدتمیزی پر مجھے نوکری سے نکال دیں گے۔ اور نوکری سے نکلنا میں افورڈ نہیں
کر سکتی......"
"بہت حقیقت پسند ہیں آپ" اس نے شاباشی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔
"میرے جیسے بہت سے لوگ حقیقت پسند ہوتے ہیں سر۔ لیکن......" وہ چپ ہو
گئی ایکا ایکی اسے احساس ہوا تھا کہ اسے یوسف انعام سے اس رنگ اور اس انداز میں وہ
باتیں نہیں کرنا چاہیئے تھیں۔ یہ امیر لوگ چکنے گھڑے ہوتے ہیں۔ بوند پڑی اور پھسل

گئی۔ پھر انہیں ایسی باتوں کا احساس ہونا بھی کیوں چاہئے۔ دولت مندوں کو جو حق
ہیں وہ اس کا استعمال کرتے ہیں۔ تو ٹھیک ہی کرتے ہیں۔

یوسف اسے گھورتی شوخ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بولا "لیکن کیا؟"

"کچھ نہیں سر...... میں اپنی حیثیت سے کچھ زیادہ ہی بول گئی ہوں" وہ نر
ہو رہی تھی۔

"مجھے آپ کی باتیں سن کر اچھا لگا۔ آپ حقیقت پسند اور باہمت لڑکی ہیں
سنجیدگی سے بولا۔

"شکریہ سر۔" وہ بولی۔ یوسف نے اک بھرپور نگاہ اس پر ڈالی
نگاہ
جو
چپ ہوتے ہوئے بھی بول رہی تھی۔ جانے رابی نے کیا سمجھا کیا اخذ کیا گ
بولی "سر چلئے گا نہیں"

"چلو" یوسف نے قدم اٹھاتے ہوئے کہا

وہ بھی اس کے ساتھ چل پڑی۔

باہر انعام پیلس سے آئی ہوئی شاندار گاڑی کھڑی تھی۔ ڈرائیور نے جھک کر
کیا اور پچھلا دروازہ کھول دیا۔

"تشریف رکھئے" یوسف نے رابی سے کہا وہ اب کچھ بدلا ہوا انسان لگ رہا
ایسا انسان جو دوسرے انسان سے دولت کی بنا پر نہیں انسانیت کی بنا پر برابری کا
کرنا جانتا ہے۔

رابی بیٹھ گئی۔ وہ بھی پچھلی سیٹ پر اس کے برابر بیٹھ گیا۔

ڈرائیور نے اجازت لے کر گاڑی چلا دی۔

چند لمحے دونوں چپ بیٹھے رہے۔
پھر
یوسف نے گردن موڑ کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھ کر کہا "مس رابی احتشام"

"جی"

"اب تو گھر جا رہے ہیں وقت نہیں۔ لیکن کسی وقت میں آپ سے وضاحت

لوں گا......" وہ رکا تو رابی جلدی سے بولی "کس بات کی سر......"

"آپ نے جو کہا تھا میں نہیں سمجھتا...... اس لئے کہ میں دولت مند ہوں"

وہ بھی پھیکی سی مسکراہٹ سے بولی "ضرور سر......"

اس کے بعد دونوں چپ ہو گئے اور گاڑی مختلف راستوں سے ہوتی انعام پیلس
کے پورچ میں آن رکی۔

وہ پیلس کی نچلی لاؤنج میں بیٹھی بلائے جانے کا انتظار کر رہی تھی۔ فرح اور ریا
کی شادی کے لئے اسے دو دن کی چھٹی درکار تھی۔ درخواست لکھ کر وہ لائی تھی۔ ا
پیغام بھیج دیا تھا۔ اور اب منتظر تھی کہ بیگم انعام اسے بلا بھیجیں۔

"ہیلو" آواز پر اس نے پلٹ کر دیکھا سمیرا کھڑی مسکرا رہی تھی۔

رابی نے اٹھتے ہوئے اسے سلام کیا۔ "کیسی ہیں آپ"

"بالکل ٹھیک تم کیسی ہو۔ کام کیسے جا رہا ہے۔

"سب ٹھیک"

"بیٹھ"

"وہ بیٹھی تو سمیرا بھی ایک کرسی پر بیٹھ گئی اس کے ہاتھ میں ایک لمبوترا سنہر
تھا۔ اس میں غالباً" کوئی ڈریس تھا۔

"آپ بھی یہی رہتی ہیں" رابی نے اس سے پوچھا

"میں بھی یہیں میرے میاں میں بھی یہیں میرے دونوں بچے بھی یہیں"
خوشادی سے مسکراتے ہوئے بولی۔

"یعنی پوری فیملی"

"ہاں رابی میرے ہسبنڈ بھی انعام انڈسٹریز کی لیدر فیکٹری میں کام کر
ہیں........"

"اوہ اچھا۔ تبھی"

"میں بیگم صاحبہ کی ڈریسر ہوں۔ دونوں کو کام بھی مل گیا ہے سب سے بڑی
رہنے کی جگہ بھی۔ ہماری رہائش محل کے دائیں طرف ہے ادھر چند کوارٹرز بنے ہ
ہیں۔ کبھی آؤ نا فرصت کے وقت"

"آؤں گی۔"

"ضرور آنا۔ گپ شپ لگائیں گے۔ چائے پیئں گے"

"آپ کس وقت گھر پہ ہوتی ہیں"

"اکثر وہیں ہوتی ہوں....... ہاں کوئی پارٹی ہو یا بیگم صاحبہ نے کسی فنکشن میں جانا
ہو تو زیادہ وقت ادھر لگ جاتا ہے........"

"بیگم صاحبہ آپ کے پسند کئے ہوئے ڈریس ہی پہنتی ہیں........"

"نہیں....... پہلے انہیں پسند کروانے پڑتے ہیں۔ روزانہ معمول کے کپڑے البتہ
میری ہی پسند کے پہنتی ہیں........"

"ان کی پسند آپ کی پسند سے ملتی جلتی ہوگی"

"تقریباً"۔ لیکن پھر بھی فنکشنز کے لئے ڈریس لینے کے لئے ان کی پسند ضروری
ہوتی ہے۔ اب بیگم صاحبہ کی اینورسری قریب آ رہی ہے۔ اس رات کے فنکشن کے لئے
ڈریس منتخب ہونا ہے۔ میں یہ دو ساڑھیاں انہیں دکھانے کے لئے لائی ہوں........"

اس نے ڈبہ کھول کر ساڑھیاں رابی کو دکھائیں۔

ایک آف وائٹ جارجٹ کی ستاروں بھری ساڑھی تھی۔ کپڑا تو نام کو بھی نظر نہ آ
رہا تھا۔ خوب جگمگا رہی تھی۔ دوسری سنہری تھی۔ بنتی ہی میں طلے کا کام ہوا تھا۔ دونوں
ساڑھیاں بیش قیمت اور بے حد خوبصورت تھیں۔

اینورسری کب ہے"

"دو ہفتے بعد"

"ہوں....... خوب دھوم دھام سے منائی جاتی ہوگی"

"اس دفعہ دیکھ لینا تم بھی"

"وہ کچھ اور کہنے کو تھی کہ ملازم آ گیا۔

"آپ کو بیگم صاحبہ نے بلایا ہے"

"مجھے یا اسے" سمیرا نے پہلے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا پھر رابی کی طرف اشارہ کیا۔

"مس رابی احتشام کو" وہ بولا۔

"جاؤ جی۔"

"اچھا باجی خدا حافظ"

"آنا کسی وقت میری طرف"

"ضرور آؤں گی......."

رابی ملازم کے پیچھے پیچھے چل دی۔ گول سیڑھیوں پر ہولے ہولے قدم رکھتے وہ
آئی۔ ملازم اسے بیگم انعام کی نشست گاہ کے باہر چھوڑ کر چلا گیا۔
وہ اجازت لے کر اندر چلی گئی۔ بیگم صاحبہ ایک صوفے پر تشریف فرما تھیں سا
میز پر فائل کھلی پڑی تھی۔
"آؤ رابی" وہ ہاتھ سے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولیں "میں تمہیں بلا
ہی والی تھی کہ تم آگئیں کوئی کام ہے؟"
"جی" رابی ہچکچائی۔ فائل دیکھ کر وہ جان گئی تھی کہ بیگم صاحبہ کو اس سے ا
ضروری کام ہے۔
"کیا؟"
"میرے کام کی نوعیت........"
"پھر بھی"
اس نے درخواست سامنے رکھ دی
"یہ کیا ہے"
"دو دن کی چھٹی چاہئے تھی بیگم صاحبہ"
"کب"
"ہفتہ اتوار"
"کوئی ضروری کام"
"میری بہن کی شادی ہے"
"بہن؟ جہاں تک میرا خیال ہے تمہارا تو اس دنیا میں کوئی نہیں تھا"
"نہ ہوتے ہوئے بھی کچھ لوگ اپنے ہوتے ہیں بیگم صاحبہ...... فرح سے
کوئی خونی رشتہ نہیں۔ لیکن دارالامان میں داخلے سے لے کر اب تک کے سفر تک
میری ساتھی رہی ہے۔ بہت پیار کرنے والی لڑکی ہے۔
"اوہ اچھا"
"جی اس کی شادی ہے۔ وہ اپنے گھر بار کی ہو جائے گی تو میرے ذہن پر بھی
بوجھ نہ رہے گا۔
"ٹھیک ہے۔ تم چلی جانا...... دفتر کا پروگرام ابھی سیٹ کر لیتے ہیں"

"جی ہاں"
"بات دراصل یہ ہے رابی کہ یوسف نے میرا سارا کام سنبھال لیا ہے۔ میرا کام تو
صرف فائلوں پر دستخط کرنا ہی رہ گیا ہے۔
"جی"
"میری جگہ اب تم یوسف کے ساتھ کام کر رہی ہو۔ مجھے تمہاری ضرورت کبھی
کبھار ہی پڑے گی"
وہ چپ رہی
بیگم صاحبہ جلدی سے بولیں "زائد کام جو تمہیں کرنا پڑے گا ہم اس کا معاوضہ
بھی بڑھا دیں گے۔ عنقریب تم پرمننٹ ہو جاؤ گی اور تمہاری تنخواہ بھی بڑھا کر فکس کی
جائے گی"
"بہت بہت شکریہ بیگم صاحبہ........"
"یوسف ابھی آ رہا ہے۔ ہم مل کر پروگرام مرتب کر لیتے ہیں"
"بہت اچھا جی"
"چائے پیو گی"
"شکریہ میں پی کر آئی تھی۔"
بیگم اس سے اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں پوچھنے لگی۔ رابی بڑے نپے تلے
اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں ان کی باتوں کا جواب دینے لگی۔
باتوں ہی کے دوران یوسف آگیا۔ اس نے ہلکے براؤن شلوار قمیص کے ساتھ
گہری براؤن جیکٹ پہن رکھی تھی۔ جو اس کے وجیہ باوقار سراپا پر بہت خوبصورت لگ
رہی تھی۔ اس نے ماں کو سلام کیا اور رابی اسے۔
وہ ماں کے پہلو میں آکر بیٹھتے ہوئے بھرپور نگاہوں سے رابی کو دیکھتے ہوئے بولا
"کیسی ہیں"
"شکریہ" وہ کچھ گڑبڑا سی گئی
"کوئی شکوہ شکایت؟" وہ زیر لب مسکراتے ہوئے بظاہر عام سے لہجے میں بولا۔
"نہیں" کہتے ہوئے وہ بے حد نروس ہو گئی۔ یہ حسین اور خوبرو مرد! اف۔ وہ کس
چیلنج سے دوچار ہو گئی تھی۔ اب اسے اس کے ساتھ ہی کام کرنا تھا۔ قدم قدم پر آزمائش

تھی۔

ماں بیٹا کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ اہم بات وہ کمپیوٹرائزڈ سسٹم تھا۔ جو یوسف فیکٹریوں میں متعارف کروایا تھا۔ اور جس سے پروڈکشن کی کوالٹی اور کوانٹٹی پر بہت پڑا تھا۔ یوسف اس جاپانی فرم کے نمائندوں کا بھی ماں کو بتا رہا تھا۔ جنہوں نے ایک بڑا آرڈر دینے کا وعدہ کیا تھا۔ یہ آرڈر اگلے ماہ میں متوقع تھا۔

باتوں میں انہوں نے رابی کو بھی شامل کیا۔ بزنس ڈسکس ہوتی رہی۔ کبھی کب رابی بھی مشورہ دے دیتی "یوسف" بات چیت کے دوران بیگم نے کہا۔

"جی ممی"

"بیٹا تم رابی سے اپنا پروگرام طے کر لو۔ اب تو یہ تمہارے ساتھ زیادہ ٹرا کرے گی۔"

یوسف نے ایک نگاہ رابی پر ڈالی...... رابی پھر اس نگاہ کی حدت و شدت سے گڑ بڑا گئی۔

"یہ چھٹی بھی لینا چاہ رہی ہیں......"

"کیوں...... کب!"

بیگم نے مختصراً" فرح کی شادی کا بتاتے ہوئے اس کے دارالامان کا بھی ذکر کیا جہاں سے دونوں بمشکل جانیں اور عزت بچا کر نکل بھاگی تھیں۔

یوسف اسے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے بولا "خاصی بہادر ہیں۔ جان بھی......"

"سر پر پڑے تو سب کچھ آ جاتا ہے سر......"

"ہاں...... بے چاری لڑکی۔" بیگم بولی......

کچھ دیر یہی باتیں ہوتی رہیں۔ یوسف کو رابی کے والدین کے متعلق بھی کچھ چلا۔ رابی کے ناخوشگوار ماضی سے بھی آگہی ہوئی۔

پھر

"یوسف نے رابی کو ہفتہ اتوار فارغ کرنے کے لئے اپنا شیڈول کچھ بدلا......

رابی نے شکریہ ادا کیا......

اس کے اٹھ کر جانے سے پہلے یوسف ممی سے بولا "ممی مس رابی احتشام

بھی سیکرٹری اور ذہین لڑکی ہیں......"

"شکریہ" رابی خوش ہو گئی

"لیکن یاد رکھئے مس رابی۔ میں وقت کا بہت پابند ہوں" وہ شوخی سے مسکرایا۔

"آئندہ آپ کو شکایت نہیں ہو گی سر" وہ بولی

"کیوں کیا بات ہے" ممی نے پوچھا تو یوسف نے اس دن کی تاخیر والا واقعہ ممی کو بتا دیا۔

ممی خوش دلی سے بولی "آئندہ ایسا نہ ہو رابی......"

"جی نہیں ہو گا...... مجھے نوکری کرنا ہے اور نوکری کا ضرورت مند ایک غلطی کا بار بار اعادہ نہیں کرتا......"

ماں بیٹا خوش ہو گئے۔

رابی جمعرات کی شام ہی فرح کے پاس چلی گئی۔ اس رات دونوں ڈیڑھ دو بجے تک جاگتی رہیں۔ گزری باتیں دہراتی رہیں۔ کن کن مرحلوں سے گزر کر وہ یہاں تک پہنچی تھیں۔ سب کچھ یاد آتا رہا۔

جمعہ کی شام کو رسم نکاح اور رخصتی تھی۔ جہیز کی چند چیزیں تھیں جو پہلے ہی ریاض کے ہاں پہنچا دی گئیں تھیں رابی نے بھی کافی ضرورت کی چیزیں اس کے لئے اپنی تنخواہ میں سے خریدی تھیں۔

نکاح کے وقت ریاض کے چار پانچ دوست اور ان کی بیویاں آئے تھے۔ دو تین محلے کی عورتوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ چائے کا بندوبست رابی نے خود کیا تھا۔ یہاں وہ فرح کی بہن بن کر سارے انتظامات کر رہی تھی۔ فرح کو دلہن بھی اس نے بنایا۔ خوبصورت عروسی جوڑا تو وہ خرید لائی تھی۔ لیکن کوئی زیور نہ خرید سکی آرٹیفشل جیولری ہی لے سکی۔ کانچ کی ہاتھ ہاتھ بھر چوڑیاں بھی فرح کو پہنا دیں۔

فرح دلہن بن کر بہت ہی پیاری لگی۔ روپ زیور اور کپڑوں سے کم' اندر کی خوشی اور طمانیت سے زیادہ آتا ہے۔ آج فرح قانوناً" اور مذہباً" ریاض کی ہو رہی تھی' اس ریاض کو جو اس کے سکھ دکھ کا ساتھی تھا۔ وہ ریاض جو اس کی برسوں کی چاہت کا نام تھا۔ ہ ریاض جو اس کا اس وقت بھی رکھوالا اور محافظ تھا۔ جس وقت ان میں رشتوں کا رھن تھا ہی نہیں۔ خوشی اور سرمستی کے چشمے فرح کے اندر پھوٹ رہے تھے۔ اس

وقت اسے اپنے ماں باپ بھی یاد آئے دنیا میں تنہا ہونے کے دکھ سے بھی دو چار ہو
لیکن اس دکھ نے سکھ میں مل کر ایسا امتزاج پیدا کیا کہ فرح پر ٹوٹ کر روپ آیا۔
رخصت ہوتے وقت فرح سب سے ملی۔ محلے والوں نے دعائیں دیں۔
رابی سے گلے ملی تو رونے لگی۔
لیکن
رابی کھلکھلا کر ہنس پڑی بولی "بھئی روتی کیوں ہو۔ تم سے پہلے تو مجھے تمہا
گھر پہنچنا ہے۔ ریاض کی بہن ہوں نا۔ تمہارا استقبال میں ہی تو کروں گی۔ یاد رکھ
ہوں تمہاری......"
"اس کی باتوں پر فرح مسکرا دی۔ واقعی رابی کو فرح کے پہنچنے سے پہلے ریاض
گھر پہنچنا تھا۔ وہاں اس کا اسی نے تو استقبال کرنا تھا۔
شادی کے دو دن خوب ہلا گلا رہی۔ دعوت ولیمہ ریاض نے چند دوستوں کو ا
بیویوں سمیت چھوٹے سے ہوٹل میں دی.....
رابی نے فرح کا گھر جتنی چیزیں تھیں سیٹ کر دیا تھا۔ زندگی شروع کر
ضرورت کی تقریباً ساری چیزیں ہی تھیں۔ رابی نے نیت کر لی تھی۔ کہ وہ ہر ماہ اپنی
میں سے فرح کے لئے کوئی نہ کوئی شے خریدتی رہے گی۔ آخر اتنی زیادہ تنخواہ کا ا
کرنا بھی کیا تھا۔ ویسے فرح نے نوکری نہیں چھوڑی تھی۔ اسے جاری رکھنے کا بھی
تھا..... ریاض کی تنخواہ بھی کچھ بڑھ گئی تھی۔ زندگی بہت زیادہ آسائش کے ساتھ
سہولت کے ساتھ گزاری جا سکتی تھی۔
وہ دونوں خوش تھے ایک دوسرے کو پا کر اتنے خوش جیسے ہفت اقلیم کی دول
لگ گئی ہو۔ خوشی ہی سب سے بڑی چیز ہے۔ دھن دولت ہو۔ چین اور خوشی نہ
بھی بات نہیں بنتی۔ خوشی ہو تو اس کی پھوٹتی نورانی کرنوں میں زندگی کی راہیں
مسکراتی اور جگمگاتی لگتی ہیں۔ دھن دولت ثانوی شے ہو جاتے ہیں۔
اگلے دن رابی واپس پیلس آ گئی اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی ذہنی بوجھ
چھٹکارا مل گیا ہو وہ ہلکی پھلکی ہو گئی ہو۔ بے غم اور پر سکون ہو گئی ہو۔ فرح اور ر
خوشیوں سے بھی وہ خوش اور مطمئن تھی۔
اب وہ اطمینان سے انعام پیلس میں رہ سکتی تھی اور کام کر سکتی تھی۔

واپس آ کر اس نے شادی کی روداد منصورہ کو سنائی سمیرا سے ملاقات ہوئی اور اسے
ی پورا قصہ سنایا۔ سب رابی کے کردار کی عظمت کی معترف تھیں کہ غیر ہوتے ہوئے
ی اس نے اپنائیت کا حق نبھایا۔
اس رات
وہ داؤ جی کے پاس بھی بیٹھی باتیں کرتی رہی۔ فرح اور ریاض کے متعلق انہیں
ی بتایا۔ اپنی آپ بیتی بھی سنائی داؤ جی نے اسے بہت پیار کیا۔ بڑی دعائیں دیں۔
"بیٹی دوسروں کے کام آنے والے لوگ اللہ کو بہت پیارے ہوتے ہیں۔ اس کا
جر تمہیں وہی دے گا۔
"داؤ جی" رابی مسکرائی۔ "اللہ میاں نے تو اتنا کچھ دے دیا ہے کہ میں نے کبھی
سوچا بھی نہ تھا۔"
"وہ رازق ہے بیٹی۔"
"داؤ جی۔ جن حالات سے میں دو چار تھی کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ حالات پلٹیں
گے۔ اور پلٹیں گے بھی اس طرح۔ دیکھیں نا یہ نوکری....."
"ہاں بیٹی تیرا نصیب اچھا تھا۔ تیری نیت اچھی تھی خدا نے تجھے اجر دیا۔ تو بہت
اچھی جگہ پر آ گئی ہے زندگی سنور جائے گی تیری....."
"آپ کی دعاؤں کی طالب ہوں داؤ جی....."
"اللہ مالک ہے وہی حافظ و ناصر ہے۔"
رات رابی بیڈ پر لیٹی تو متحرک فلم کی طرح اپنی بیتی زندگی اس کی آنکھوں میں
ہرانے لگی۔ ماں باپ سعودی عرب والا گھر روپیہ پیسہ۔ ماں باپ کی محبت' پھر وہ تباہ کن
حادثہ' دارالامان..... وہاں سے فرار..... اور پھر کئی سال اس کمرے میں فرح کے سنگ بیتے
ہوئے.....
ایک کمرے کے گھر سے
انعام پیلس تک کا سفر تو کل ہی کی بات تھی۔
وہ دیر تک جاگتی رہی اور سوچتی رہی..... انعام پیلس کی سوچوں کے حوالے سے
اس کے ذہن میں یوسف انعام کی شبیہہ لہرانے لگی۔
پہلے وہ کچھ گھبرائی..... پھر اپنی ہمت مجتمع کی اور خود ہی بڑبڑائی۔ "میں خوفزدہ کیوں

ہو جاتی ہوں یوسف انعام کے خیال سے..... ایسی کوئی بات نہیں.... بات صرف یہ ہے
میں حسن پرست ہوں اور چونکہ یوسف بے حد شکیل نوجوان ہے اس لئے مجھے پسند ہے
صرف حسین ہی نہیں ٹیلنیٹڈ بھی ہے اس لئے مجھے پسند ہے اور کوئی بات نہیں....."

وہ فطرتاً" حسن پسند تھی۔ ہر خوبصورت چیز اس کی توجہ کھینچ لیتی تھی
دارالامان میں اسی لئے اس کی خوبصورت باجیوں سے دوستی تھی۔ فرح بھی پہلی ہی
میں اسے اس لئے اچھی لگی تھی کہ وہ بے حد پر کشش نازک سی لڑکی تھی۔

اسے پھول بھی اچھے لگتے تھے۔ خوشبوؤں سے بھی عشق تھا۔ خوبصورت
شاندار لباس سب پسند تھے۔

"بالکل اسی طرح" وہ بڑبڑائی یوسف انعام بھی مجھے پسند ہے اور کچھ
نہیں....."

وہ دیر تک ایسی ہی باتیں سوچتی رہی۔

"میں صرف اس کے حسن اور ٹیلنٹ سے مرعوب ہوں۔" اس نے فیصلہ کن
انداز میں کہا۔

لیکن

اس نے یہ نہیں سوچا کہ آخر یوسف انعام کے متعلق یہ ساری وضاحتیں
آپ کو کیوں دیتی رہتی ہے۔

چاندنی کا فسوں خیز غبار بلند و پست پر چھایا ہوا تھا۔ پرندے گھونسلوں میں گھس چکے
تھے۔ پودے، بیلیں درخت سب سحرزدہ سے نظر آ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا چاندنی کے سحر
کے اسیر ہیں۔ کبھی کبھی ہوا چپکے چپکے انہیں چھیڑتے گزر جاتی تو سکوت میں مترنم سی
سرسراہٹیں بکھر جاتیں۔ رات ابھی زیادہ تو نہیں بھیگی تھی لیکن اس طرف مکمل خاموشی
تھی۔ حوض کا پانی چاندنی میں چاندی کے تھال کی طرح لگ رہا تھا۔ اور کناروں پر رکھے
خوبصورت پودے اس آئینے میں اپنا عکس دیکھ دیکھ کر اپنے ہی حسن سے متاثر نظر آ رہے
تھے۔ مرمریں بنچ جو چمن میں اور حوض کے کنارے رکھے تھے وہ بھی بڑے پراسرار لگ
رہے تھے۔

رابی کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر منصورہ کے پاس بیٹھی رہی تھی۔ پھر سونے کا موڈ
نہیں بنا تو راہداری کے اس طرف چلی آئی۔ سوئمنگ پول اور لان کا کچھ حصہ شیشے کی
دیوار سے نظر آتا تھا۔ رابی اکثر دلفریب نظاروں سے محظوظ ہونے کو یہاں آ جایا کرتی تھی
اور کتنی کتنی دیر شیشے میں سے خوبصورت پر فضا چمن اور چاندی کی طشتری ایسے حوض کو
تکا کرتی تھی۔ یہ اس کا مشغلہ سا بن گیا تھا۔ دل اداس ہوتا یا بے طرح تنہائی محسوس کرتی
تو یہاں آ کھڑی ہوتی۔ گھنٹوں نظاروں سے لطف لیتی۔ اس نے تو ان نظاروں کو اپنی
تنہائیوں کا رفیق بنا لیا تھا۔

اس دن بھی وہ بڑی محویت سے چاندی کے پھولوں اور پتوں سے گھری طشتری کو
تک رہی تھی۔ انہیں دیکھتے دیکھتے من جانے کن فضاؤں میں ہلکورے لے رہا تھا۔ کسی
ساتھی کی شدید طلب محسوس ہو رہی تھی۔ یہ ساتھی اسے منصورہ میں ملتا تھا نہ داؤ جی
میں۔ بس اک کسک سی محسوس ہوتی تھی۔ وہ اتنی بچی نہ تھی جو اس کسک کا تجزیہ نہ کر
پاتی...... لیکن کرتی بھی کیا۔ ہیولوں کو پکڑا کہاں جا سکتا ہے۔ خوشبوئیں مٹھی میں کب
قابو آتی ہیں خیال کوزوں میں کہاں بند ہوتے ہیں۔

وہ اب بھی کچھ ایسی ہی سوچوں میں گھری تھی جو گرفت میں نہ آنے والی تھیں۔

"ہیلو......" اک بھاری مردانہ آواز ابھری۔ ایک لمحہ کو رابی کو یوں لگا جیسے اس
کی سوچوں نے گویائی پا لی ہے۔ کسی نے اس کو من کے اندر سے پکارا ہے۔ اسی لئے تو
اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔

"مس احتشام......" دوبارہ پکارے جانے پر وہ ایک دم پلٹی

یوسف انعام سیڑھی کے آخری زینے پر کھڑا اس کی محویت کو بڑے شوق سے میں تک رہا تھا۔

"اوہ....... آپ......." وہ ایک دم گڑ بڑا گئی۔

"کیا ہو رہا ہے" وہ اتر کر اس کے سامنے آ گیا۔

"جی کچھ نہیں......."

"نظارہ دلفریب ہے"

"جی سر۔ بہت خوبصورت ہے یہ سوئمنگ پول۔ چاندنی میں اور بھی خوبص لگ رہا ہے۔ نیند نہیں آ رہی تھی میں ادھر چلی آئی۔ یہاں سے باہر کی فضا کا نظا مجھے اچھا لگتا ہے......."

"اس فضا میں جا کر گھومنا پھرنا تو صرف نظارہ کرنے سے کہیں زیادہ اچھا لگ ہے"

"جی"

"میرا مطلب ہے آپ پسند کریں گی کہ اس فضا میں گھومیں پھریں......."

وہ چند لمحے چپ رہی

پھر

سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولی "سر وہ علاقہ آپ کا ہے۔ ہر کوئی ادھر نہیں جا سک

"آپ کو پسند ہو، تو جانے کی اجازت دی جا سکتی ہے"

"جی"

"ہاں۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں....... جہاں تک میں نے محسوس کیا ہے آپ میری طرح بیوٹی ایڈمائرر رہیں۔ اور میرے خیال میں ایسے انسان کو فضا کے حسن شیشے کی دیوار الگ کر دے ظلم والی بات ہے۔

وہ دھیرے سے مسکراتے ہوئے بولی "ایسی کوئی بات نہیں سر۔ سب کچھ تو نظ ہے۔ مجھے دیکھنا اچھا لگتا ہے بس......."

"یوسف نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف یہی کہا "یہیں ٹھہریے میں ابھی آتا ہوں" خود قدم بڑھا کر زینے کی طرف چلا گیا۔

رابی کچھ حیران کچھ پریشان اور کچھ من ہی من میں لڈو پھوٹنے کی سی کیفیت سے

چار اسے جاتے دیکھنے لگی۔

رابی کو یہاں آئے تیسرا مہینہ جا رہا تھا۔ اس کی جاب پرمانینٹ بھی ہو گئی تھی۔ اور وہ یہاں ایک رکن کی حیثیت سے سیٹ بھی ہو گئی تھی۔ ریاض اور فرح اپنے گھر میں خوش باش تھے۔ رابی نے انہیں سیٹل کرنے میں کافی حصہ لیا تھا۔ اب وہ ان کی طرف سے مطمئن تھی۔

یوسف انعام کے ساتھ اس نے پورے دو مہینے کام کیا تھا۔ یہ تجربہ اس کے لئے کسی طور صرف خوشگوار نہیں تھا۔ کام وہ بڑا سختی سے لیتا تھا۔ ایک وقت میں اگر وہ نرمی دکھاتا تو دوسرے وقت اتنی سختی کہ وہ دل برداشتہ سی ہو جاتی۔

اب وہ پھر بیگم انعام کے ساتھ منسلک تھی۔ جاپانی فرم والا پراجیکٹ چل پڑا تھا۔ اسے یوسف خود سنبھال رہا تھا۔

یوسف کے ساتھ کام کر کے اسے ایک فائدہ ہوا تھا کہ اسے ملازمت کے آداب صحیح طور پر آ گئے تھے۔ اور نوجوانی کی جذباتیت کو وہ بھی جان گئی تھی۔ وہ کچھ زیادہ ہی حقیقت پسند ہو گئی تھی۔ یا یوسف کے رویے نے اسے حقیقت پسندی کا درس دیا تھا۔ بہرحال وہ سٹینڈرڈ اور سٹیٹس کے فرق کو جان گئی تھی۔

پھر بھی

اس کے اندر ہلکی سی کشمکش کسی وقت سر اٹھا کر اسے پریشان کر دیتی۔ اسے لگتا یوسف انعام سے وہ صرف مرعوب و متاثر نہیں۔ کوئی اور بھی جذبے ہیں۔ کوئی اور بھی باتیں ہیں۔

لیکن

وہ ان جذبوں

اور

ان باتوں کا اعتراف اپنے سامنے بھی کرتے ہوئے ڈرتی تھی ہچکچاتی تھی۔

وہ یوسف کی اس وقت کی باتوں سے قدرے ہراساں بھی ہو گئی۔ اس کی واپسی کا انتظار کرتے ہوئے وہ وہیں بت کی طرح ایستادہ ہو گئی

وہ کہاں گیا تھا

کیوں گیا تھا

اور

اسے وہیں کھڑے رہنے کا کیوں کہ گیا تھا۔ وہ جان نہ پا کر کشمکش میں مبتلا
تھی۔

چند منٹوں بعد ہی لکڑی کی ریلنگ پر ہاتھ رکھے یوسف بھاری قدموں کے
زینہ اترتے نظر آیا۔ تو وہ قدرے سمٹ کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

وہ اسے دیکھ کر مسکرایا

جواباً" وہ چہرے پر شگفتہ مسکراہٹ بھی نہ لا سکی۔ صرف حیران آنکھوں سے دی

حیران آنکھیں

جن میں

حیرانیوں کو بھی حیران کر دینے کی قوت و طاقت تھی۔

یوسف آگے بڑھا اور ہاتھ میں پکڑی چابی لگا کر شیشے کی دیوار میں بنا شیشے کا در
کھول دیا۔

وہ جان نہ پائی کہ اس نے یہ بند دروازہ کیوں کھولا ہے۔

لیکن

جب

وہ بڑے شگفتہ اور مہربان انداز میں بولا "آیئے"

تو

وہ

بوکھلا گئی۔ جلدی سے اس کے منہ سے نکلا "کہاں سر۔"

"یہ حصہ دیکھ لیجئے۔ آپ کو پسند ہے نا" یوسف دروازے سے دوسری طرف جا
ہوئے بولا

وہ حیران و ششدر وہیں کھڑی رہی........

"چاندنی کے فسوں میں اس لان اور سوئمنگ پول کی خوبصورتی بہت بڑھ
ہے۔" یوسف بولا۔

وہ وہیں گنگ سی سن سی کھڑی رہی۔

"آیئے نا" یوسف اسے وہیں کھڑے دیکھ کر دروازے میں پلٹ کر بولا

"وہ۔ وہ سر۔"

"پسند نہیں آپ کو یہ جگہ"

"ہے سر۔ بہت ہے"

"تو پھر آتی کیوں نہیں۔ قریب سے دیکھئے اور اس جگہ کا حسن محسوس کیجئے۔"

وہ بے تکلفی سے اسے بلا رہا تھا۔

لیکن

وہ اپنی حیرانگی سے ہی نپٹ نہ پا رہی تھی۔ "اتنی عنائت کیوں" وہ سوچ رہی تھی۔

"مس رابی احتشام" ایک دم ہی یوسف کی آواز میں سختی ابھری۔

"جی۔ جی سر" وہ بوکھلائی

"میں آپ سے مخاطب ہوں"

"جی سر........"

"آپ نے سنا نہیں تھا۔"

"وہ سر........ آپ........"

"میں کیا........ آپ کو یہ لان اور سوئمنگ پول دکھانے کے لئے میں خاص طور پر
چابی لے کر آیا ہوں........ آپ کو یہ جگہ پسند بھی بہت ہے۔ تو دیکھنے میں کیوں ہچکچا رہی
ہیں۔"

وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ اسے حجابی نظروں سے دیکھا اور سر جھکا لیا۔

"کیوں" وہ وہیں کھڑے کھڑے بولا "مس رابی ادھر جنگلی جانور نہیں رہتے جو آپ
کو چیر پھاڑ کر کھائیں گے۔ ڈر کیوں رہی ہیں۔"

"ڈر نہیں رہی" وہ جانے کیسے مسکرائی

"تو پھر........" وہ اصراری انداز میں بولا........

"کچھ نہیں........"

"لگتا ہے آپ سیدھی زبان نہیں سمجھتیں۔"

"جی........"

"آفس میں بھی ڈانٹ کے بغیر آپ ٹھیک کام نہیں کرتیں........ کیا اب بھی مجھے
آفس والا حربہ استعمال کرنے پڑے گا"

وہ بڑی اپنائیت سے کہہ رہا تھا۔

اور

رابی

اس اپنائیت کے پس پردہ مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"مس احتشام" اچانک ہی وہ جیسے گرجا۔

"جی۔ جی سر" وہ ڈر گئی

"آپ آئیں گی یا نہیں۔" وہ اسی لہجے میں گویا تھا۔

"آتی ہوں" وہ سہم کر آگے بڑھی۔ "اتنا التفات کیوں؟ کس لئے؟" وہ اب سوچ رہی تھی۔

یوسف دروازے سے ہٹ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ وہ دروازہ پار کر کے لان آ گئی۔ اس نے دیکھا نہیں یوسف زیر لب مسکرا رہا تھا......

"آپ ضدی اور اکھڑ بچے کی طرح ہیں۔ جو ڈانٹ کی زبان کے بغیر اور کوئی ز نہیں سمجھتا" وہ اس کے ساتھ ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے بے تکلفی سے بولا۔

"نہیں سر۔ میں ضدی ہوں نہ اکھڑ"

"تو پھر کیا ہیں۔"

وہ چند لمحے رکی پھر بولی "ایک حقیقت پسند انسان۔"

چند لمحے کو یوسف بھی چپ ہو گیا۔

پھر وہ اس موضوع سے ہٹتے ہوئے بولا "آج میں اس وقت فارغ تھا۔ آپ نظارہ کرتے دیکھا تو دل چاہا کچھ دیر اس فضا میں آزادی سے سانس لیں۔ سارا دن ساری شامیں کام...... بعض اوقات جی بالکل آزاد ہو کر جینے کو چاہتا ہے......"

"جی......"

"آپ کو باتیں کرنا نہیں آتیں...... دیکھئے نا کتنا خوبصورت موسم ہے۔ چاند غبار ہر سو پھیلا ہے۔ خوشبوئیں مقید نہیں ہیں۔ ہوا کی سرسراہٹیں کتنی جاں فزا چاندنی میں پھولوں کے رنگ بدلے بدلے لگ رہے ہیں۔ پھر بھی کتنے اچھے لگ ہیں......"

وہ بڑے شاعرانہ انداز میں موسم اور ماحول کی تعریف کر رہا تھا۔ رابی دم بخو

اس کے ساتھ ساتھ قدم اٹھا رہی تھی۔

"آئیں یہاں بیٹھیں" وہ سفید لکڑی کے بنچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ جو پول کے ایک کنارے پر رکھا ہوا تھا۔

بیٹھئے......" اس نے ملائمت سے کہا۔

رابی سحرزدہ سی بیٹھ گئی۔ "یہ یوسف انعام صاحب اس پر ایکا ایکی مہربانی کیوں ہو گئے تھے۔ کیا وہ اس کی ذات میں دلچسپی لینے لگے تھے...... یا یوں ہی وقت گزاری کے لئے اسے یہاں لے آئے تھے......"

یوسف بھی اس کے قریب بنچ پر بیٹھ گیا۔ جھک کر ایک کنکر اٹھایا پھر اسے زور سے پول میں پھینکا۔

چاندی کی طشتری میں اضطراب آ گیا۔ ننھی ننھی لہریں ہلکورے لیتے ہوئے گولائی میں کناروں کی طرف بڑھنے لگیں یوں لگتا تھا۔ چاندی کے تار مضطرب ہو گئے ہیں۔

"کیسا لگا" یوسف نے پوچھا

"کیا" وہ بولی۔

"لہروں کا اضطراب" اس نے کہا۔

"خوبصورت ہلچل ہے" وہ جانے کیسے کہہ گئی۔

"ہلچل خوبصورت ہی ہوتی ہے" یوسف اس کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے بولا......

وہ سر جھکا کر کچھ مضطربانہ انداز میں بولی "اب واپس چلیں۔"

"بس اتنی دیر ہی کے لئے"

"منصورہ آپا میرا انتظار کر رہی ہوں گی......"

"کیوں ٹائم دے رکھا ہے انہیں۔"

"نہیں تو......"

"پھر جلدی کاہے کی۔ ابھی تو آپ نے یہ لان گھوم پھر کر دیکھا ہی نہیں" وہ اٹھتے ہوئے بولا "آئیں ادھر چلیں"

وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی

دونوں کچھ دیر چمن میں ٹہلتے رہے۔ پھر یوسف بولا "کسی دن آپ کو پیلس کا اصلی

سوئمنگ پول دکھاؤں گا"

"کوئی اور سوئمنگ پول بھی ہے"

"ہاں بہت بڑا' پیلس کی پشت پر۔ یہ سوئمنگ پول تو آرائشی ہے۔ وہاں سوئ
بھی کرتے ہیں"

"اچھا"

"آپ سوئمنگ جانتی ہیں۔" یوسف کے منہ سے نکل گیا۔ حالانکہ اسے ف
احساس ہو گیا کہ یہ سوال نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس کی توقع کے مطابق ہی رابی کا ج
تھا "سر زندگی کی ضرورتوں میں شوق کی فرصتیں نہیں ہوتیں۔"

"سوری" وہ جلدی سے بولا......

"کوئی بات نہیں۔"

"ویسے آپ وہ سوئمنگ پول دیکھنا پسند کریں گی۔ کسی دن دکھاؤں گا۔ ب
خوبصورت ہے"

"شکریہ"

تھوڑی دیر دونوں ٹہلتے رہے۔ پھر یوسف خود ہی واپس مڑا...... وہ اس کے سا
ساتھ چلی آئی۔

"شکریہ سر" راہداری میں آتے ہوئے رابی نے کہا۔

یوسف دروازہ لاک کر رہا تھا۔ دروازہ بند کر کے وہ مڑا اور ہاتھ میں پکڑی چا
رابی کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "یہ چابی......"

"کیا کروں"

"اپنے پاس رکھ لیں۔ جب جی چاہے اس فضا میں چہل قدمی کر لیا کریں یقینا
آپ محظوظ ہوا کریں گی"

"نہیں سر۔ یہ اپنے پاس ہی رکھئے۔"

"کیوں' پسند نہیں آئی جگہ!"

"یہ بات نہیں سر بہت خوبصورت اور سحر انگیز ہے......"

"پھر چابی لینے میں کیا اعتراض ہے"

وہ کچھ کہتے ہوئے ہچکچائی۔ تو یوسف مسکرا کر بولا "ڈانٹ کر کہوں"

وہ بلا ارادہ مسکرا دی۔ اور یوسف کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر سے چابی اٹھا لی۔ چابی اٹھاتے اس کی نرم و نازک انگلیوں کے پور یوسف کی مضبوط ہتھیلی سے چھوئے' تو اسے اپنے پورے بدن میں بجلی کی رو دوڑ جانے کا احساس ہوا۔ وہ جلدی سے شکریہ کہتے ہوئے راہداری کے اس حصے کی طرف چل دی جس میں اس کی رہائش تھی۔

رات اس کے لئے بڑی ہی رنگین و حسین تھی۔ بند آنکھوں میں روپہلے سنہری خواب اترتے رہے۔ یوسف انعام کی یہ عنائت یہ نوازش اس کی پسند کی مظہر تھی۔

تو

کیا

اس نے اسے چن لیا تھا۔ کیا وہ اس کے دل میں اتر گئی تھی۔ کیا اب اسے اپنے آپ کو وضاحتیں دینے کی ضرورت نہ رہی تھی۔ سوچوں کے جن نتیجوں کو اخذ کرتے ہوئے وہ گھبراتی تھی۔ آپوں آپ ہی اس کے سامنے آ گئے تھے۔

رات بھر وہ سوتے جاگتے میں سرور و مسحور کن خیالوں میں بٹتی رہی۔

صبح اٹھی

تو

وہ شاداں و فرحاں تھی۔ سرہانے قفل کی وہ چابی رکھی تھی جسے یوسف نے اپنے ہاتھوں سے کھولا تھا۔

دوسری رات وہ خود ہی دروازہ کھول کر لان میں چہل قدمی کرنے کے لئے چلی گئی۔ موسم آج بھی فسوں خیز تھا۔ چاندنی آج بھی ہر سو پھیلی تھی اور ہواؤں کی سرسراہٹوں میں آج بھی خوشبوئیں بسی تھیں

لیکن

آج اسے یہاں کچھ بھی تو اچھا نہ لگا...... وہ حوض کے کنارے بیٹھ گئی۔ بڑا سا کنکر اٹھا کر پانی میں دے مارا۔ چاندی کا طشت آج بھی مضطرب ہو گیا۔ چاندی تاریں بن کر بکھر گئی۔ لیکن رابی کو کوئی لطف نہ آیا۔

کیا سارا لطف و انبساط یوسف انعام کی شخصیت کی وجہ سے تھا؟

اس نے بڑی بے تکلفی سے اپنے آپ سے سوال کیا۔

اثبات کے سوا اور کیا جواب تھا۔

دوسرے پھر تیسرے اور چوتھے دن بھی وہ وہاں گئی۔ لگتا تھا سارے مناظر اپنا ر
کھو چکے ہیں ان کے روپ کی تحریک تو یوسف انعام کی ذات تھی۔

یہ بات حقیقت بھی تھی۔ لیکن رابی اس حقیقت کا اعتراف کرنے کے با
کتراتی بھی تھی۔ کہاں وہ اور کہاں یوسف انعام...... اس کے ذرا سے التفات نے
کی سوچوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔ یہ اس کی غلطی تھی۔

اس نے اس غلطی کو جانتے ہوئے اپنے آپ کو کئی بار ڈانٹا۔ وہ کوئی سولہ ستر
الھڑ اور نادان لڑکی نہیں تھی...... وہ تو اس عمر میں بھی تجربات و حادثات کی زد میں
پختہ ہو گئی تھی۔ اب تو خوب میچور تھی زمانے کو بڑے قریب سے دیکھا تھا۔ تلخیاں
تھیں مشکل دور گزارا تھا۔ اپنے آپ کو حقیقت پسند بھی سمجھتی تھی۔ پھر ایسی سوچا
کیا جواز......

وہ کئی دن اپنے آپ سے الجھتی رہی ٹکراتی رہی سمجھاتی رہی

اور

جب

کئی دن کی کاوش کے بعد وہ اپنے اندر کی الھڑ اور نادان لڑکی کا گلا گھونٹ کر
خطوط پر سوچنے والی میچور جوان لڑکی بنی' تو اسی دن اسے یوسف نے بلا بھیجا۔

اس دن چھٹی تھی۔ بڑی نشیلی صبح بیدار ہوئی تھی۔ جاتی سردیوں اور آتی بہار
درمیانی عرصہ تھا۔ دھوپ میں چمک تھی لیکن حدت نہیں تھی۔ آسمان پر کئی دنوں
بادل منڈلاتے پھر رہے تھے۔ جس سے فضا میں خنکی آ گئی تھی۔

وہ رات کا لباس تبدیل کر چکی تھی اور ناشتے سے فارغ ہونے منصورہ کے
پہنچی تھی کہ ملازم نے آ کر بتایا یوسف انعام اسے بلا رہے ہیں۔

"وہ کہاں ہوں گے" رابی نے پوچھا

"اپنی پچھلی بالکنی میں ہیں"

"اچھا میں تھوڑی دیر میں آتی ہوں"

نوکر چلا گیا۔ اس نے جلدی جلدی ناشتہ کیا اور یوسف کے کمروں کے پشت
بالکنی کی طرف چل دی۔

وہ وہیں تھا۔

"سر آپ نے مجھے بلایا" وہ بالکنی میں آتے ہوئے بولی۔

"ہاں......" یوسف مڑا۔

"جی کہئے"

"کوئی دفتری کام نہیں ہے"

"تو......"

"اس رات میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا نا کہ پیلس کا سوئمنگ پول آپ کو
دکھاؤں گا۔ اتنے دن فرصت ہی نہ ملی۔ آج فارغ تھا سوچا وعدہ پورا کر ہی دوں۔"

کوئی ایسا ضروری بھی نہیں تھا سر......" وہ جیسے التفات کے سامنے سینہ سپر تھی۔

"آپ دیکھیں گی تو پسند کریں گی۔ میرا سوئمنگ پول تو بس ایسے ہی ہے......
آپ جاتی ہیں ادھر......"

"جی کسی کسی دن......"

"روز بھی جا سکتی ہیں چہل قدمی کے لئے اچھی جگہ ہے"

وہ کچھ نہیں بولی۔

یوسف اسے ساتھ لے کر پچھلے گول زینے سے نیچے اتر گیا۔ پائیں باغ سے گزر کر
دونوں پیلس کے سوئمنگ پول کی طرف آ گئے۔

یہ پول واقعی بہت بڑا اور خوبصورت تھا۔ نیلا صاف و شفاف پانی ٹھہرا ہوا تھا......
اردگرد خوبصورت ملکی اور غیر ملکی پودے لہرا رہے تھے...... فرش چکنا اور ہموار تھا۔
اندر اترنے کے لئے ایک طرف سیڑھیاں بھی تھیں۔ ایک کنارے پر باتھ روم بنے
تھے۔ دوسری طرف شیشے کی دیواروں والے دو کمرے تھے۔ جگہ جگہ رنگین کرسیاں اور
دھوپ سے بچنے کے لئے رنگین چھتریاں تنی تھیں۔ جا بجا مرمریں بنچ بھی تھے۔

یوسف انعام اس دن رابی کو گھنٹہ بھر سیر کراتا رہا......

"مجھے گھوڑوں کا بھی شوق ہے۔ کسی دن آپ کو اپنا اصطبل دکھاؤں گا" یوسف نے
واپس آتے ہوئے رابی سے کہا۔

"ضرور" وہ مروتاً" بولی۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ ایسی قربتیں اسے مہنگی پڑیں گی۔

"منصورہ آپا"

"جی"

"کیا بات ہے۔ ان دنوں انعام پیلس میں بڑی ہلچل ہے۔ آپ بھی کچن سٹاف کے ساتھ ہر وقت مصروف رہتی ہیں......"

"تمہیں نہیں پتہ"

"کیا"

"بیگم انعام صاحب کی شادی کی سالگرہ جو ہے چند دنوں میں"

"تو یہ اس کے لئے تیاریاں ہو رہی ہیں"

"اور کیا۔"

"بہت اہتمام سے مناتے ہیں"

"اس دفعہ تم بھی شریک ہو گی دیکھنا۔ کیا شان ہوتی ہے اس تقریب کی"

"دولت کے کھیل ہیں سب"

"بالکل...... پورا خاندان اکٹھا ہوتا ہے۔ امریکہ اور لندن سے ان کے بچے عزیز شرکت کے لئے خاص طور پر آتے ہیں۔"

"اس دفعہ بھی آ رہے ہیں"

"ہاں ان کا بڑا بیٹا تسمان اور ان کے بیوی بچے تو آج شام کی فلائٹ سے پہنچ رہے ہیں۔ بیٹی مونا کل کی پنڈی آ چکی ہے"

"پنڈی"

"ہاں اس کے سسرال پنڈی میں ہیں۔ بہت پیاری لڑکی ہے۔ وہ بھی شاید کل تک آ جائے"

"اس کے سسرالی عزیز بھی آئیں گے"

"ظاہر ہے۔ بہت لوگ جمع ہوتے ہیں۔ بچے تو اور کسی تقریب پر آئیں یا نہ۔ لیکن

اینورسری میں ضرور شریک ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ تو صرف دو تین دن ہی رکتے ہیں۔"

"اتنی دور سے آ کر؟"

"حیرانی کی کیا بات ہے امریکہ ان کے لئے دور تھوڑا ہی ہے۔ ان کے چکر لگتے ہی رہتے ہیں۔ تم حیران ہو گی تسمان کی شادی پر بیگم صاحبہ اور صاحب کا ایک پیر یہاں ہوتا تھا ایک وہاں۔ اس کی بیوی بیگم صاحبہ کی بھانجی ہے۔ وہ لوگ امریکہ ہی میں سیٹل ہیں۔ بارات بھی امریکہ گئی تھی۔ اور ولیمہ یہاں ہوا تھا۔

زیور کپڑا سب بہو کی خوشی اور مرضی سے بنوایا تھا۔ دو دفعہ وہ آئی تھی پسند کرنے اور کئی دفعہ یہ لوگ گئے تھے چیزیں پسند کروانے"

"واہ......"

"بھئی اتنی دولت ہے آخر کہاں خرچ کریں گے"

"واقعی منصورہ آپا......"

رابی اور منصورہ کچھ دیر باتیں کرتی رہیں...... رابی نے تجسس سے پوچھا "سب ملازموں کو بھی مدعو کرتے ہیں"

"اے نہیں صرف ہم لوگوں کو"

"ہم بھی تو ملازم ہی ہیں"

"یہاں کوئی حیثیت بھی تو ہے۔ باقی محل کے بیسیوں خادم نوکر چاکر ہیں۔ وہ تو تقریب میں موجود ہوتے ہی ہیں۔ بلاوا صرف ہمارا تمہارا آئے گا......"

"میں اپنی زندگی میں پہلی تقریب دیکھوں گی"

"لطف آئے گا...... دولت کے کرشمے دیکھ کر"

رابی چپ ہو گئی پھر چند لمحے کچھ سوچتی رہی اور بولی "آپا ہمیں بیگم صاحبہ کے لئے کوئی تحفہ تو لینا ہی ہو گا"

منصورہ ہنس کر بولی "نہیں...... بیگم صاحبہ تحفہ نہیں لیتیں۔"

"کیوں"

"بس۔ یہاں رواج ہی نہیں تحفے لینے کا۔ تقریب میں شرکت کو ہی تحفہ سمجھا جاتا ہے"

"ہوں" رابی نے کندھے اچکائے۔ "یہ کیسی تقریب ہے جو تحفہ ہی نہیں لیا جاتا۔

اپنے ہم پلہ لوگوں سے تو ضرور لیتی ہوں گی"

"پتہ نہیں۔ ہم لوگوں سے تو نہیں لیتیں۔ پہلے ہی کھلا دیا جاتا ہے۔ ہمیں ا
کیا؟"

"واقعی"

رابی منصورہ آپا کے ساتھ ناشتہ کر رہی تھی۔ ناشتے کے بعد اسے ڈھیر
کاغذات ٹائپ کرنا تھے۔ یہ کام دو تین دن میں ختم ہونا تھا۔

وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی...... چند لمحے وہاں ٹھہری پھ
والے کمرے میں آ گئی۔ جہاں ٹائپ رائٹر اور کمپیوٹر وغیرہ رکھے تھے۔

وہ جلد ہی کام میں مصروف ہو گئی......

دوسرے دن بھی چھ گھنٹے مسلسل کام کیا

اور

اس سے اگلے دن بھی وہ صبح صبح ناشتے کے بعد ٹائپ مشین پر آ بیٹھی۔
انہماک سے اپنے کام میں مصروف تھی۔ آج اس نے سارا کام ختم کرنے کا تہیہ کر

اچانک ہی دروازے پر دستک ہوئی

"کون" اس نے ادھ کھلے دروازے کی طرف دیکھے بغیر پوچھا

"اندر آ سکتا ہوں" یوسف انعام دروازے میں کھڑا تھا۔

وہ گڑبڑا سی گئی۔ گھبرا کر اٹھی اس کے کئی کاغذ پھسل کر کارپٹ پر جا گرے۔

یوسف انعام مسکراتے ہوئے آگے بڑھا "بیٹھئے بیٹھئے۔"

وہ کھڑی رہی

"یہ آج کے دن ٹک ٹک سے کیا کان پھاڑ رہی ہیں ہمارے" وہ مسکرا۔
بولا۔

رابی نے چند قدم کے فاصلے پر کھڑے یوسف انعام پر ایک نگاہ ڈالی ا
جھکاتے ہوئے بولی "کام کر رہی تھی۔"

"وہ تو میں دیکھ ہی رہا ہوں......" وہ بولا "لیکن آج تو چھٹی کا دن
جانتی نہیں کہ آج آپ کی میڈم اور سر کی ویڈنگ اینورسری ہے......"

"سر وہ تو ہے لیکن چھٹی تو میں نے کسی کی نہیں دیکھی۔ سبھی کام میں

سامنے کچن سٹاف سبھی مصروف کار ہیں۔ ڈرائیور اندر باہر بھاگم بھاگ آ جا رہے ہیں۔
ب کیپر ڈیوٹی پر ہیں اور......"

وہ اس کی بات کاٹ کر جلدی سے بولا "آپ اپنے آپ کو ان سے کیوں ملا رہی
ں...... آپ کا کام ان سب سے مختلف ہے"

"کام تو ہر آدمی کا دوسرے سے مختلف ہے سر۔ مشترکہ بات تو یہ ہے کہ ہم سب
یڈم سے اپنے کاموں کی تنخواہ لیتے ہیں۔ کوئی زیادہ کوئی کم...... اگر اور لوگ اپنا کام کر
ہے ہیں تو مجھے بھی اپنا کام کرنا چاہئے......"

"اس کی بات ختم ہوتے ہی یوسف نے ہلکی سی تالی بجا کر کہا "ویری گڈ۔ مس رابی
حشام۔ مجھے کہنے میں کوئی عار نہیں کہ آپ بعض اوقات مجھے لاجواب کر دیتی ہیں۔ آپ
کافی ذہین ہیں۔ اور ذہانت مجھے بہت پسند ہے"

رابی نے جھکی گردن اٹھا کر یوسف کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

"شکریہ سر۔"

"اوکے" وہ بولا "آپ اپنا کام جاری رکھئے...... میں چلتا ہوں......"

وہ مڑا

لیکن پھر پلٹ کر بولا "مس رابی"

"جی سر۔"

"آج رات آپ فنکشن میں شریک ہو رہی ہیں نا"

"یس سر...... میرا انویٹیشن ہے"

یوسف نے ہلکا سا سر خم کیا اور باہر نکل گیا۔

رابی دھم سے کرسی پر بیٹھ گئی...... لیکن اب اس کا ٹائپ کرنے کا موڈ قطعی نہیں
تھا۔ اس نے جلدی سے گرے ہوئے کاغذ سمیٹے۔ انہیں اکٹھا کیا چیزیں اپنی جگہ پہ رکھیں
اور اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

اپنے سراپا کو گہری گہری نظروں سے دیکھنے لگی "میں کیسی لگ رہی تھی؟" اس نے
اپنے آپ سے پوچھا "ایک دم خوبصورت" وہ خود ہی بولی۔

"یہ یوسف انعام کیوں آ گیا تھا؟"

"ادھر سے گزرا ہو گا"

"اوں ہوں۔ دانستہ آیا......"

"نہیں اب بات اتنی بھی نہیں بڑھی کہ وہ مجھے ڈھونڈتا چلا آئے"

"بڑھی ہے یا نہیں کچھ ہے ضرور......"

اپنی اس سوچ پر اس نے خود ہی قہقہ لگایا۔ پتہ نہیں یہ قہقہ پر مسرت تھا استہزائیہ۔ ان دنوں وہ اکثر اپنے آپ سے کبھی بے ربط، کبھی بے ڈھنگے اور کبھی بامق سوال کیا کرتی تھی۔ یوسف انعام سے اس کا روز سامنا نہیں ہوتا تھا۔ اس دن سوئمنگ پول دکھانے کے بعد اس نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اندر ہی اندر اس مایوس بھی ہو گئی تھی۔ اس نے اپنا اصطبل دکھانے کا وعدہ بھی پورا نہیں کیا تھا......

لیکن

آج

وہ اچانک ہی اس کے پاس چلا آیا تھا...... کتنی خوش کن بات تھی۔

کیا اس خوش کن بات سے اسے صرف خوش ہونا چاہئے تھا؟

یا

اس سے بھی بڑا کوئی اور مسرت آفرین مقصد اخذ کر لینا چاہئے تھا؟

اپنے آپ سے سوال و جواب کرنے کے باوجود وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکی۔

رابی ڈریسنگ ٹیبل سے ہٹ کر بیڈ کے کنارے آ بیٹھی۔ من گنگنا رہا تھا۔ یو یوں ہی چلا آیا تھا یا بطور خاص اسے دیکھنے آیا تھا۔ وہ آیا تو تھا۔

یہ کیا کم خوشی کی بات تھی۔

وہ جانے کیوں اپنے آپ پہ اترانے لگی۔

لیکن

جلد ہی وہ سنبھل گئی۔

وہ بیڈ کے کنارے سے اٹھی۔ اور رات فنکشن میں پہننے کے لئے کپڑوں کا ا کرنے لگی۔ اس نے تین نئے جوڑے خریدے تھے۔ انہیں میں سے ایک منتخب کرنا یہ جوڑے بیش قیمت نہیں تھی۔ اچھی تراش خراش کے بوتیک سے خریدے ہ کپڑے تھے۔ ایک پر سندھی کڑھائی اور شیشے کے کام کا گلا بنا ہوا تھا۔ دوسرے پر ڈ لگی تھی۔ اور تیسرا سادہ کڑھائی کا سوٹ تھا۔ اس نے ہینگروں میں لٹکے تینوں جوڑے

کر بیڈ پر پھیلا دئے۔ پھر ایک ایک جوڑا اپنے ساتھ لگا کر آئینے میں دیکھا۔ سندھی کام والا جوڑا رات کے وقت پہننے کے لئے ڈارک رنگ کی وجہ سے موزوں لگا......

"یہ ٹھیک ہے" اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ پھر خود ہی بولی "آج تو لوگ قیمتی سے قیمتی ملبوسات پہن کر جشن میں شریک ہوں گے۔ اپنی کیا حیثیت......"

پھر

اسے افسوس بھی ہوا۔ اتنے ڈھیر سارے پیسے بنک میں جمع ہیں۔ کیا تھا اپنے لئے کوئی بیش قیمت ساڑھی یا ڈریس لے ہی لیتی۔ لوگوں سے ملتے وقت احساس تو نہ ہوتا کہ عام سے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔

اس افسوس کو اس نے خود ہی یہ سوچ کر رد کر دیا کہ اس کی اس محفل میں حیثیت ہی کیا ہو گی۔ کون اس کی طرف توجہ دے گا۔ کون دیکھے گا۔

دل نے ہولے سے کہا "یوسف"

او نہ ایسے ہی۔ یہ لوگ ویسے ہی طبیعت کے اچھے ہیں ملازموں پر مہربان ہیں اور بس۔

بہر حال

ادھیڑ بن ہی میں اس نے رات کے لئے اسی جوڑے کا انتخاب کر کے الماری میں کپڑے لٹکا دئے۔

دوپہر کھانے کے بعد وہ کچھ دیر کے لئے داؤ جی کے پاس آ بیٹھی...... داؤ جی سے باتیں کرنے اور ان کی باتیں سننے میں اسے بہت مزہ آتا تھا۔ وہ اسے پیار بھی تو بہت کرتی تھیں

"داؤ جی" اس نے بیڈ پر ان کے پاس بیٹھے بیٹھے کہا۔

"جی بیٹا"

"آج رات آپ بھی فنکشن میں جائیں گی نا؟"

"تھوڑی دیر کے لئے۔ مجھ سے اب زیادہ دیر بیٹھا نہیں جاتا بیگم صاحبہ اور صاحب کی خوشنودی کے لئے جاؤں گی۔ ویسے بچے بھی آ چکے ہیں ان سے بھی ملنا ہے۔ یہ تو یوسف ہے نا اسے میں نے ہی پالا ہے۔ صبح خاص یاد دہانی کے لئے آیا تھا۔ اور اس سے بڑی مونا بیٹی وہ بھی میری گود میں پلی۔ تسمان کے وقت انگریزی آیا تھی ان کے

پاس......"

"اچھا"

"ہاں"

"سب لوگ آ گئے۔"

"تسمان اور اس کی بیگم تو کل ملنے آئے تھے۔"

"آپ سے"

"ہاں۔ مونا کل رات پہنچی ہے۔ بہت پیاری بچی ہے تم ملو گی تو خوش ہو گی"

وہ باتیں کر ہی رہی تھی کہ مونا خود ہی آ گئی۔ آتے ہی وہ داؤ جی سے لپٹ
اس کے دو پیارے پیارے بچے بھی ساتھ تھے۔ جو یوسف کا ہاتھ پکڑے کھڑے تھے۔

داؤ جی نے مونا کو خوب پیار کیا...... یوسف نے دونوں بچوں کو بھی داؤ جی
آگے کر دیا۔ وہ انہیں پیار کرنے لگیں۔

یوسف رابی کو دیکھ کر بولا "میری بہن مونا ہے"

پھر مونا سے بولا "مونا یہ مما کی نئی سیکرٹری مس رابی احتشام ہیں......"

مونا بے تکلفی سے رابی سے بھی ملی۔ اس کا ہاتھ ہاتھ میں پکڑ کر تھپتھپاتے ہو
بولی "بہت کیوٹ ہو تم مما تمہاری بڑی تعریف کر رہی تھیں......"

رابی کی نگاہ یوسف کی نگاہ سے ٹکرائی۔ مونا کی بات پر وہ سرخ ہو گئی تھی یا یو
کی نگاہ ہی میں کچھ تھا۔ مونا مسکراتے ہوئے بولی "او۔ کیسے شرما گئیں۔ میری تعریف ا
تو لگی"

"شکریہ میڈم۔" وہ پلکیں بار بار جھپکاتے ہوئے بولی۔

"اوہ خدایا......" مونا ہنسی "میں میڈم نہیں ہوں۔ میرا نام مونا ہے۔ منزہ
سے سب مونا کہتے ہیں" "آپ بھی کہہ سکتی ہیں" یوسف نے مسکرا کر کہا۔

"بیٹھو میرے پاس" پیشتر اس کے کہ مونا کچھ کہتی داؤ جی نے اسے متوجہ کر لیا۔

مونا ان کے قریب بیٹھ گئی۔ وہ حال احوال پوچھنے لگیں۔ مونا بڑی محبت سے ان
باتوں کا جواب دینے لگی مونا عادت کی بہت اچھی تھی۔ غرور نام کو نہیں تھا گھل مل جا
والی تھی۔ رابی کو وہ بہت اچھی لگی۔

رات انعام پیلس پر جیسے کہکشاں اتری ہوئی تھی۔ ہر حصہ بقعۂ نور بنا ہوا

جشن کا اہتمام بیرونی باغ میں کیا گیا تھا۔ درختوں پودوں اور گملوں میں قمقموں کے ہار
جگمگا رہے تھے۔ صاف ستھری کرسیاں گولائیوں میں رکھی ہوئی تھیں۔ درمیانی چیزوں پر
کرسٹل کے گلدانوں میں پھول سجے تھے۔ ایک طرف سٹیج بھی بنا تھا...... جہاں کھانے
کے بعد گانے بجانے کی محفل سجانے کا اہتمام تھا۔ کھانے کا بندوبست محل کے دائیں
طرف کے بائیں باغ میں کیا گیا تھا۔

رابی وقت پر تیار ہو گئی۔ ہلکا سا میک اپ بھی کیا اور شیشوں لگا کڑھائی والا جوڑا
بھی پہنا۔ آئینے میں اپنا سراپا دیکھ کر اپنے اوپر پیار آ گیا۔ بلاشبہ وہ بہت کیوٹ تھی اور
معمولی سی آرائش و زیبائش سے بھی بہت خوبصورت لگنے لگی تھی......

اس نے میڈم اور سر کو تحفہ دینے کے لئے پھولوں کا انتخاب کیا تھا۔ خوش رنگ
اور معطر پھول۔ ان بے مول پھولوں کا بھلا بڑے سے بڑا تحفہ بھی مقابلہ کر سکتا تھا۔ یہ
قدرتی حسین تحفہ یقیناً میڈم کو پسند آئے گا۔

وہ ہاتھ میں پھول لئے کمرے سے نکلی تو منصورہ اسے بلانے ادھر ہی آ رہی تھی۔
اسے دیکھتے ہی بولی "ماشاء اللہ" پھر پیار سے اسے لپٹا لیا۔

"کیوں آپا" وہ مسکراتے ہوئے بولی

"بہت ہی پیاری لگ رہی ہو" آپا نے اس کو پیار کیا۔

وہ مسکرا دی۔

جب وہ دونوں پہنچیں۔ مہمان آنا شروع ہو گئے تھے۔ بیگم اور سر مہمانوں سے مل
رہے تھے۔ وہ اپنے پھول پیش کرنے کے لئے دونوں کے پاس پہنچی۔ سلام کیا مبارک دی
اور پھول پیش کئے۔

"شکریہ رابی...... بہت اچھا ہے تمہارا تحفہ......" بیگم نے پھول لیتے ہوئے
کہا۔

"واقعی...... اس موقع پر ان پھولوں سے زیادہ کوئی چیز قیمتی نہیں ہو سکتی۔ انعام
صاحب نے تعریفی انداز میں کہا "شکریہ سر" کہہ کر وہ ایک طرف ہو گئی......

وہ پچھلی کرسیوں پر جا بیٹھی...... جہاں منصورہ بیٹھی تھی۔ منصورہ ہی نے اسے
تسمان اور اس کی بیوی انجو دکھائی منزہ کا شوہر بھی اشارے سے بتایا۔

سب لوگ بہت خوش تھے۔ محفل جم چکی تھی۔ مشروبات پیش کئے جا رہے تھے۔

لوگ باتوں میں مشغول تھے ہنسیاں اڑ رہی تھیں قہقہے بعض اوقات فلک شگاف ہو
تھے۔ کچھ لوگ چل پھر رہے تھے کچھ بیٹھے تھے۔ کچھ کھڑے دائروں کی صورت باتوں
مصروف تھے۔ عورتیں سجی بنی تھیں۔ ملبوسات اور زیورات کی نمائش تھی جیسے ڈا
لشکارے لے رہے تھے۔ مردوں نے بھی بیش قیمت سوٹ شیروانیاں اور کوئی سوٹ
رکھے تھے۔

رابی گاہے گاہے منصورہ سے باتیں کر رہی تھی۔ کبھی کسی کے متعلق پوچھ
کبھی کسی پر تبصرہ کر دیتی...... دراصل اس کی نگاہیں یوسف کو تلاش کر رہی تھیں۔
جم غفیر میں اسے وہ ابھی تک نظر نہ آیا تھا۔

"آپا" لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے رابی نے ایک لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہو
کہا۔ جو بے انتہا خوبصورت تھی اور جس نے کالی لیس کالا رنگ ڈریس پہنا ہوا تھا۔ کا
اور کلائی میں ڈائمنڈ چمک رہے تھے۔

منصورہ جو ساتھ بیٹھی مسز اشفاق سے باتیں کر رہی تھی متوجہ ہوئی "کیا ہے راب

"آپا وہ لڑکی دیکھی ہے۔ اف کتنی حسین ہے"

"ہاں...... یہ سلینہ ہے"

"سلینہ کون"

"انعام صاحب کے ایک دوست ہیں لندن میں۔ ان کی بیٹی ہے خاص طور پر
فنکشن کے لئے آئی ہے۔ واقعی بے حد خوبصورت ہے"

جانے کیوں اس تعارف سے رابی کا دل کچھ اچاٹ سا ہو گیا۔

پھر

تھوڑی دیر بعد اس نے یوسف انعام اور سلینہ کو ساتھ ساتھ لوگوں میں گھو
پھرتے دیکھا۔ وہ لوگوں سے مل جل کر خوشدلی سے گپ شپ لگا رہے تھے۔ یوسف ا
کالے ڈنر سوٹ میں کتنا وجیہہ و شکیل لگ رہا تھا...... رابی اس پر بھی زیادہ دھیان
دے سکی

اس کا

تو

سارا دھیان دونوں کے رویے پر تھا۔ حرکات پر تھا۔ لڑکی یوسف کے ساتھ

چپٹی جا رہی تھی۔ کبھی دونوں ہاتھ پکڑ لیتے۔ کبھی کندھے سے کندھا ملا لیتے۔

جانے کیوں رابی سے وہاں زیادہ دیر بیٹھا نہ گیا...... وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آ
گئی...... اور اس کی آنکھوں کے گوشے آپوں آپ ہی نم ہو گئے۔

وہاں پڑے پڑے جانے کتنا وقت گزر گیا۔ یقیناً کھانا بھی کھایا جا چکا تھا۔ اور اب
محفل موسیقی بپا ہونے والی تھی۔

رابی کا دل بے طرح گھبرا رہا تھا...... دم گھٹ رہا تھا۔ اس لڑکی کا حسن جہاں سوز
اس کی دنیا جلا رہا تھا۔ وہ بے قراری سے کمرے میں ٹہلتی رہی

اور

جب کسی طور قرار نہ آیا اور دم زیادہ ہی گھٹنے لگا تو وہ شیشے کے دروازے کی چابی
اٹھا کر کمرے سے باہر نکل آئی......

چند لمحوں بعد وہ سوئمنگ پول کے پاس کھڑی تھی۔

لیکن

اچانک ہی وہ ٹھٹک گئی۔

سامنے ہی یوسف اور وہ لڑکی کھڑے تھے۔ ایک دوسرے کے قریب۔ بے حد
قریب۔ اتنے قریب کہ ایک دوسرے کی سانسوں کو بھی محسوس کر سکتے تھے۔ گو یوسف کا
انداز کچھ مزاحمتی سا تھا۔

دونوں گلے مل رہے تھے یا مل کر الگ ہو رہے تھے۔ اسے کچھ پتہ نہ چلا۔ وہ تو
جیسے پتھر کی بن گئی تھی۔ قدم زمین میں گڑ گئے تھے۔ انہیں اس حالت میں دیکھ کر وہاں
سے پلٹ بھی نہ بھاگی

بس

تکے گئی

ہونقوں کی طرح۔

خوفزدہ اور ڈری ہوئی...... پہلی بار اس نے جذبہ رقابت کی شدت کو محسوس کیا۔
وہ ایسے جذبوں سے آشنا ہی کب تھی۔ اس کی پوری زندگی مشاہدات اور تجربات کا تجزیہ
کرتے گزری تھی۔ جذبے انسان کو کمزور کر دیتے ہیں یہ اس کا تجربہ تھا۔ لیکن اب یہ
جذبہ رقابت اور اس کے پیچھے جو جذبہ تھا۔ اور اس جذبے کے پیچھے جو جذبہ تھا نجانے یہ

سلسلہ کہاں سے پھیلا ہوا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ اس وقت تو اسے صرف اور م
احساس تھا کہ دونوں کو اس حالت میں دیکھ کر اس کے اندر ان سنی سی پھنکاریں گو
ہیں۔ اسے یوں لگا یہ لڑکی اس کے لئے رقیب کا درجہ اختیار کر گئی ہے۔ ایک لمحے
نے خود کو سمجھانا چاہا کہ شاید وہ ان باتوں کی عادی نہیں اس لئے اسے عجیب سا لگا
پھر اس نے اپنے آپ کو یہ بھی سمجھانا چاہا...... کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس کا اس
کوئی تعلق نہیں۔ وہ اس گھر کی ایک ملازمہ ہے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ پچھتا رہ
کاش اس نے یہ سب کچھ نہ دیکھا ہوتا۔

ان دونوں کو شاید اس کی موجودگی کا احساس نہ ہوا

لیکن

جب ہوا

تو دونوں ایک دم الگ نہیں ہوئے۔ نہ تیزی سے نہ افراتفری سے جیسے
موقعوں پر ہوتا ہے۔

بلکہ

اس طرح آہستگی سے علحدہ ہوئے کہ لڑکی کا ہاتھ یوسف کے کندھے پر ٹکا رہا

اور

یوسف اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں جھانکتا رہا۔

رابی گنگ کھڑی تھی۔ بعض اوقات الفاظ بے وقعت ہو جاتے ہیں۔ اس ل
لڑکی کی آنکھوں میں بے پناہ نفرت تھی۔ اس کے چہرے کی نسوانیت کہیں گم ہو چکی
اس نے بے حد تند لہجے میں کہا "ایڈیٹ...... تمہیں کس نے حق دیا مداخلت
کا......"

"غالباً" وہ اس کی حیثیت سے واقف تھی۔

رابی کو ایک لمحہ کے لئے کچھ نہ سمجھ آیا۔ نہ اس کے وہ الفاظ نہ وہ تحقیر
چہرے کے ساتھ سادگی سے بولی "سوری۔ میں اتفاقاً" ادھر آ گئی تھی......"

"اتفاقاً" ادھر آنے کے لئے تمہیں یہی وقت ملا......" وہ غرائی۔

اس وقت رابی کو تحقیر کا احساس ہوا۔ چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ بھاگتی ہوئی واپس
پڑی۔

کمرے میں آتے ہی اس نے دوپٹہ گھسیٹ کر پرے پھینکا۔ بیڈ کور کھینچ کر گول کر
کے کرسی پر پھینک دیا۔ جوتے نوچ کھسوٹ کر اتارے۔ تکیئے اٹھا کر ادھر سے ادھر ڈالے۔
پھر دھم سے اوندھی بستر میں پڑ گئی...... اس کا دماغ تپ رہا تھا...... شائیں شائیں کی
پھنکاریں سنائی دے رہی تھیں۔

اس لڑکی کو اس کی اتنی تذلیل و تحقیر کرنے کا کیا حق تھا؟

وہ جزبز ہوتے ہوئے بار بار یہی بات سوچ رہی تھی۔ کتنی دیر وہ اسی اضطرابی
کیفیت سے دوچار رہی۔

پھر

اس نے خود ہی اپنے غصے کو قابو کیا۔ قدرے سنبھلی اور سوچنے لگی "اس لڑکی نے
کوئی انوکھی بات تو نہیں کی۔ مجھے کیا حق تھا ان کی معطر تنہائیوں میں مخل ہونے کا......
سٹوپڈ ہی تو تھی جو گڑے بت کی طرح وہاں کھڑی رہی۔ ایک دم ہی پلٹ آتی...... رکی
کیوں رہی"

غصے پر کچھ قابو پایا...... تو مایوسی اور ڈیپریشن نے آلیا۔ وہ گہری سانس لیتے ہوئے
بستر میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ سر ادھر ادھر پٹختی رہی۔ اپنے آپ کو سمجھاتی رہی۔ اپنی غلطی
کا اعتراف کرتی رہی۔

لیکن

ڈیپریشن سے نبرد آزما نہ ہو سکی۔

ناکام ہو کر اس نے اپنی سوچوں کو ان کے دھارے پر بہنے کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ
تکئے میں منہ دے کر بستر میں لیٹ گئی۔

اسے یوسف انعام سے کیا لینا تھا۔ اس کی زندگی کا مقصد ہی کچھ اور تھا۔ ہاں شاید
آراستہ کمرہ، آرام دہ بستر، بنک میں پیسہ ان چیزوں کی موجودگی نے اس کے اندر ایک
خواہش کو بیدار کر دیا تھا۔

وہ

خواہش

جسے

بقا کی جنگ نے کبھی سر اٹھانے کا موقع نہ دیا تھا۔

چاہے جانے کی خواہش!

اور

اب

یہ خواہش

پوری طرح ابھر آئی تھی۔

پہلے جو تقاضے تھے وہ مالی ضرورتوں کے تھے۔ زندہ رہنے کے تھے۔ اب وہ تقا
پورے ہو گئے تھے۔

تو

نئے تقاضے ابھر آئے تھے۔

دل کے تقاضے

روح کے تقاضے۔

اور

ان کی منوانے کی شدت بڑھ گئی تھی۔

اسی لئے رابی پریشان ہو گئی تھی۔

شاید وہ اپنی روز مرہ کی معمولاتی زندگی سے تنگ آ گئی تھی۔ اور اب اس ٹھ
والی چلتی زندگی میں کسی خوشگوار موڑ، کسی دلچسپ تبدیلی کی خواہش مند تھی

اور

یہ بات

غیر فطری بھی نہ تھی۔

سوچیں ہیر پھیر کر سمجھانے بجھانے کے باوجود آزاد چھوڑ دینے کے ہوتے ہو
بھی ایک ہی محور کی طرف لوٹ رہی تھیں

یوسف

یوسف انعام

وہی اس کی سوچوں کا محور و مرکز تھا۔

ہار کر اس نے سوچا کہ وہ کل صبح ریاض اور فرح کے پاس چلی جائے گی۔ میڈم کو ان دنوں ویسے بھی اس سے کام نہ تھا۔ بچے آئے ہوئے تھے ان ہی میں مصروف تھیں۔ دو دن کی چھٹی اسے ضرور مل جائے گی۔ یہ دو دن وہ ان کے پاس گزار آئے گی۔ شاید اس طرح اس کا ذہن اس مرکز سے ہٹ جائے۔ جدھر پلٹ پلٹ کر آ رہا تھا۔

پھر

اس کا یہ بھی خیال تھا کہ ان دو دنوں میں مہمان بھی چلے جائیں گے۔ شاید۔ شاید وہ قاتل حسینہ بھی چلی جائے........

رات بھر وہ بے چین رہی........ کبھی آنکھ لگ جاتی کبھی کھل جاتی۔ سوتے جاگتے رات گزر گئی۔ اور اس کی آنکھ معمول سے پہلے ہی کھل گئی۔

کافی دیر وہ بستر میں کسلمندی سے کروٹیں بدلتی رہی۔

پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اسے باہر واک پہ جانے کا خیال آیا۔ ان دنوں موسم بے حد خوشگوار تھا۔ خاص کر صبحیں میں تو بڑی دلاویز اور سہانی تھیں۔ سبک خرام ہوائیں دوش پہ پھولوں کی مہک اور خوشبوئیں لادے پھرتی تھیں سورج کی پہلی کرنیں نرم اور شگفتہ تھیں۔

وہ کبھی کبھی واک پہ نکل جایا کرتی تھی۔ بہت تازہ دم ہو کر لوٹا کرتی تھی........ آج تو اس کا دل و دماغ تھکے ہوئے تھے۔ اپنے آپ کو تر و تازہ کرنے کے لئے اس نے واک کا سوچا۔

چند منٹ بعد وہ بستر سے نکل کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی بالوں میں برش کر رہی تھی۔ اس نے جاگرز پہن رکھے تھے اور دوپٹہ کندھوں پر ڈال لیا تھا۔

وہ باہر نکل آئی........ بہت خوبصورت فضا تھی۔ پرندے چہچہا رہے تھے۔ پاکیزہ ہوائیں مست خرام تھیں درختوں پودوں اور پھولوں کی مہک بڑی خوشگوار تھی۔ صبح ان چھوئی سی لگ رہی تھی۔

وہ محل کے دائیں طرف والی سڑک پر اپنے خیالوں میں کھوئی جا رہی تھی۔ اس نے کافی راستہ طے کر لیا۔ وہ اپنے آپ کو کافی تازہ دم محسوس کرنے لگی تھی۔

چھوٹی سڑک سے وہ بڑی سڑک پر آ گئی۔ چلنا اسے بہت اچھا لگ رہا تھا...... چلتی گئی۔

اور

پھر

اچانک ہی سامنے دیکھ کر چونک گئی۔

وہ شاندار گھوڑوں پر یوسف اور سلینہ بیٹھے ادھر ہی چلے آ رہے تھے۔

رات کی طرح اب بھی اس کے قدم زمین میں گڑ گئے۔

وہ ہونقوں کی طرح منہ اٹھائے انہیں دیکھتی رہی۔ وہ رائیڈنگ کر کے واپ رہے تھے۔ دونوں نے رائیڈنگ کا لباس پہن رکھا تھا۔ سلینہ بے حد خوبصورت سمارٹ لگ رہی تھی۔

وہ قریب آ گئے

تو

رابی ایک دم ہی چونکی........

پلٹی

اور

ایک دم بھاگ لی۔

شاید وہ رات والے تحقیر اور تذلیل آمیز رویے سے بچنے کے لئے اس نے تھا۔

اس نے پلٹ کر دیکھا نہیں کہ اس کی اس حرکت پر سلینہ کتنے انداز تفاخر اٹھی تھی۔ اور اس طرح بے ربط و بے ضبط طریق سے بھاگ لینے پر یوسف کے ل کس طرح متبسم ہو گئے تھے۔

وہ جانے کیسے بھاگم بھاگ کمرے میں آئی اور بستر میں گر کر گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ اسے سنبھلنے میں کافی دیر لگی۔

سنبھل تو گئی۔ لیکن دکھ کا تیر سینے میں ترازو ضرور رہا........

کاش وہ واک کے لئے نہ جاتی نہ ہی ان دونوں کو دیکھتی۔ جو خراماں رائیڈنگ کے بعد واپس آ رہے تھے۔ کتنا دکھ ہوا تھا اسے۔ اب وہ اس دکھ کو

اصل حقیقت سے فرار نہیں چاہ رہی تھی۔

میڈم سے اس نے وہ دن کی چھٹی لے لی

اور

فرح کے ہاں چل دی۔

فرح اسے دیکھتی ہی خوشی سے چیخ اٹھی۔ لپک کر بازوؤں میں بھر کر پیار کی شدتوں سے اس طرح دبوچا کہ رابی چیخ اٹھی

"اف فرح تم نے تو میری ہڈیاں ہی توڑ ڈالنی ہیں کیا؟"

"بڑی خراب ہو" فرح اپنی گرفت کرتے بولی۔

"کیوں"

"بھول ہی گئی ہے ہم غریبوں کو انعام پیلس کی شہزادی"

"چل ہٹ"

"سچ بتا کتنے دنوں بعد آئی ہے"

"پچھلے ماہ تو آئی تھی"

"پچھلے ماہ اور وہ بھی تھوڑی دیر کے لئے۔ میں اور ریاض تمہیں کتنا یاد کرتے ہیں تم کیا جانو........"

"میں بھی یاد ہی کرتی ہوں نا۔ جو چلی آتی ہوں"

"آج میں تمہیں پورا دن یہاں رکھوں گی"

"اور میں پورے دو دن رہوں گی سمجھیں"

"سچ"

"سچ"

دونوں ہنس پڑیں۔

فرح اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے ڈالے اپنے کمرے میں لے آئی........ رابی نے اس سے الگ ہوتے ہوئے بیگ فرش پر رکھا اور دھم سے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی "کہو کیسی ہو"

"کیسی لگ رہی ہوں"

"میرا مطلب تمہارے سراپا سے نہیں ہے"

"تو اور......"

"ازدواجی زندگی کیسی چل رہی ہے"

"بہت اچھی"

"شکر ہے خدا کا۔ خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے"

"آمین......"

دونوں باتوں میں مصروف ہو گئیں۔

وقت گزرنے کا تو انہیں اس وقت احساس ہوا۔ جب ریاض دفتر سے واپس آ
رابی کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔ وہ دونوں علیک سلیک اور احوال پرسی میں مصروف
کہ فرح بول اٹھی "اللہ اتنا وقت باتوں ہی میں گزر گیا۔ کھانا پکانے کا تو مجھے یاد ہی
رہا......"

وہ اٹھ کر باورچی خانے کی طرف جانے لگی تو ریاض مسکرا کر بولا "رہنے دو۔
بازار سے لے آیا ہوں"

"بازار سے؟"

"ہاں"

"وہ کیوں"

"بھئی کل تمہاری طبیعت خراب جو تھی"

"کیوں کیا ہوا تھا" جلدی سے رابی نے پوچھا۔

"اے ہائے" فرح قدرے لال پڑتی ریاض کو گھور کر رابی سے بولی "طبیعت
خراب تھی۔ بس چکر آ گیا تھا۔"

"ہوں۔ اچھا......" رابی سمجھتے ہوئے شوخی سے بولی

"کیا ہے" وہ ہنس پڑی۔

"چالاک۔ مجھے بتایا ہی نہیں۔" رابی نے شوخی سے گلہ کیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے نہ بتایا ہو" ریاض بھی شوخ نظروں سے فرح کو دیکھتے ہوئے
بولا۔

فرح شرماتے ہوئے بولی "ہاں رابی! تم خالہ بننے والی ہو"

"خالہ نہیں پھپھو" ریاض جھٹ سے بولا۔

رابی خوش ہو کر بولی "بھئی مبارک ہو۔ مجھے بھی مبارک دو"

"مبارک ہو" ریاض ہنسا

"تم بھی کہو" رابی نے فرح سے کہا۔

"اس میں مبارک کی کیا بات ہے" وہ لجائے ہوئے بولی۔

"ہائے اللہ۔ مبارک کی بات نہیں۔ خیر سے ہمارا خاندان بڑھنے لگا ہے" رابی
بولی۔

"واقعی" ریاض بولا "دنیا میں ہم تینوں اکیلے تھے۔"

ریاض بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور تینوں بیتے دکھ کے دنوں کی باتیں یاد کرنے
لگے۔

"فرح۔ بھئی۔ کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا" ریاض کو کھانے کا خیال آ گیا۔ وہ اٹھ کر
سائیکل کے کیریئر پر رکھے لفافے اٹھانے چل دیا۔

رابی بھی فرح کے ساتھ اٹھتے ہوئے بولی "میں کب خالہ بن رہی ہوں"

"انتظار کرو"

"بے ایمان۔ اتنے دن گزر گئے۔ مجھے بتایا بھی نہیں تھا۔"

فرح نے پیار سے اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر پیار کرتے ہوئے کہا "تم آئی ہی
کب ہو۔ آتی بھی ہو تو گھنٹہ دو گھنٹہ کے لئے آئی اور گئی۔"

رابی بولی "یہ بات بتاتے کون سا وقت لگتا تھا"

"بس معاف کر دو...... خیال ہی نہ رہا......"

"مجھے اتنی بڑی خوشی سے اتنے دنوں محروم رکھا"

فرح نے نادم ہو کر اسے ساتھ لپٹا لیا......

ریاض کھانے کا پیکٹ لے آیا۔

"کافی ہو گا" رابی بولی "تم تو دو بندوں کا لائے ہو گے"

"نہیں رابی چار بندوں کا ہے"

"وہ کیوں"

"رات کے لئے بھی لے آیا تھا۔ کل فرح کو چکر آ گیا تھا۔ میں دونوں وقت کا کھانا
لے آیا۔ چلو اب تو کھاؤ رات کو دیکھیں گے"

"رات کو میں دونوں کو باہر کھانا کھلاؤں گی"

"کس خوشی میں" فرح جھٹ سے بولی "تم ہمارے گھر آئی ہو........"

"اس خوشی میں کہ میں خالہ اور پھپھو بننے والی ہوں سمجھیں........" اس نے
کا گال پیار سے تھپتھپایا۔ چلو اؤ اب کھانا گرم کر کے لگائیں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے

"ہائے ہائے" فرح بولی "باتوں میں اس طرح کھو گئے کہ تمہیں چائے بھی
سکی۔"

"اب پلاؤ گی کھانے کے بعد"

"چلو ٹھیک ہے"

ریاض کمرے میں چلا گیا
اور وہ دونوں کھانے کا پیکٹ لئے کچن میں آ گئیں
پیکٹ میں چکن تکہ کباب اور نان تھے۔

فرح نے چولھا جلا کر چیزیں گرم کیں۔ رابی نے الماری سے پلیٹیں گلاس نکا...
کچن میں رکھی گول میز پر رکھ دئے........ فرح کے پاس ڈائننگ روم تو تھا نہیں۔
کرسیاں اور میز کچن ہی میں ایک طرف رکھ چھوڑے تھے۔ دونوں وہیں ناشتہ اور کھ...
لیا کرتے تھے۔ کبھی رابی آجاتی تو اسے بھی ان کے ساتھ کچن میں کھانا پینا بہت اچھا لگ...

رابی نے چٹنی اور سلاد جو ریاض ساتھ لایا تھا پیالیوں میں ڈال کر میز پر رکھ...
اچار کی بوتل اور پانی کا جگ بھی بھر کر رکھ دیا۔

ریاض کپڑے بدل کر آ گیا۔ کریم شلوار قمیص میں وہ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ را...
لگا اس کی صحت پہلے سے بہت اچھی ہو گئی ہے........

"ماشاء اللہ ریاض بھائی آپ کی صحت بہت اچھی ہو گئی ہے" وہ ہنس کر بولی۔

فرح کھانا میز پر رکھتے ہوئے مسکرا کر بولی "سب میری دن رات کی خدمتوں کا
ہے"

"خدمت خاک کرتی ہو۔"

"اچھا نہیں کرتی"

"نہیں........"

"تو کوئی اور لے آؤ جو خدمت کرے"

"وہ تو سوچ رہا ہوں"

"اچھا یہ ارادے ہیں۔"

"بھئی تمہارا بھی بھلا ہو گا۔ ایک اور لے آتا ہوں۔ تم بڑی بیگم صاحب ہو گی۔ وہ
میری بھی خدمت کرے گی تمہاری بھی........"

"مجھے نہیں ضرورت"

فرح کا پارہ چڑھنے لگا۔ تو رابی ریاض سے بولی "مت چھیڑیں ریاض بھائی۔ اس
حالت میں اسے چڑانا نہیں چاہئے........"

"عادت سے مجبور ہیں۔ جب تک دو چار سن نہ لیں سنا نہ لیں کھانا ہضم نہیں
ہوتا"

"ابھی تو کھانا کھایا بھی نہیں........ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئی ہو........"

"میں یا تم........"

"تم........ لال مرچ ہے رابی تمہاری یہ بہن۔ کیا پلے باندھ دی تھی۔ خود تو کنارہ
کر گئیں۔ مجھے بھگتنا پڑ رہا ہے........"

فرح تندی سے بولی "نہ بھگتو........"

"پکڑا گیا ہوں۔ اب رہائی ممکن نہیں۔" وہ ہنس رہا تھا........ لیکن فرح کو حسب
عادت غصہ آ رہا تھا چہرہ لال ہو رہا تھا........

رابی نے صورت حال بھانپ لی۔ اس طرح دونوں مذاق مذاق میں لڑ پڑا کرتے
تھے۔ اس لیئے اس نے ریاض کو بھی ٹوکا
اور
فرح سے بولی "دیکھو نا کتنا اچھا شوہر ملا ہے تمہیں۔ کل تمہیں چکر آ گیا تمہارے
آرام کے پیش نظر دو وقت کا کھانا اٹھا لایا........"

"ہم تو ان کے ہاتھ بندھے غلام ہیں رابی جی" وہ فرح کو منانے کے لئے ہاتھ جوڑ
کر بولا........ فرح اس کی حرکت پر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"میری ایک بات سنو دونوں" رابی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا؟" دونوں بولے۔

"اب آپ دونوں یہ لڑائی جھگڑے نہ کیا کریں۔ آپ کے گھر میں ماشاء اللہ ننھا

مہمان آنے والا ہے...... کچھ اس کی خاطر......"

"یہی لڑتا رہتا ہے مجھ سے"

"اور یہ صاحبہ...... کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں......"

"پھر؟" رابی نے دونوں کو ٹوکا......

وہ دونوں ہنس پڑے۔ رابی بھی ہنس دی۔

پھر تینوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ رابی نے بڑی طمانیت اور سکون مح
کیا۔

دو دن یوں گزرے جیسے دو گھنٹے۔ رابی نے ایک ایک پل انجوائے کیا۔ فرح ریاض کی خوشگوار زندگی کے لئے اس نے دل سے دعائیں کیں۔

اس دن وہ واپس جا رہی تھی۔ فرح اداس ہو رہی تھی "پھر کب آؤ گی"

"جب فرصت ملی۔ میرا کام ہی کچھ اس نوعیت کا ہے۔ کسی وقت بھی بیگم صا
لیتی ہیں۔ یہ تو میں نے زبردستی چھٹی لی۔ تم لوگوں سے ملنے دل بہت اداس ہو رہا تھا۔"

"ریاض اسے انعام پیلس چھوڑنے جا رہا تھا۔ وہ رکشہ لے آیا۔ رابی فرح
گلے ملی۔ اسے اپنا خیال رکھنے کی بہت تاکید کی۔

راستے میں اس نے ریاض سے بھی کہا "ریاض بھائی فرح کو ستایا نہ کریں۔ بعض
اوقات اسے مذاق پر بھی غصہ آ جاتا ہے۔"

"او نہیں رابی۔ فرح سمجھتی ہے مجھے۔ جان بوجھ کر چڑنے کی ایکٹنگ کرتی ہے"

"خدا آپ دونوں کو خوش و خرم رکھے۔"

"آمین۔"

باتیں کرتے کرتے انعام پیلس آ گیا۔

"خدا حافظ ریاض بھائی" رابی نے رکشے سے اتر کر رکشے کے قریب کھڑے ریاض سے کہا جو اس سے پہلے رکشے سے نکل آیا تھا۔ رکشہ انعام پیلس کے کھلے گیٹ کے باہر رکا ہوا تھا۔

"خدا حافظ" ریاض نے گیٹ کی طرف مڑتی رابی کو ہاتھ ہلایا۔

وہ مسکراتے ہوئے پلٹی اور گیٹ کے اندر داخل ہوئی۔ وہ اندر آ ہی رہی تھی کہ اندر سے یوسف کی سفید گاڑی باہر آئی۔ دونوں کی نظریں ملیں۔

پھر

یوسف کی نظریں ہٹیں تو رابی کو ہاتھ ہلاتے ریاض پر پڑیں۔ اسی لمحے رابی نے یوسف کے ساتھ بیٹھی سلینہ کو دیکھا۔

صرف ایک لمحہ کو

پھر

اس نے نظریں ہٹالیں۔

اس نے پلٹ کر ریاض کو دیکھا وہ رکشے میں بیٹھا ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔

"خدا حافظ" رابی نے ننھا سا ہاتھ اونچا کیا اور اندر آ گئی۔

یوسف نے اس کے قریب گاڑی آہستہ کرتے ہوئے کہا "ہیلو مس رابی احتشام۔ آپ نے موصوف سے ملوایا ہی نہیں......"

اس نے رکشے میں جاتے ہوئے ریاض کی طرف اشارہ کیا۔

"خیال نہیں رہا سر" وہ سادگی سے بولی۔

"کون صاحب تھے" یوسف نے کہا تو سلینہ اکتاہٹ چہرے پر لاتے ہی اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی "اب چلو بھی یوسف......"

"اوکے" یوسف بولا "بائے مس رابی"

وہ گاڑی نکال کر لے گیا۔ رابی کو اس لڑکی پر بے حد غصہ آیا۔ ایسی بھی کیا بدتمیزی کہ بات تک کرنے نہیں دی۔

وہ جز بز ہوتی آگے بڑھی۔ سیدھے ہاتھ جانا تھا۔ جو اسے بائیں طرف لان میں مونا بیٹھی نظر آئی۔ لیکن سفید کرسیاں اور میز وہاں پڑی تھیں۔ اس رات جشن والا نشہ اب نہیں تھا۔ وسیع و عریض لان بہت خوبصورت تھا۔ دور فوارہ چل رہا تھا۔ اس کا پانی حوض

میں گر رہا تھا۔ مونا کے دونوں بچے حوض کے کنارے بیٹھے پانی میں کاغذی کشتیا
ڈال رہے تھے۔

جانے کیوں رابی ادھر ہی آ گئی۔

اس کے سلام کرنے سے پہلے ہی مونا بولی "آؤ آؤ...... رابی...... تم لا
کہاں تھیں"

مونا نے اسے مودبانہ سلام کیا اور بولی "گھر گئی ہوئی تھی"

"گھر" وہ بولی

"جی"

"لیکن ممی نے تو بتایا تھا تمہارا اس دنیا میں کوئی نہیں۔ بالکل اکیلی ہو۔"

"انہوں نے ٹھیک کہا"

"پھر کس گھر میں گئی تھیں"

"وہ ہنس کر بولی "اپنے ہی گھر"

"بیٹھو"

وہ کرسی پر اس کے قریب بیٹھ گئی۔ اپنا بیگ کرسی کے ساتھ مخملیں گھاس کے
پر رکھتے ہوئے بولی "میرے منہ بولے بہن بھائی ہیں' مونا بی بی...... ان سے
تھی"

"اچھا"

"جی"

"سنو"

"جی"

"مجھے یہ بی بی میڈم' کہلانا بالکل اچھا نہیں لگتا۔ خاص کر تم جیسے لوگوں
سمجھی" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"شکریہ مونا......"

"بس ٹھیک"

دونوں مسکرانے لگیں۔

پھر باتوں کا سلسلہ چل نکلا...... مونا سے مہمانوں کے متعلق پوچھا "سب

"نہیں تسمان اور انجو لاہور گئے ہیں۔ باہر کے لوگ پاکستان گھومنے پھرنے چل
میں ایک ہفتہ اور رہوں گی۔ میرے ہسبنڈ آ گئے ہیں...... اچھا ہوا تم آ گئیں۔
بہت بور ہو رہی تھی۔ سلینہ تو ہے یہاں لیکن اس کی کمپنی یوسف کے ساتھ
...... ابھی باہر گئے ہیں۔"

پھر

وہ خود ہی اسے سلینہ کے بارے میں بتانے لگی "سلینہ ڈیڈ کے ایک بہت ہی عزیز
ت کی بیٹی ہے۔ یہ لوگ عرصے سے لندن میں ہیں۔ اس کے باپ کا بہت بڑا بزنس
سلینہ اکلوتی اولاد ہے۔ اس لئے ذرا سرچڑھی سی ہے۔ ویسے پیاری بہت ہے۔ ہے

"جی بہت......"

"تم ملی ہو اس سے"

"جی بس دور ہی سے دیکھا ہے"

ابھی ہے پاکستان میں...... کہہ رہی تھی تین مہینے رہوں گی"

"اچھا"

پھر

مونا ہنس کر بولی "میں جانتی ہوں کیوں رک رہی ہے"

رابی کچھ نہیں بولی

وہ خود ہی مسکراتے ہوئے بولی "یوسف کے لئے۔ بہت دوستی ہے دونوں کی بچپن
سے۔ پچھلے سال یوسف امریکہ میں تھا۔ تو وہاں بھی دو ہفتے کے لئے آئی تھی۔

رابی چپ رہی۔ کہتی بھی کیا۔ اس کے تو کانوں میں سنسناہٹیں ہونے لگی تھیں۔
ارے جسم میں مانو سوئیاں چبھ رہی ہیں۔

مونا سلینہ کی باتیں کرتی رہی۔ پھر نوکر چائے لے آیا۔ چھوٹی سنہری ٹرالی اس نے
مونا کے سامنے رکھ دی۔

"ایک کپ اور لاؤ......" اس نے نوکر سے کہا۔

"مونا آپ پئیں......" وہ جلدی سے بولی۔

"کیوں تم چائے نہیں پیتیں"
وہ چپ ہو گئی تو مونا بولی "نہیں بھی پیتیں تو چلو میرے ساتھ کمپنی تو کرو......"
نوکر تھوڑی دیر بعد پیالی لے آیا......
مونا چائے بنانے لگی تو رابی نے اس سے کہا "لائیے میں بناتی ہوں"
"لو بناؤ۔ مجھ سب سے برا کام چائے بنانا لگتا ہے" وہ خوشدلی سے ہنس رہی تھ
رابی نے چائے بنا کر اسے پیش کی۔ پھر اپنے سامنے پیالی سرکالی۔
دونوں چائے پینے لگیں۔
"مجھے آج شاپنگ کے لئے جانا ہے ممی جانے کب آئیں گی"
"کہاں گئی ہیں"
"کسی سے ملنے"
"آ جائیں گی"
"تم چلو گی شاپنگ کے لئے......"
"شکریہ مونا" وہ انکساری سے بولی "دو دن کی چھٹی گزار کر آئی ہوں۔ کام ک
ہو گیا ہو گا۔ اب تو شام تک آفس روم ہی میں رہوں گی......"
چائے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس نے مونا سے اجازت چاہی۔ اس سے
گپ شپ لگانے سے اسے خوشی ہوئی تھی۔ کتنی اچھی تھی مونا...... غرور تو نام کو نہیں
برابر کی سطح پر ملی تھی۔
رابی ادھر سے اپنے کمرے کی طرف آ گئی...... بیگ رکھا اور منصورہ
اس کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ رابی نے داؤ جی کو سلام کرنے کا
پھر وہ ان کے کمرے میں چلی آئی۔
منصورہ بھی وہیں تھی۔
وہ کچھ دیر دونوں کے پاس بیٹھی رہی......
وہیں اسے ملازم نے آ کر بتایا کہ میڈم اسے یاد کر رہی ہیں۔
مسز انعام اسے دیکھ کر خوش ہوئیں۔
"چھٹیاں کیسے گزریں" انہوں نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا۔
"بس جی۔ اچھی گزر گئیں" وہ مودبانہ بولی۔

"فریش ہو کر آئی ہو اب کام پر جت جاؤ"
"جی بالکل......"
"کچھ نوٹس دئے ہیں تمہیں۔"
"ٹھیک ہے میڈم"
"میں مونا کے ساتھ شاپنگ کے لئے جا رہی ہوں۔ اس سے پہلے ان ضروری امور
کے متعلق تم سے بات کرنا تھی"
میڈم نے ہاتھ میں پکڑی فائل کی طرف اشارہ کیا۔
"کچھ چٹھیاں ڈسپیچر کو دینی ہیں۔ اور یہ کاغذات ٹائپ کرنے ہیں"
"جی بہتر"
"نوٹس لے لو"
اس نے پن نکالا ہاتھ میں پکڑی فائل میز پر رکھی۔
پھر
دونوں کاروباری امور پر بات چیت کرنے لگیں۔
نوٹس دینے کے بعد بیگم انعام اٹھتے ہوئے بولیں "یہ سب شام تک ٹائپ ہو جائیں
گے!"
"جی کوشش کروں گی"
"شاباش"
"میں جاؤں"
"جاؤ۔ کام بہت ہے ورنہ تمہیں بھی شاپنگ کے لئے ساتھ لے چلتی۔ میں تو تم
سے اداس ہی ہو گئی تھی" رابی نے مسکراتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔ پھر سلام کیا
اور کاغذات سمیٹ کر چل دی۔
کچھ دیر بعد وہ آفس روم میں ٹائپ رائٹر پر بیٹھی تھی۔ اس کی انگلیاں تیزی سے
ٹک ٹک میں مصروف تھیں۔ وہ ٹائپ کرتی رہی۔
کام تھا کہ ختم ہونے میں ہی نہ آ رہا تھا۔ دوپہر کے کھانے کا پوچھنے منصورہ آپا آئیں
تو اس نے ملائمت سے کہا "آپا میں تو کام ختم کر کے ہی کھاؤں گی۔ آپ کھا لیں مجھے ابھی
بھوک بھی نہیں......"

"تھوڑا سا کھالیتیں اتنی دیر سے کام کر رہی ہو"

"بس ختم کر کے ہی کھاؤں گی"

"چائے بھجوا دوں"

"ایک کپ ہو جائے تو کیا کہنے' واہ منصورہ آپا زندہ باد۔"

"منصورہ نے تھوڑی دیر بعد چائے اور بسکٹ اسے بھجوا دئے۔ لیکن وہ کام اتنی مگن رہی کہ چائے پڑی پڑی ٹھنڈی ہو گئی۔

اور

جب

آخر لیٹر ٹائپ کر کے وہ ان کو اکٹھا کرنے کے لئے اٹھی۔ تو اس کے منہ سے نکل گئی۔ انگلیاں شل ہو رہی تھیں اور کمر بیٹھے بیٹھے تختہ ہو گئی تھی۔

وہ بمشکل سیدھی ہو کر کھڑی ہوئی ارد گرد دیکھا۔

"اوہ شام اترنے کو پر تول رہی ہے۔ میں اتنی دیر بیٹھی رہی"

پھر

خود ہی بولی "چلو کام تو ختم ہوا۔"

"پھر وہ خود ہی مسکرائی "یہ کیا دیوانگی ہے۔ کھانا بھی گول ہو گیا اور اف چائے...... یہ بھی پڑی رہ گئی" اب اسے بھوک کا بھی احساس ہو رہا تھا۔ رات کھانے میں تو ابھی دیر تھی۔ اس نے سوچا منصورہ آپا سے کہے کہ کچھ بنوا دیں......

وہ کاغذات سمیٹ کر مشین ڈھک کر آفس روم سے نکل کر منصورہ آپا کے ک کی طرف آئی۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ وہ کچن کی طرف چل دی وہاں کچھ تو مل جائے ٹوسٹ مکھن سے ہی گزارہ چلے گا۔

وہ گنگناتی ہوئی کچن میں آئی۔

ہیڈ کک متین بابا وہیں تھا۔ شاید رات کے کھانے کا بندوبست کر رہا تھا۔

"بابا جی" وہ اس کے قریب جا کر بولی۔

"جی بٹیا" اس نے پیار سے کہا

"کھانے کو کچھ ہو گا۔ سخت بھوک لگی ہے۔

"سب کچھ ہے کیا کھاؤ گی دوپہر کا کھانا پڑا ہے گرم کر دوں"

"اس وقت کھانا کیا کھانا کوئی ٹوسٹ......"

وہ جلدی سے بولا "دو منٹ میں سینڈوچ بنا دیتا ہوں"

"ٹھیک ہے"

"متین بابا ایک میرے لئے بھی" پیچھے سے یوسف کی آواز آئی تو رابی نے چونک کر دیکھا۔ وہ کچن کے اندر آتے ہوئے مسکرا رہا تھا "دوپہر کچھ نہیں کھایا اب بھوک لگی ہے...... سینڈوچ میرے لئے بھی بنا دیں جینیز چکن والے مزیدار سے"

"بہت اچھا" وہ جلدی سے بولا۔

رابی کی نگاہیں ایک لمحہ کو اس کی نگاہوں سے ملیں۔ آنکھوں میں دئے چمکے پھر آپوں آپ ہی بجھ گئے۔ وہ ایک طرف لاتعلق سی ہو کر کھڑی ہو گئی...... وہ متین بابا کو دیکھنے لگی۔ جو سینڈوچ کے لئے ضروری اشیاء نکال رہا تھا۔

چند لمحے یوسف بھی کھڑا رہا

متین بابا بولا "صاحب آپ چلیں ڈائننگ ہال میں۔ میں لے کر آتا ہوں سینڈوچ"

"اوہ نہیں بابا۔ تکلف نہیں چلے گا۔ بھوک لگی ہے جلدی سے بنا کر پلیٹ میرے حوالے کرو...... ہاں پہلے ان کے لئے بنا لو"

"نہیں متین بابا پہلے سر کے لئے بنا دیں۔ میری خیر ہے" وہ گھبرا کر بولی۔

"خیر نہیں ہے ایسے نہیں چلے گا۔ پہلا آرڈر آپ کا ہے" وہ مسکراتے ہوئے بولا......

وہ چپ ہو گئی۔

متین بابا نے جلدی جلدی انگلش سٹائل میں سینڈوچ بنائے ساتھ سلاد رکھا اور دونوں پلیٹیں اکٹھی اٹھائیں۔

یوسف نے پہلے رابی کو دینے کا اشارہ کیا۔ رابی نے اپنی پلیٹ لے لی اور جلدی سے کچن سے نکل کر برابر والے ڈائینٹ میں آ گئی۔ وہ منصورہ کے ساتھ کھانا یہاں ہی کھاتی تھی۔

یوسف اپنی پلیٹ لے کر چند لمحے وہیں کھڑا رہا پھر وہ بھی کچن سے باہر نکل آیا۔

رابی نے میز کے دوسرے کنارے پر اسے پلیٹ رکھتے ہوئے دیکھا تو ایک دم پریشان ہو گئی۔

"سر آپ...... یہاں کھائیں گے"

"کیوں" یوسف نے اس کی پریشانی کو حیرت سے دیکھا

"یہاں" وہ ہکلائی

"ہاں...... یہاں کیا ہے۔ ڈائینیٹ میں میں نہیں کھا سکتا" وہ بولا۔

"سر اچھا نہیں لگتا" وہ اب بھی گھبرائی ہوئی تھی۔

"حد ہو گئی" وہ لاپرواہی سے بولا۔

"دیکھیے نا سر۔ کسی نے دیکھ لیا تو"

"تو کیا ہو گا۔ کیا میں اپنے گھر میں صرف مخصوص ڈائننگ ہال ہی میں کھانا کھاتا ہوں...... یہ جگہ......"

"سر میڈم یا مونا نے دیکھ لیا۔ کوئی نوکر ہی آ گیا تو......"

"تو کیا ہو گا"

وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی "اچھا پھر میں کچن میں چلی جاتی ہوں"

یوسف نے ایک دم ہی...... بے اختیارانہ طور پر اس کی کلائی پکڑ کر جھٹکے سے بٹھالیا۔ رابی نے گھبرا کر اپنی کلائی چھڑائی...... وہ سرتاپا کانپ گئی تھی۔

یوسف اس کی گھبراہٹ اور پریشانی بھانپ کر زیر لب مسکراتے ہوئے بولا "بیٹھ آرام سے کھائیے۔ آپ کچن میں جائیں تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"

یوسف کا کلائی پکڑنا بالکل ہی غیر ارادی فعل تھا۔ لیکن رابی کی کلائی کے لمس اسے بھی تھرا دیا تھا۔ اندر ہی اندر وہ کئی لمحے چکرا رہا تھا۔

رابی خاموشی سے بیٹھ گئی...... اس کی بھوک اڑ چکی تھی۔ سینڈوچ ہاتھ میں تھا لیکن منہ تک لے جانے کی ہمت نہ تھی۔

"کھائیے نا" یوسف بولا۔

رابی خاموشی سے کھانے میں مصروف ہو گئی...... اسے ڈر تھا سینڈوچ خود نہ ک تو کہیں یوسف کلائی کی طرح سینڈوچ بھی پکڑ کر اس کے منہ میں نہ ٹھونس دے۔

وہ کھا رہی تھی

یوسف بھی کھا رہا تھا

دونوں چپ تھے۔

رابی کے ذہن میں اس وقت آندھیاں چل رہی تھیں۔ کبھی فریش ہوتی کبھی خوفزدہ۔ یوسف کے ساتھ اس طرح بیٹھ کر کھانا اچھا بھی تو لگ رہا تھا...... لیکن ایک خوف بھی تھا۔

"آپ اتنی چپ کیوں ہیں" یوسف نے کچھ لمحوں بعد پوچھا

وہ چپ رہی

"صرف چپ ہی نہیں خوفزدہ بھی لگ رہی ہیں" وہ شاید انجان بن کر کہہ رہا تھا۔

"شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں خوفزدہ ہوں" وہ حقیقت پسندی سے بولی۔

"کیوں"

"بس"

"میں درندہ تو نہیں ہوں۔ آپ کو کھا نہیں جاؤں گا" وہ مذاق سے بولا تو

بالکل غیر ارادی طور پر رابی کے منہ سے نکلا "کھانے والے اور جو ہیں......"

یوسف بے اختیار ہو کر واہ کہہ اٹھا...... پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ "آپ سے سچ کہوں"

"کیا"

"کہ آپ کسی اور سے نہیں صرف سلینہ سے خوفزدہ ہیں" وہ مسکرا رہا تھا۔

"یہ بھی حقیقت ہے"

وہ ہنس کر مذاق سے بولا "درندہ تو وہ بھی نہیں......"

وہ چپ رہی

"ویسے مس رابی احتشام"

"جی"

"اس دن بھی آپ خوفزدہ ہو کر بھاگ لی تھیں۔ دو دن پہلے سویرے جب ہم رائیڈنگ سے واپس آ رہے تھے"

"جی ہاں"

"ڈر کی کیا بات تھی......"

"تھی"

"سلینہ اور میں........"

وہ اس کی بات کاٹ کر جلدی سے بولی "میں نہ تو آپ سے ڈری تھی نہ سلینہ صاحبہ سے۔ میں تو اس لمحے سے ڈری تھی جو وہاں کھڑے رہنے کی صورت میں میرے لئے تحقیر و ذلت کا باعث بن جاتا"

یوسف کچھ نادم ہو کر بولا "سوری رابی...... اس رات سلینہ نے تم سے بدتمیزی کی۔ میں نے محسوس کیا تھا۔ سو سوری........"

"اس کی کیا ضرورت ہے سر۔"

"سلینہ ذرا تیز مزاج کی لڑکی ہے...... اکلوتی ہونے کے ناطے کسی حد تک بدتمیزی بھی کر جاتی ہے کبھی کبھی........"

"اکلوتا ہونا کوئی جواز تو نہیں۔ مونا بھی اکلوتی ہیں...... پھر صفائی کی ضرورت ہم کیا ہے۔ میری حیثیت ہی کیا ہے...... اس کے سامنے........"

یوسف نادم تھا لاجواب بھی ہو گیا۔ بار بار معذرت کی "غلطی سلینہ ہی کی تھی"

"سر" وہ ایک دم جرات سے بولی "مجھے مغالطے کی بھول بھلیوں میں نہ ڈالئے میں کسی بات کو غلط سمجھ بیٹھی تو اس کی سزا بھگتنے کی متحمل نہیں ہو سکوں گی۔ سر۔ آپ اس دن کی بات جانے دیجئے۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ دور سے ٹک ٹک کی آواز آ رہی تھی۔ غالباً" اونچی ایڑی جوتا پہنے کوئی آ رہا تھا۔ وہ کہیں سلینہ ہی نہ ہو...... رابی کو یہی دھڑکا لگا........

رابی نے اس کے بارے میں سوچا ہی تھا۔ کہ وہ سچ مچ ہی ادھر آ نکلی۔

اوہو یہاں کیا ہو رہا ہے" وہ رابی پر اک تند اور بے رحم نگاہ ڈالتے ہوئے یوسف سے بولی۔ رابی کے ہاتھ سے سینڈوچ گر پڑا...... گھبرا کر اس نے سلینہ کو دیکھا۔

"آؤ آؤ سلینہ" یوسف خوش دلی سے خوش آمدیدی انداز میں بولا....... "مشین کے مزے کے بنے ہوئے سینڈوچ چکھو"

"شکریہ چلو اٹھو"

"کہاں"

"جانا ہے مجھے کہیں تمہارے ساتھ"

"بابا سینڈوچ تو کھا لوں......"

"کھا چکے ہو اب اٹھو"

"چلو......" یوسف نے ہاتھ ٹشو پیپر سے صاف کرتے ہوئے کہا۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ "چلئے جناب"

"چلو" وہ تفاخر سے بولی۔

"جانا کہاں ہے"

"سلطان اور عامر کو ساتھ لے کر کلب"

"اوہ...... کلب میں آج نہیں جاؤں گا"

"کیوں"

"کل گیا تھا"

"کیا ہوا آج جانے میں کیا ہرج ہے" میں جا رہی ہوں سلطان اور عامر ہوں گے......"

"ان کے بغیر کہیں جا سکتی ہو"

سلینہ نے یوسف کو برق پاش نظروں سے دیکھا اور بولی "آج ان کے ساتھ ہی جانا ہے اور تم بھی چلو گے"

"چلو...... جو حکم حاکم........"

یوسف اس کے ساتھ چلا گیا...... رابی وہیں کھڑی رہ گئی...... سلینہ اور یوسف نے باتوں کے دوران اسے بالکل نظرانداز کر دیا تھا۔ جیسے وہ وہاں ہو ہی نہیں اس کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ جیسے وہ کوئی فالتو شے ہو۔

اس کا دل اداس ہو گیا۔

وہ دھم سے کرسی میں گر گئی...... اور اسی وقت یوسف نے دروازے میں آتے ہوئے سرسری لہجے میں کہا "آپ چلیں گی مس احتشام........"

"جی نہیں۔ شکریہ سر۔ مجھے بہت کام کرنے ہیں۔" وہ جلدی سے بولی۔ من ایک ہی دم کھل اٹھا۔ یوسف نے اسے پوچھا تو سہی...... لیکن اس نے دوبارہ نہیں پوچھا۔ اصرار نہیں کیا۔ رابی پھر دکھی ہو گئی۔

کتنی ہی دیر رابی کرسی میں گری رہی۔ سارا جسم لگتا تھا بے جان ہو گیا۔ سوچنے کی قوت رہی ہے نہ سمجھنے کی۔

لیکن پھر اس نے سر جھٹکا اپنے اوپر غصہ بھی آیا۔ خود سے بڑبڑائی "کن الجھنوں میں پڑ گئی ہو مس رابی احتشام۔ اپنی حد میں رہو۔ تم اس گھر میں جس حیثیت سے لائی گئی ہو۔ اس سے کہیں زیادہ تمہیں مل رہا ہے عزت شفقت سب کچھ مل رہا ہے۔ اب چاند پر کمندیں ڈالنے کی حماقت نہ کرو۔ اسے چھونے کے خیال کی بھی غلطی نہ کرو۔ ایسا نہ ہو تمہارے قدموں تلے سے زمین ہی نکل جائے۔ تم یہاں ملازمہ ہو۔ یہ ان لوگوں کا بڑا پن ہے کہ ملازمہ ہوتے ہوئے بھی تمہیں برابری کی سطح پر ملتے ہیں۔ یہ ان کے مزاج کا وطیرہ ہے۔ داؤ جی آیا ہیں' لیکن سب ان سے اس طرح پیش آتے ہیں جیسے وہ اس گھر کی بزرگ ہوں...... منصورہ آپا سے کتنی عزت سے سب پیش آتے ہیں۔ اور تو اور متین بابا کی بزرگی کا بھی سب خیال رکھتے ہیں۔ سو یوسف اگر تم سے کسی وقت ہنس بول لیتا ہے تو تم کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاؤ...... بھول کر بھی یہ بھول نہ کرنا......"

وہ کافی دیر اپنے آپ کو سمجھاتی رہی

اور

کسی حد تک نارمل بھی ہو گئی

لیکن

اس کا ذہن سلینہ اور یوسف میں ہی الجھا رہا...... وہ کیا کر رہے ہوں گے۔ کہاں گئے ہوں گے۔ کتنے قریب اکیلے اکٹھے...... اف اس کا دماغ چکرانے لگا۔ اس نے جھٹکا دانت پیسے اور میز پر مکہ مارتے ہوئے بولی

"جہاں بھی ہیں جہنم میں جائیں۔ مجھے کیا۔ دفع دفعان ہوں......" اس نے دل ہی دل میں دونوں کو گالیاں بھی بکیں۔

لیکن

جس چیز سے وہ بچنا چاہ رہی تھی' وہ اسے پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ اس کے دل کو لطیف جذبوں نے چھو لیا تھا۔ وہ اس وقت دل کو شرابور کر دینے والی بھگو دینے والی کیفیات سے دوچار تھی۔ جانے کیوں جی بھر بھر آ رہا تھا۔ وہ بے طرح دکھی ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نمی اتر رہی تھی اور بوند بوند آنسو اس کے صبیح گالوں پر از خود پھیلنے لگے تھے۔

وہ دھیرے دھیرے رونے لگی۔

کافی دیر خاموشی سے چپ چاپ آنسو بہاتی رہی

پھر

اسے احساس ہوا کہ اس کے سینے میں جو گرہ سی پڑ گئی تھی وہ کھل گئی ہے۔ رو لینے سے طبیعت کافی کھل گئی تھی۔ اس نے من ہلکا پھلکا محسوس کیا۔ دوپٹے کے کونے سے آنکھیں اور گال صاف کیے۔ اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

کمرے میں جانے کی بجائے وہ باہر لان میں نکل آئی۔ شام اترنے کو تھی۔ سانولی سلونی شام کے سائے لان میں پھیلنے کو پر تول رہے تھے۔ سبزے اور پھولوں کی رنگت کچھ مدھم پڑ رہی تھی۔ ہوا سبک خرام تھی۔ اور موسم بے انتہا خوشگوار۔

وہ کچھ دیر روشوں کے ساتھ ساتھ ٹہلتی رہی۔

پھر

اندر جانے کے ارادے سے قدم اٹھائے۔ بجری کی سرخ سڑک پر پہنچی ہی تھی کہ اندر سے ماسی جینا آتی نظر آئی۔

"رابی بی بی" اس نے کچھ فاصلے پر ہی سے پکارا۔

"کیا ہے ماسی" وہ قدم اٹھاتے ہوئے بولی۔

"بیگم صاحبہ نے یاد کیا ہے آپ کو...... میں ادھر آپ کے کمرے میں دیکھنے گئی تھی......"

"اچھا......"

وہ ادھر ہی سے پیلس کے اس پورشن میں چلی آئی۔ ماسی جینا دوسری طرف چلی گئی۔ رابی کو پوچھنا یاد ہی نہ رہا تھا کہ بیگم صاحبہ اس وقت کہاں ہوں گی۔

برآمدے سے ہوتی وہ راہداری میں آ گئی۔ جہاں ملازم لوگ آ جا رہے تھے۔ اس

نے ایک لڑکے کو روکا "بیگم صاحبہ اس وقت کہاں ہوں گی"

"پتہ نہیں جی" وہ آگے بڑھ گیا۔

رابی کچھ پریشان ہو کر نچلی لاؤنج میں آ گئی۔ پیلس اسے ایک گورکھ دھندہ لگ رہا
اس وقت بھلا وہ بیگم صاحبہ کو کہاں تلاش کرتی۔ پیلس کے اتنے کمرے تھے۔ کہ ان
دیکھتے دیکھتے رات ہو جاتی۔ اتفاق ہی سے اسے برآمدے سے آتی جینا ماسی دکھائی دی۔

وہ بھاگ کر لاؤنج سے باہر نکلی اور برآمدے میں آتے ہوئے اونچی آواز میں پکا

"ماسی جینا" "کیا ہے" وہ وہیں سے بولی۔

"تم نے بتایا ہی نہیں بیگم صاحبہ نے کہاں یاد فرمایا ہے مجھے"

"یوسف صاحب کے آفس روم میں ہیں۔"

"وہ کدھر ہے"

وہ قریب آکر گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی "اے ہے ان کے پورشن میں ہے ا
کہاں۔

"ماسی مجھے نہیں پتہ"

"چلو میرے ساتھ"

"چلو......"

وہ ماسی جینا سے دو قدم پیچھے چلنے لگی۔ جینا باتیں کئے جا رہی تھی۔ اسے میرا
پاس جانا تھا۔ بیگم صاحبہ کا کوئی پیغام لے کر۔ اتنی دور پھر چل کے آنا پڑے گا۔ لیکن را
کی بھی مجبوری تھی۔ اسے واقعی اس پورشن اور آفس روم کا پتہ نہیں تھا۔

یوسف کا پورشن پیلس سے بڑی حد تک الگ تھلگ تھا۔ ایک سرا تو اس سوئمنگ
پول کی طرف تھا۔ جو رابی کے کمروں کے سامنے والی راہداری کے آخر پر تھا۔ دوسرا
یہ تھا۔ جس میں رہائشی کمرے خوابگاہ لاؤنج ڈرائینگ ڈائننگ اور آفس روم تھے۔

رابی کا دل از خود تیز تیز دھڑکنے لگا تھا۔ گو یوسف وہاں نہیں تھا۔ لیکن یہ اس
رہائش گاہ تو تھی اور وہ پہلی مرتبہ ادھر آ رہی تھی۔

"تم پاگل تو نہیں ہو رابی" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "ٹین ایجر لڑکیوں کی ط
گھبرا رہی ہو۔ شرما رہی ہو تم نے تو بڑے مضبوط ارادے باندھ لئے تھے۔ یہ کیا ہو رہا
تمہیں۔ بالکل بودی ایک دم بیوقوف اور نری گاؤدی ہو تم...... یوسف کے آفس

ا جاتے ہوئے کیسی کیفیات سے دوچار ہو رہی ہو۔ یہ باتیں زیب دیتی ہیں
ہیں......"

لیکن

اپنے آپ پر غصہ نکالنے لڑنے جھگڑنے اور کوسنے سے کچھ فرق نہیں پڑا......
ے محسوس ہو رہا تھا کہ سمجھانا بجھانا ایک دم فضول ہے۔

اس لئے اس نے تنگ آکر اپنے آپ کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔

رابی نے یوسف کی سلطنت میں یوں قدم رکھا جیسے وہ بہت ہی مانوس مقام ہو۔ اس
ی ہوائیں اور فضائیں دیکھی بھالی ہوں۔ بڑی اپنائیت کا احساس ہونے لگا...... نرم نرم
رم اٹھاتی وہ آگے بڑھتی رہی۔ "لو وہ ہے کمرہ" ماسی جینا نے رکتے ہوئے چند قدموں کے
صلے کی طرف اشارہ کیا۔

"اچھا ماسی" وہ آگے بڑھی۔ چوڑے برآمدے کی زیب و زینت انتہائی خوبصورت
ی۔ محرابی دروں پر پھولوں سے لدی بیلیں جھول رہی تھیں۔ فرش سرخ قالین سے ڈھکا
ا اور جگہ جگہ پیتل کے چمکتے ہولڈروں میں پھولدار گملے سجے تھے۔ کہیں کہیں کاسی کے
تے بھی شاخ گل تھامے کھڑے تھے۔

رابی چیزوں کا جائزہ لیتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھی۔ دروازہ نیم وا تھا۔

وہ
ایک لمحہ کو جھجکی۔ پھر بولی "میڈم میں اندر آ سکتی ہوں......"

جواب نہ ملا

تو اس نے اندر جھانکا......

کمرہ خالی تھا۔ وہ اندر آ گئی۔

آفس روم بھی بے حد شاندار تھا۔ کالی چمکتی سطح والی میز کے اردگرد کالی چمڑے کی
کرسیاں پڑی تھیں دوسری طرف گھومنے والی کرسی تھی۔ تین چار فون میز پر رکھے تھے۔
فائل ٹریز میں کاغذات تھے قلمدان اور پیپر ویٹ بھی رکھے تھے ایک دیوار پر قائداعظم کی
تصویر دوسری پر وال کلاک اور باقی دو پر خوبصورت پینٹنگز لگی تھیں۔ پرلی دیوار کے
ساتھ دو صوفے بھی پڑے تھے اور درمیانی میز پر گلدان میں پھول سجے تھے پردے اور
قالین سبز رنگ کے تھے۔ کمرہ نفاست اور امارت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

"ذوق تو بہت اچھا ہے" وہ دروازے کے پاس کھڑے کھڑے بولی۔

پھر

کندھے اچکاتے ہوئے خود سے اونچی آواز میں کہا "سب پیسے کے کھیل ہیں۔"

"صرف پیسے کے نہیں محترمہ" یوسف کی آواز پر وہ بری طرح چونک کر مڑی۔

"آ آپ...... سر......" وہ ہکلائی

"کیوں اس میں اتنا حیران ہونے کی کیا بات ہے......" یوسف کے چہرے پر
کن مسکراہٹ تھی۔

"آپ تو۔ آپ تو مس سلینہ کے ساتھ......" وہ بڑبڑائی

"اوہ۔ وہ پروگرام کینسل ہو گیا تھا......" وہ لاپرواہی سے بولا اور اندر آ گیا۔

رابی کو اس کی موجودگی سے گھبراہٹ محسوس ہوئی۔ مڑتے ہوئے بولی "میں ر
ہوں میڈم کہاں ہیں"

"اوہ...... رکیئے مس احتشام۔ میں آپ کی خاطر مس سلینہ کے ساتھ نہیں گیا
اور آپ ہیں کہ فرار ہونے کے چکروں میں ہیں۔

رابی نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ وہ کیا کہہ رہا تھا۔

یوسف ہنس پڑا۔

"ارے بھئی مذاق کر رہا ہوں۔ آپ تو زرد پڑ گئیں۔ ڈر کے مارے"

رابی کچھ کھسیانی ہو گئی۔

"محترمہ مجھے مما نے روک لیا تھا۔ اسی کام کے لئے جس کے لئے آپ کو بھی
ہے......" وہ مسکراتے ہوئے بولا......

رابی سنجیدہ ہو کر بولی "آپ کی غلط فہمی ہے کہ میں ڈر کے مارے زرد پڑ گئی"

"اچھا" یوسف پھر ہنس پڑا "میں تو نہیں مانتا......"

"نہ مانئے" رابی نے بچوں کی سی معصومیت سے کہا۔

"اوہو......"

"ہوں"

"اچھا اگر!"

"کیا؟"

"اگر میں آپ کو بتا دوں کہ آپ کو میڈم نے نہیں ان کے دھوکے میں میں نے
بلایا ہے...... تو......" رابی کانپ گئی۔

شاید یوسف مذاق کر رہا ہے اس نے ریلیکس ہونا چاہا

لیکن

وہ بالکل سنجیدہ تھا۔ اور پوری سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ ڈری

سہمی

اور ہکلائی "کک۔ کیوں؟"

پھر

قدرے ہمت کر کے بولی "آپ مذاق کر رہے ہیں شاید......"

اس نے پورے یقین سے کہا لیکن بے یقینی اس کے لہجے سے عیاں تھی۔

"ہاہا...... ہا......" یوسف نے ایک بلند بانگ قہقہہ لگایا۔ "بہت آسانی سے جال
میں پھنس گئیں......"

"آپ......" رابی کو لگ رہا تھا کہ وہ مذاق کر رہا ہے۔ لیکن اپنے چہرے کا کیا
کرتی۔ جو زرد پڑ گیا تھا۔

اس کے چہرے اور ملے جلے تاثرات دیکھ کر یوسف پھر ہنس پڑا۔ اس معصوم اور
سہمی ہوئی لڑکی پر ترس بھی آ رہا تھا اور پیار بھی۔

"دیکھا۔ آپ پھر ڈر گئیں نا" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

رابی نے غصے سے اس کی طرف دیکھا اور حوصلہ کر کے بولی "آپ یہ کیوں چیک کر
رہے ہیں کہ میں کتنی جلدی یا کتنی دیر سے ڈرتی ہوں۔"

"بس ویسے ہی" یوسف نے کندھے اچکائے پھر بولا "آپ کے چہرے پر اتنی مسکینی
ہے۔ کہ دل بار بار تنگ کرنے کو چاہتا ہے......"

وہ لفظ مسکینی پر کچھ کہنا چاہ رہی تھی کہ اسی لمحے میڈم اندر داخل ہوئی۔ ان کے
ساتھ سلینہ بھی تھی۔

"بات ہو گئی اپنے ممی پپا سے" یوسف سلینہ کی طرف اس طرح متوجہ ہوا کہ
رابی کا وجود بالکل نظر انداز کر دیا

"ہاں" وہ مسکراتے ہوئے بولی اور اچک کر چمکیلی سطح والے میز کے کنارے پر بـ
گئی۔
"میری بات بھی ہوئی" مسز انعام سلینہ کے گال پر پیار کرتے ہوئے یوسف سـ
بولیں" وہ خوش ہیں کہ سلینہ کو پاکستان اتنا پسند آیا......."
"آنٹی سے بھی بات ہوئی" یوسف نے ماں کی طرف دیکھا
"آنٹی انکل دونوں سے۔ سلینہ نے ان سے کہہ دیا ہے کہ وہ ابھی کچھ ماہ پاکستا
میں رکے گی" وہ بولیں
"گڈ" یوسف نے کہا
"اس بار میں یہاں بہت انجوائے کر رہی ہوں آنٹی......." سلینہ اترا کر بولی۔
"اچھی بات ہے" بیگم انعام نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
دوسری کرسی ماں کے برابر کھینچتے ہوئے یوسف بھی بیٹھ گیا۔ چند قدم کے فاصلے
رابی کھڑی تھی۔ وہ نہ تو خود بیٹھی نہ ہی کسی نے بیٹھنے کے لئے کہا۔ وہ تینوں باتوں میں ا
طرح کھو گئے تھے کہ لگتا تھا اس کا وجود ان کے لئے کوئی اہمیت ہی نہ رکھتا۔
"تمہاری آنٹی نے ایک شرط رکھی ہے سلینہ کے یہاں رہنے کی" بیگم انعام مسکـ
کر بولیں
"کیا؟" یوسف بولا۔
"ان کا کہنا ہے کہ سلینہ جتنی دیر چاہتی ہے یہاں رہے۔ لیکن جب وہ واپس جا
گی تو تم اسے لندن چھوڑنے جاؤ گے"
"واہ...... وا...... میں تو ابھی جانے کو تیار ہوں" یوسف ہنسا
"ابھی نہیں جناب میں دو تین مہینے اور رہوں گی" وہ اترا کر بڑے پیار سے بولی۔
رابی خاموش کھڑی تھی وہ اپنے آپ کو اس وقت ان لوگوں کے درمیان مس فـ
محسوس کر رہی تھی۔ باتیں بھی تو وہ لوگ اپنی ہی کر رہے تھے۔ سلینہ تو لگتا تھا اسـ
جلانے کے لئے سنا کر باتیں کر رہی ہے۔ وہ کیا یوسف جو کچھ دیر پہلے اس سے اتنا
تکلف ہو رہا تھا۔ اب یوں بھلائے بیٹھا جیسے اسے جانتا ہی نہ ہو......
"ہونہہ" رابی نے بے آواز ہنکارا بھرتے ہوئے سوچا "سلینہ جو نہیں تھی یہاں
وقت تو گزارنا ہی تھا نا" وہ اندر ہی اندر جز بز ہوتے ہوئے تلخی سے سوچے جا رہی تھی

اسے سلینہ پر غصہ آ رہا تھا...... یوسف پر غصہ آ رہا تھا۔ خود پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ دل ہی
دل میں دعا کر رہی تھی کہ وہ گفت و گو جلد شروع ہو جائے جس کے لئے اسے یہاں بلایا
گیا تھا۔
مگر
وہ لوگ تو جیسے سب کچھ بھلائے بیٹھے تھے
ایک دو بار اس کا جی چاہا کہ مداخلت کر کے میڈم کی توجہ اس طرف دلائے۔ مگر پھر
اس نے مناسب نہ سمجھا۔
"اچھا" کچھ دیر بعد میڈم کو خود ہی احساس ہوا تو بولیں "اب کچھ کاروباری امور پر
تبادلہ خیال ہو جائے"
پھر
انہوں نے گردن موڑ کر رابی کو دیکھا اور حیرت زدہ سی بولیں "تم ابھی تک کھڑی
ہو...... بیٹھو نا"
وہ میز کے قریب والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ سلینہ اچھل کر میز سے اتری اور میز کے
دوسری طرف پڑی یوسف کی ریوالونگ چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولی "تم ادھر ہی بیٹھو گے نا"
"ٹھیک ہے" یوسف بولا......
سلینہ نے تھینکس کہتے ہوئے ایک باتصویر رسالہ میز پر سے اٹھا لیا اور مزے سے
ادھر ادھر جھولتے ہوئے ورق گردانی کرنے لگی۔
میڈم رابی اور یوسف سے باتیں کرنے لگیں۔ بزنس کی باتیں۔ یوسف بھی اپنی
رائے دیتا رہا۔ رابی ضروری نوٹس لیتی رہی۔
"یہ نیا پراجیکٹ بھی یوسف نے لے لیا ہے۔ لیدر کی جتنی مصنوعات ہماری بنتی
ہیں۔ اب یوسف ہی ڈیل کیا کرے گا" میڈم نے رابی سے کہا
"جی" رابی نے ایک نظر یوسف کی طرف دیکھا۔
"وہ چاہتا ہے جیسے پہلے پراجیکٹ میں تم نے اس کے ساتھ کام کیا ہے اس میں بھی
کرو۔ بطور سیکرٹری"
وہ چپ رہی
یوسف مسکرا رہا تھا۔ میڈم رابی کی بہت تعریفیں کر رہی تھیں...... "بہت محنتی

اور ذمہ دار لڑکی ہے یہ" وہ یوسف سے بولیں۔

"یہ تو اب پتہ چلے گا" یوسف بولا۔

"تم پہلے بھی اس کے ساتھ کام کر چکے ہو" میڈم بولیں۔

"ہاں مما...... میں جانتا ہوں...... اسی لئے تو اس پراجیکٹ پر بھی ان کو سا
رکھنا چاہتا ہوں" یوسف نے کہا

"میں کچھ عرصہ کے لئے اس کی کمی برداشت کر لوں گی" وہ بولیں

"میڈم میں ہر وقت حاضر ہوں" رابی نے کہا۔

کچھ دیر ضروری امور پر تبادلہ خیال ہوتا رہا......

پھر

میڈم نے میٹنگ برخاست کر دی اور اٹھتے ہوئے بولیں "اب تم جانو اور تمہار
کام۔ ہم تو چلے"

وہ اٹھیں تو ان کے ساتھ سلینہ بھی اٹھی...... رابی نے بھی مڑتے ہوئے قد
اٹھایا

میڈیم اور سلینہ کے باہر نکل جانے کے بعد رابی ابھی دروازے ہی میں تھی ک
یوسف کی آواز پر رک گئی "یہ فائل تو لیتی جائیے"

"اوہ" اصلی فائل تو وہ وہیں بھول گئی تھی۔ وہ معذرتانہ انداز میں بول
"سوری...... میں بھول ہی گئی تھی۔"

"کوئی بات نہیں" یوسف نے فائل اس کی طرف بڑھائی۔ اور بولا "آپ ک
اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں واقعی آپ کی خاطر سلینہ کے ساتھ نہیں گیا تھا......"

رابی نے فائل پکڑنے کے دوران اس بات کے ساتھ اس کے قہقہے کا بھی انتظا
کیا۔ لیکن وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ وہ کچھ گڑبڑا سی گئی۔

"جی!" ایک لمبی سی جی اس کے منہ سے نکلی

"جی" وہ زیر لب مسکرایا۔ "ابھی تو آپ جائیں پھر کسی فرصت کے وقت م
تفصیل سے بات ہو گی"

رابی مڑی تو اس کا دل انجانی خوشی سے چھلک رہا تھا۔ قدم بہک رہے تھے۔ اس
وقت اسے میڈم کا خیال تھا نہ سلینہ کا اور نہ اپنی حیثیت کا۔ وہ خوش ہو رہی تھی۔ اس

بات ہے کہ اس کی وجہ سے یوسف سلینہ کے ساتھ نہیں گیا تھا۔
سرشاری نے اس کے دل کو بھگو دیا تھا۔ اور اس فتح سے اس کا سینہ پھول گیا تھا۔
سلینہ سے ایک سرد اور مختصر جنگ میں اس نے اپنے لئے ایک مثبت نتیجہ اخذ کر لیا تھا۔
اور مزے کی بات تھی کہ ابھی اس نے ہتھیار بھی نہ نکالے تھے کچھ کرنے کی ضرورت بھی
پیش نہ آئی تھی۔

مگر جب وہ اپنے کمرے میں پہنچی تو جانے کیوں اپنی حیثیت کا احساس جاگ اٹھا۔ وہ
ایک کرسی پر ڈھے گئی۔ اداسی کی لہر اس کے اندر اتر کر تہیں جمانے لگی۔ احساس فتح
جانے کہاں جا سویا۔ اس کا سر جھک گیا۔

بڑی دیر بعد وہ خود سے بولی "شاید محبت میں ایسا ہی ہوتا ہو......"

"نہیں محبت میں ایسا نہیں ہوتا" اس کے اندر سے آواز آئی "البتہ بے جوڑ محبت
میں ایسا ہوتا ہے' چاند کو چھونے کی خواہش میں ایسا ہوتا ہے' ہمت سے بڑھ کر پرواز
کرنے میں ایسا ہوتا ہے۔ منزل سامنے ہو اور اس تک پہنچنے کے ذرائع نہ ہوں تب ایسا
ہوتا ہے۔ کوئی راستہ کوئی سہارا نہ ہو تب ایسا ہوتا ہے۔"

وہ سوچ رہی تھی

اور

سمجھ بھی رہی تھی کہ اپنی طاقت و ہمت سے اونچی چھلانگ لگا رہی ہے۔

"ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔ میں اپنے قدم روک لوں گی" بالآخر اس نے سوچا اور
مطمئن ہونے کی کوشش کی۔

اس نے پختہ ارادہ کر لیا۔

اسے کچھ تسلی بھی محسوس ہوئی

لیکن

دل میں اٹھنے والی ان ٹیسوں کو ختم نہ کر سکی۔ جو مسلسل آزار دے رہی تھیں
بے حال ہو کر اس نے سر کرسی کی پشت پر ڈال کر آنکھیں بند کر لیں۔

رابی نے اپنے تئیں ایک درست راستہ منتخب کیا مگر شاید قدرت اسے مزید
دینے پہ تلی تھی۔ وہ جتنا اس دشمن جاں سے بچنے کی کوشش کرتی' وہ اتنا ہی اس کی
میں آتا۔

کبھی کبھی اسے لگتا جیسے یوسف بھی اسے چاہتا ہے۔ لیکن کوئی نہ کوئی واقعہ ہو
جس سے اس خیال کی تردید ہو جاتی۔ اور اسے دماغ سے یہ بات جھٹک کر نکالنا
کیونکہ یوسف جیسے چاند کو چکوریوں کی کمی نہ تھی۔

اور

پھر

سلینہ تھی۔ نوعمر اور بے انتہا دلکش۔ حسین' مالدار اور پروانہ وار یوسف پر ن
اسے کیا ضرورت تھی کہ اردگرد کی بے وقعت و بے حیثیت ہستیوں پر نگاہ بھی ڈا
ہاں وہ دوسری بات ہے کہ وہ اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو کبھی حقیر نظر سے نہ دیکھتا
ماحول ہمیشہ دوستانہ رکھتا تھا۔ اس دوستانہ جذبے کو کسی اور جذبے کا نام دینا حماقت
تھی۔ رابی گو جذبوں کی انسان نہ تھی لیکن جانتی تھی کہ جذبوں میں بھی انسانوں ہی
طرح اپنے چہروں کو نقابوں میں چھپانے کی اہلیت ہوتی ہے۔ نظر کچھ آتے ہیں ہوتے
اور ہیں۔

وہ خود کو سمجھاتی رہتی کہ یوسف جیسے بزنس مینوں کے نزدیک بزنس اور تفریح
یکجا نہیں ہوتی۔ انعام پیلس میں رابی کی موجودگی بزنس سے تعلق رکھتی تھی۔ اگر یوسف
کو تفریح کی سوجھی یا ضرورت پیش آئی تو وہ کوئی اور طرف دیکھے گا۔ رخ کہیں اور کر
گا۔

ساری سوچوں کے باوجود رابی اس جذبے سے منحرف نہ ہو سکتی تھی۔ جو اس
اندر جڑ پکڑ چکا تھا۔ گو وہ اس کے خلاف پوری طرح جنگ کر رہی تھی۔ اپنے آپ سے
رہی تھی۔ لیکن جتنا وہ اس جذبے کے خلاف اپنا آپ استعمال کر رہی تھی وہ اتنا ہی

اور تیز ہو رہا تھا۔

پھر بھی

وہ پر امید تھی کہ اس جذبے کو وہ جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

اس دن بھی یوسف کے آفس میں بیٹھی تھی۔ لیدر جیکٹس والا پراجیکٹ زیر
موضوع رہا تھا۔ دو بہت بڑی پارٹیاں آنے والی تھیں۔ یوسف نے ضروری فائلیں تیار
کروانے کے لئے اسے نوٹس لکھوائے تھے۔

وہ کام میں مصروف تھے کہ سلینہ آن پہنچی۔

"یوسف اب چھوڑو بھی کام کو....... اٹھو...... مجھے بازار جانا ہے" وہ حسب
عادت میز پر اچک کر بیٹھ گئی۔

"ارے رے" یوسف نے پن میز پر رکھتے ہوئے وہ کاغذ سمیٹنا چاہے جو سلینہ کے
بیٹھنے سے تڑ مڑ گئے تھے۔

"کیا ہے بھائی" وہ جھلائی

"بھئی یہ بہت ضروری کاغذات ہیں۔"

"تم ان ہی میں الجھے رہو گے"

"کیا کروں۔ کام ہے میرا"

"اچھا اس وقت تو چھوڑو۔ چلو میرے ساتھ"

"کہاں بھئی......"

"بازار بھئی"

سلینہ نے یوسف کی مسکراتے ہوئے نقل اتاری تو وہ بھی مسکرا دیا۔

سلینہ شہ پا کر اتراتے ہوئے بولی "بازار جانا ہے"

"تو بھئی ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤ......"

"نہیں"

"مونا کو لے لو ساتھ' واپس آ چکی ہے پنڈی سے"

"نہیں میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔ صرف اور صرف تمہارے ساتھ۔

"ضد نہ کرو" مجھے کام ہے تم ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤ......"

"یہ بات ہے"

"ناراض نہ ہو"

"میں آنٹی سے اور انکل دونوں سے تمہاری شکایت کرتی ہوں......... کہ مجھے سا
نہیں لے جاتے ڈرائیور کے ساتھ جانے کا کہہ رہے ہیں"

"اوہ مارے گئے"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"اچھا کاغذات تو چھوڑو نہ میز پر سے اترو........"

"پہلے بتاؤ چلو گے یا نہیں........"

"اترو نا"

"بتاؤ نا"

"چلوں گا۔" یوسف نے اس کا ہاتھ پکڑ کر میز پر سے اتارتے ہوئے کہا تو رابی کو
اس کی کنپٹیاں سلگنے لگی ہیں

"یہ ہوئی نا بات" سلینہ بچوں کی طرح خوش ہو کر بولی۔ "اچھا اٹھو اب"

"تم چلو میں آخری لیٹر لکھوا لوں۔ پھر آتا ہوں"

"پھر لکھوا لینا........"

"نہیں ضروری ہے لکھوانا"

"تو یہ خود لکھ لیں گی نا۔ سیکرٹری کو اتنا تو آتا ہی ہو گا" اس نے کاٹ دار سی نگا
رابی پر ڈالی۔

یوسف ہنس کر بولا "تمہیں بزنس کی باتیں پتہ نہیں ہیں۔ تم چلو میں چند منٹ تک
آتا ہوں۔ اب جاؤ بھی" یوسف نے ہاتھ جوڑے

تو

سلینہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

پھر

وہ ادائے دلربائی سے مسکراتے ہوئے بولی "فوراً آجانا........"

"اچھا........"

"میں پورچ میں ہوں گی ادھر ہی آجانا۔ بس پانچ منٹ میں"

"بہت اچھا حضور........" اس نے ہاتھ جوڑے

سلینہ شان استغناء سے رابی کو دیکھتے ہوئے مسکرائی اور کمرے سے نکل گئی۔

یوسف نے اس کے جاتے ہی میز پر بے ترتیبی سے پڑے کاغذات سمیٹے۔ رابی
مایوس ہو کر اٹھنے لگی کہ شاید یوسف نے کام ختم کر دیا ہے۔

"آپ کہاں چلیں" یوسف نے حیرت سے اسے دیکھا

"سر۔ آپ جا رہے ہیں تو........" وہ بولی

"میں کہیں نہیں جا رہا........"

"وہ۔ وہ مس سلینہ"

"مس احتشام........ آپ کی ڈیوٹی ہے کہ پانچ منٹ میں کوئی معقول سا بہانہ تراش
دیں جو میں اس کے ساتھ جانے سے بچ جاؤں........"

"مم۔ میں کیا بتاؤں سر۔"

"کوئی بھی بہانہ........" یوسف تڑاخ سے بولا۔

"جی"

"جی کیا........" وہ چلایا........ "آپ عقل مند تو بہت مشہور ہیں۔ معقول بہانہ
نہیں بتا سکتیں"

"سر........" رابی بے طرح پریشان ہو کر بولی "میں کیا بتاؤں........"

اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ یوسف کیا چاہ رہا ہے۔

"افوہ........" یوسف بے چین ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ "آپ کو اتنی سی بات سمجھ نہیں
آ رہی کہ میں اس وقت سلینہ کے ساتھ نہیں جانا چاہتا۔"

"تو........" وہ ہکلائی

"تو کوئی بہانہ سوچیئے نا۔" یوسف زچ ہو کر بولا۔ پھر چند لمحوں کے بعد کہنے لگا
"اچھا نہ سہی۔ میں خود سوچ لیتا ہوں۔"

وہ

واقعی سوچ میں ڈوب گیا۔

رابی ایک ٹک اسے دیکھنے لگی۔ اسے یوسف کی یہ ادا بہت بھائی۔

کافی دیر سوچنے کے بعد یوسف نے بے چارگی میں سر ادھر ادھر مارا۔ اور بولا "کوئی
بیگل آئیڈیا ذہن میں نہیں آ رہا........"

"یوسف........" باہر سے سلینہ کی تیز آواز آئی "جلد کرو نا........"

"آ گیا" یوسف اٹھ کھڑا ہوا۔ قہر آلود نظروں سے اس نے رابی کو دیکھا۔ ا

"اس کی ذمہ دار آپ ہیں۔ آپ کو اس کی سزا ملے گی"

رابی بے وقوفوں کی طرح اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کے آئی کیو کا ٹیسٹ تھا" وہ غرایا "اس میں آپ بری طرح فیل ہو گئی اور مجھے بھی مروا دیا ہے........"

رابی کنفیوز ہو گئی۔

"شام کو اپنی سزا کے لئے تیار رہئے گا"

"سر" وہ سمجھ نہ پا رہی تھی کہ کیا کہے۔

"سمجھ آ گئی........" وہ ایک بار پھر غرایا اور غصے سے پاؤں پٹختا باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد وہ کتنی ہی دیر بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ آخر ان کا کیا مطلب تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

اور

یہ سزا والا معاملہ تو وہ بالکل ہی سمجھ نہ پا رہی تھی۔

شام تک رابی بے مقصد وقت گزارتی رہی۔ کبھی داؤ جی کے پاس جا بیٹھتی منصورہ سے گپ شپ لگانے کی کوشش کرتی۔

لیکن

دھیان سزا ہی کی طرف تھا جس کا اتنے غصے میں غراتے ہوئے پاؤں پٹختے ہ یوسف نے اعلان کیا تھا۔

بستر میں لیٹ کر بھی وہ یہی سوچتی رہی۔

سزا

کیسی سزا"

یہ کیسی ہو سکتی ہے۔

کیوں ہو سکتی ہے؟

بستر میں قرار نہ آیا تو وہ اٹھ کر کھڑکی میں کھڑی ہو کر باہر کے خوبصورت مناظر محظوظ ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ سبزے پودوں اور گھنے درختوں سے گھرا یہ حص

خوبصورت تھا۔ آسمان پر بادل چھائے تھے لگتا تھا بارش آئے گی ہوائیں نم آلود تھیں اور شاخوں ٹہنیوں اور بیلوں میں سے سرسراتی گزر رہی تھیں

اس کا جی چاہا باہر جا کر گھومے پھرے تا کہ اس کا سوچوں سے تپتا ذہن کچھ ٹھنڈا ہو سکے۔ جوں جوں شام اتر رہی تھی اس کا دل سہما جا رہا تھا۔ اسے ڈر یہی تھا کہ کہیں یوسف میڈم سے اس کی شکائت نہ کر دے کوئی الٹی سیدھی نہ ہانک دے"

سب سے زیادہ فکر اسے اپنی نوکری کی تھی یہ نوکری چھوڑنا یا اس کا چھننا وہ برداشت ہی نہ کر سکتی تھی وہ کتنی محفوظ ہو گئی تھی۔ ماضی پر نگاہ ڈالتی تو کانپ جاتی۔ وہ کبھی بھی اس قسم کے حالات میں لوٹنا نہیں چاہتی تھی کوئی اور نوکری بھی اسے گوارہ نہ تھی۔ اتنی تنخواہ اور ایسی سہولتیں کون دیتا تھا۔ یہاں تو اسے لگتا تھا' اپنے گھر میں آ گئی ہے۔ وہ ماضی سے خوفزدہ تھی اور مستقبل کا کوئی خطرہ مول نہ لینا چاہتی تھی۔ مرنا جینا یہیں سے وابستہ سمجھتی تھی۔

اب ڈر بھی تو اسی لئے رہی تھی۔ کہیں یوسف نے غصے میں آ کر ماں سے ساز باز کر کے اس کی چھٹی کرا دی تو وہ کیا کرے گی۔

وہ گھبرا رہی تھی۔ اس لئے باہر کھلی فضا میں جانے کا سوچ رہی تھی۔ وہ کھڑکی سے ہٹی ہی تھی کہ میڈم کا ملازم آ گیا۔

"کیا ہے نصیر" اس نے جلدی سے پوچھا

"میڈم آپ کو بلا رہی ہیں۔" وہ بولا۔

"کہاں ہوں گی........"

"اپنی نشست گاہ میں ہیں اوپر........"

"اچھا تم چلو میں آتی ہوں"

وہ جلدی سے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آئی۔ بالوں میں برش کر کے پونی باندھی حلیہ درست کیا اور باہر نکل گئی۔ دل کے خوف دو چند ہو گئے تھے۔ شام اتر آئی تھی۔ یوسف نے شاید ماں سے اس کی شکایت کر دی تھی۔

وہ تھوڑی دیر بعد میڈم کی نشست گاہ میں تھی۔ میڈم اکیلی ہی تھیں۔

سلام کرنے کے بعد اس نے خود ہی پوچھا "آپ نے یاد فرمایا۔"

"ہاں"

"جی کہئے"

"رابی بتانا تو تمہیں جلدی چاہئے تھا' پر خیر تم تیار ہو جانا ساڑھے سات تک"

"جی"

"یوسف کی دو پارٹیاں آئی ہیں...... انہیں ڈنر پہ لے جا رہا ہے۔ تمہارا سیکرٹری اس کے ساتھ جانا ضروری ہے"

رابی نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ شکر ہے۔ یوسف نے ماں سے شکایت کی تھی۔

"تیار ہو جاؤ گی نا" میڈم نے پوچھا

"یس میڈم...... چند منٹوں میں تیار ہو جاؤں گی۔

"یہ کاروبار ڈنر کم میٹنگ ہے۔ اپنی فائل ساتھ لے جانا۔ نوٹس لینے ہوں گے"

"جی ٹھیک ہے"

"جاؤ پھر تیار ہو جاؤ وقت پر۔ دیر نہ کرنا...... یوسف وقت کا بڑا پابند ہے"

"جی اچھا"

وہ سلام کر کے باہر نکل آئی۔ سزا کا خطرہ کچھ ٹلتا ہوا لگا۔ میٹنگ میں تو وہ سزا سے رہا۔

واپس آ کر اس نے کپڑے نکالے۔ رات کی مناسبت سے گہرے رنگ کے ل انتخاب کیا۔ وہ تیار ہونے میں دیر نہ لگاتی تھی۔ کپڑے بدلے' ہلکا سا میک اپ آرٹفشل تھوڑی سی جیولری پہنی برش کیا اور کہیں بھی جانے کو تیار ہو گئی۔

اب بھی وہ ساڑھے سات سے پہلے ہی تیار ہو گئی تھی۔ آئینے میں اپنا آخری لے رہی تھی کہ ملازم آ گیا۔

"چھوٹے صاحب پورچ میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں مس"

"بس میں تیار ہوں آتی ہوں" اس نے جلدی سے بیگ کندھے پر ڈالا۔ اٹھائی اور کمرے سے نکل آئی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتے پیلس کے پورچ کی طرف لگی۔

یوسف خوبصورت تراش کا سوٹ پہنے گاڑی کے قریب کھڑا تھا۔ وہ اس وقت ہینڈسم اور سمارٹ لگ رہا تھا۔ نہ چاہنے کے باوجود بھی وہ اسے تکے ہی گئی۔

"چلئے بیٹھیں۔ ٹائم ہو گیا ہے" یوسف نے اگلا دروازہ اس کے لئے کھول دیا

"شکریہ" وہ قدرے ڈری ڈری بیٹھ گئی۔ سزا کا خیال ذہن سے نکلا نہیں تھا۔

یوسف بھی بیٹھ گیا۔ اس نے ایک گمبھیر نگاہ رابی پر ڈالی۔ پھر گاڑی چلا دی۔

راستہ تقریباً" خاموشی ہی سے کٹا۔ بس واجبی سی گفت و گو ہوئی۔ وہ بھی لیدر کی مصنوعات اور اس پارٹی کے متعلق۔ یوسف نے ہی باتیں کیں۔ رابی سنتی رہی۔

ہالیڈے ان کے پارکنگ لاٹ میں گاڑی کھڑی کر کے یوسف باہر نکلا۔ ساتھ ہی رابی بھی باہر آئی

پھر

یوسف کی تقلید میں وہ اندر آ کر اس میز پر رک گئی۔ جو یوسف نے بک کرایا ہوا تھا۔ رابی کچھ حیران سی ہوئی۔ میٹنگ وہ بھی دو پارٹیوں کے ساتھ اور ٹیبل چار آدمیوں والی بک تھی۔ یہ تو لمبی چوڑی ٹیبل ہونا چاہئے تھی۔

"دو افراد کے ساتھ میٹنگ ہے سر" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ وہ تو کافی لمبی چوڑی میٹنگ کا سوچ کر آئی تھی"

"جی نہیں" یوسف نے سنجیدگی سے کہا۔

رابی چپ ہو گئی کچھ اور پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔

"اور کوئی سوال؟......" یوسف نے پوچھا

"نہیں...... نہیں......" وہ اس کے لہجے کی تندی سے گھبرائی۔

"کیوں نہیں۔ حالانکہ آپ کو پوچھنا چاہئے تھا کہ ہم اس چھوٹی ٹیبل پر کیوں بیٹھے ہیں۔ کسی بڑی اور لمبی ٹیبل پر کیوں نہیں بیٹھے۔"

رابی نے اس کی طرف دیکھا

وہ اسی لہجے میں بولا "لیکن آپ نے اس لئے نہیں پوچھا کہ آپ کا آئی کیو کم ہے"

رابی نادم سی ہو گئی

وہ اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا "آپ شاید ابھی تک نہیں سمجھیں کہ یہاں کوئی میٹنگ ویٹنگ نہیں ہے"

"جی؟؟؟" وہ آنکھیں پھیلائے حیرت زدہ سی اسے دیکھتے ہوئے بولی

"جی ہاں"

"تو اس کا مطلب؟ یعنی آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں۔ میٹنگ نہیں تو۔۔۔"

"میٹنگ کے لئے نہیں" وہ مسکراتے ہوئے اس کی بات کاٹ کر بولا "سزا کے پر آپ یہاں لائی گئی ہیں"

وہ محجوب ہو کر سرخ ہو گئی۔ اب یوسف کا سارا پلان اس کی سمجھ میں آگیا اس نے مما کو میٹنگ کی جھوٹی کہانی سنائی تھی۔ اور مما نے اس کی باتوں میں آ کر ... سیکرٹری کو بیٹے کے ساتھ بھیج دیا۔

رابی کو یہ بات کچھ اچھی نہ لگی

اسے غصہ آنے لگا۔ مگر عقلمندی سے کام لیتے ہوئے غصے کو دبا کر دھیمے لہجے بولی "اس کی ضرورت کیا تھی؟"

"بس تھی" یوسف خوشگوار موڈ میں مسکرائے جا رہا تھا "صبح آپ نے زبردستی سلینہ کے ساتھ بھیج دیا اس کی سزا کے طور پر میں زبردستی آپ کو یہاں لے آیا۔"

بات تو ہزاروں خوشیوں کی تھی۔ رابی کے من میں چراغ لو دینے لگے۔ آ... میں جیسے کسی نے ستارے کوٹ کر بھر دئے۔ دل بھرے پیمانے کی طرح چھلک چھلک پھر بھی اپنی ساری خوشیاں سارے جذبے چھپاتے ہوئے بولی "سر آپ کمال کرتے میں نے مس سلینہ کو آپ کے ساتھ بھجوایا تھا؟"

"تو اور......" وہ تڑاخ سے بولا "کتنی بار کہا تھا کوئی بہانہ سوچئے۔ مگر آپ بن کر بیٹھی رہیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟۔ ڈیڑھ گھنٹہ مجھے بازار میں پھر گھنٹہ بھر ... خوار ہونا پڑا......"

"اور اب ہولی ڈے ان میں خوار ہونے آ گئے" بے ساختہ رابی کے منہ سے ... گیا۔ تو یوسف کے بات جیسے دل کو لگی بے اختیارانہ ہنستے ہوئے ہاتھ میز پر ہولے مارتے ہوئے بولا "یہ آپ کا خیال ہے۔ ورنہ......"

"ورنہ؟" وہ جرات سے بولی

"ورنہ رابی......" وہ انتہائی بے تکلفی سے اس کا نام لیتے ہوئے سر قدرے ... کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا "ورنہ...... یہ وقت خوشیوں کا باعث ہے"

وہ مسکراتے ہوئے سیدھا ہوا اور زیر لب بولا "اب اس سے پہلے کہ آپ ...

ہیں۔ میں کھانے کا آرڈر کرتا ہوں......"

کھانے کے دوران یوسف ہی زیادہ باتیں کرتا رہا۔ وہ وقفے وقفے سے جواب دیتی رہی۔ اسے تو جانے اس لطیف قربت نے کیا کر دیا تھا۔ صرف احساسات کی دنیا ہوش میں تھی۔ ورنہ اس پر تو جیسے مدہوشی چھائی تھی۔

یوسف کاروبار سے ہٹ کر باتیں کر رہا تھا۔ اس کے بارے میں تفصیل سے جاننا چاہ رہا تھا۔ اس کے ماضی کو کھوج رہا تھا۔ ربی کوئی کوئی بات حذف کر کے مختصراً جواب دے رہی تھی۔ یوسف کو یہ جان کر دلی دکھ ہوا تھا کہ رابی دنیا میں بالکل اکیلی ہے ماں باپ ہیں نہ بھائی بہن۔ ماضی اتنا ناخوش گزرا ہے کہ وہ اب اس طرف پلٹ کر دیکھنا بھی گوارہ نہیں کر سکتی۔

"آپ بہت باہمت ہیں" یوسف متاثر ہو کر بولا۔

"شکریہ" وہ کھل کر مسکرائی۔

دونوں باتیں کرتے رہے کاروبار سے ہٹ کر اپنی اپنی باتیں۔ یوسف نے رابی اور رابی نے یوسف کے متعلق بہت کچھ جان لیا۔ رابی کی سرشاری اس کے روئیں روئیں سے عیاں تھی۔

رات سوتے جاگتے وہ یوسف ہی کے خواب دیکھتی رہی۔ وہ اپنے آپ سے کہتی:

میں نے تو اپنے اوپر خول چڑھا لیا تھا جس میں روزن تھا نہ دروازہ۔ میں نے تو دراڑ تک بھی نہ چھوڑی تھی۔ پھر تم کیسے اور کہاں سے اندر در آئے

کیا

یہ بات تو نہیں تھی کہ تم میرے اندر ہی کہیں چھپے بیٹھے تھے۔

پھر

خود ہی کہتی "یہی بات ہے تم تو روز ازل ہی سے میرے من میں چھپے بیٹھے ہو"

"رابی"

"جی"

"میں نے تمہیں بلایا تھا"

"جی......"

"تم فارغ ہو نا دوپہر تک"

"جی پتہ نہیں۔ فارغ تو ہوں۔ لیکن کسی وقت بھی میڈم بلا سکتی ہیں۔ سر......"

"نہ میڈم بلائیں گی نہ سر۔"

"مونا آپ......"

"دراصل میں شاپنگ کے لئے تمہیں ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔ مما سے پوچھ لیا ہے اور یوسف آج اپنے باہر والے آفس گیا ہوا ہے انعام مینشن۔ اس کے کوئی دوست آئے ہوئے ہیں۔ شاید شام تک وہ باہر ہی رہے"

"جی اچھا"

"تمہیں تو کوئی ذاتی کام نہیں نا"

"جی نہیں میں بالکل فارغ ہوں بلکہ سوچ رہی تھی بازار کا چکر لگا لوں"

"اچھا ہی ہوا۔ میں نے اپنی فرینڈز کے لیئے کچھ پریزنٹ لینے ہیں۔ پرسوں جا رہی ہوں نا"

"ہائے آپ جا رہی ہیں۔"

"ہاں۔ جی تو بالکل نہیں چاہتا۔ یہاں اتنی گہما گہمی اور رونق ہے۔ سب قریب ہیں۔ دو دفعہ پنڈی بھی ہو آئی ہوں۔ وہاں تو......"

"جی نہیں گھبراتا اکیلے؟"

"بہت...... لیکن خیر آتی جاتی رہتی ہوں۔ جب بھی دل اداس ہو اسفند یار گھبرا جاتے ہیں اور فوراً مجھے ملنے کے لئے بھیج دیتے ہیں۔"

"یہ بھی اچھی بات ہے"

"اسفند بہت اچھے ہیں۔"

"وہ تو دوسرے تیسرے دن ہی چلے گئے تھے"

"ہاں کاروبار ہے نا وہاں...... زیادہ دن غیر حاضری نہیں ہو سکتی" پھر بچے بھی ان کے بغیر اداس ہو جاتے ہیں اس لئے میرا بھی زیادہ دن رہنا ممکن نہیں ہوتا......"

"کتنے سالوں سے وہاں ہیں مونا آپ"

"میری شادی کو ساتواں سال جا رہا ہے شادی ہوتے ہی چلی گئی تھی۔"

رابی اور مونا کچھ دیر باتیں کرتی رہیں۔ رابی کو مونا بہت اچھی لگی تھی۔ کتنی خوبصورت اور کتنے خوش اطوار کی تھی وہ...... برابری کی سطح پر ملتی اور باتیں کرتی تھی۔ کبھی احساس نہ دلایا تھا کہ رابی اس گھر کی ملازم ہے۔

"رابی" مونا نے اپنی ریسٹ واچ دیکھی

"جی"

"دس بج رہے ہیں۔ ساڑھے دس پونے گیارہ تک تیار ہو کر آ جانا...... پھر چلیں گے کوشش کریں گے کھانے سے پہلے واپس آ جائیں......"

"جی بہتر...... میں ساڑھے دس آ جاؤں گی۔ تیار ہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے"

رابی مونا کو سلام کر کے اپنے حصے کی طرف آ گئی۔ آتے ہی وارڈ روب کھولی اور کوئی سادہ سا سوٹ دیکھنے لگی۔ بازار تو جانا تھا۔ عام سے کپڑے ہی ٹھیک تھے۔

اس نے ہلکے کیسری رنگ کا جوڑا نکالا جو اس نے پیرہن سے خریدا تھا۔ تراش خراش خوبصورت تھی۔ ہینگر سے جوڑا نکال کر وہ استری کی ٹیبل کی طرف گئی۔

اور

کپڑے استری کرنے لگی۔

کپڑے استری کرتے ہوئے اسے رات ڈنر کا خیال آ گیا۔ یہ خیال ذہن سے نکل ہی کب تھا۔ اس خیال سے تو وہ رات بھر آنکھ مچولی کھیلتی رہی تھی۔ یوسف کی ایک ایک بات ذہن کے فریم میں فٹ کر کے مووی کی طرح دیکھتی رہی تھی۔ اسے اب اپنے سامنے اعتراف کرتے ہوئے کوئی باک نہ تھا کہ وہ یوسف کو دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہے اور

یوسف بھی اس کی طرف پوری طرح ملتفت ہے۔ یہ بات نہ ہوتی تو رات کا ڈنر۔ پیار
کی باتیں چھیڑے...... ذو معنی انداز...... کھلکھلاہٹیں یہ سب اس وقت اور پیار کا
نتیجہ تھا جو اس کے دل میں رابی کے لئے تھا۔ وہ بچی تو نہ تھی جو اصلی نقلی میں تمیز نہ
پاتی۔ پھر یوسف کو پاکھنڈ رچانے کی ضرورت بھی کیا تھی۔

وہ استری کرتے ہوئے گنگنا رہی تھی۔ جی چاہتا تھا فضاؤں میں اڑتی پھروں۔ یہاں
سے وہاں وہاں سے یہاں چڑیا کی طرح پھدکتی پھرے۔

"کیا بات ہے بہت خوش لگ رہی ہو" سمیرا کی آواز پر اس نے گردن موڑ
دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی وہ کیا اس کا انگ انگ مسکرا رہا تھا۔

"اوہ سمیرا آپا...... کیسے آئیں"

سمیرا نے ہاتھ میں ایک قمیص پکڑی ہوئی تھی۔ یہ بیگم انعام کی قمیص تھی وہ

"تمہیں یہ قمیص دکھانے لائی تھی"

"آپ کی ہے"

"اے ہے اتنی قیمتی سلک ہے۔ میری کہاں ہو سکتی ہے بیگم صاحبہ کی ہے"

"کیا ہوا اسے......"

"یہ گلا بنوایا تھا تمہیں دکھانے لائی ہوں...... دیکھو تو کیسا ہے"

اس نے قمیص اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پھیلا دی......

"اف کتنا خوبصورت ہے۔ اتنا فائن کام......"

"ہاں قیمتی بھی بہت ہے"

"آپ کی پسند لاجواب ہے"

"میرا خیال ہے تم مجھ سے نمبر لے گئی ہو۔ تمہارا ٹیسٹ بہت اچھا ہے"

"اوہو آپا۔ ہم کیا اور ہمارا ٹیسٹ کیا......"

"تمہارے کپڑوں سے پتا چلتا ہے۔ رنگ۔ تراش خراش۔ کلر میچنگ
لاجواب ہوتے ہیں۔"

"بنائیے نہیں آپا......"

سچ کہتی ہوں۔ خود بیگم صاحبہ بھی یہی کہتی ہیں۔ اسی لیئے تو اس گریبان کے
تمہاری صلاح لینے آئی ہوں" اس نے قمیص رابی کے بیڈ پر بچھا دی۔ پھر بولی "یہ گلا

ذرا چوڑا اور نیچے سے لمبوترہ نہیں ہونا چاہیئے؟"

رابی نے جائزہ لیا اور بولی "ہو جائے تو اس کی بیوٹی بہت بڑھ جائے گی"

"میرا بھی خیال تھا۔"

"بالکل"

"نینا دے آؤں"

"بالکل"

"میرے ساتھ چل سکتی ہو"

"کب"

"ابھی چلے جاتے ہیں"

"نہیں آپا۔ ابھی تو میں مونا کے ساتھ جا رہی ہوں۔ وہ شاپنگ کے لئے ساتھ لے
جا رہی ہیں"

"تمہیں......"

"ہاں"

"اور وہ مس سلینہ...... سنے گی تو......"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی...... رابی بھی کچھ نہ بولی۔ چند لمحوں بعد سمیرا
خود ہی بولی "یہ لڑکی اتنی حسین ایسی سمارٹ اور اتنی امیر کبیر ہے۔ یوسف اس کی مٹھی میں
ہے۔ پھر بھی پتہ نہیں تم سے کیوں جلتی ہے"

سمیرا کی بات پر رابی کا دل دھک سے ہوا۔ لیکن بظاہر جذباتی ہوئے بولی "مجھ سے کیا
جلنا آپا......"

"جلتی ہے یا نہیں تمہیں پسند نہیں کرتی۔ حالانکہ تم اس کے لئے کیا خطرہ ہو سکتی
ہو"

وہ چپ رہی

لیکن

دل چہک کر بولا...... "خطرہ ہی تو ہوں اس مغرور حسینہ کے لئے۔"

"اچھا میں چلتی ہوں" سمیرا چند لمحوں بعد بولی۔ "تم تیار ہو جاؤ......"

"بس ہو رہی ہوں" وہ پھر استری کی طرف متوجہ ہوئی "سوری آپا آپ کے ساتھ

نہیں جا سکتی"

"کوئی بات نہیں۔ پھر کسی دن سہی......"

"بالکل......"

سمیرا چل دی۔ رابی نے جلدی جلدی کپڑے استری کیے پھر غسل خانے میں گم گئی۔ دس منٹ بعد وہ نک سک سے درست آئینے کے سامنے اپنا آخری جائزہ لے رہی تھی۔ سادہ سے کپڑوں اور ہلکے سے میک اپ میں بھی وہ کتنی خوبصورت لگ رہی تھی۔

کیا وہ اتنی حسین تھی؟

یا

رات کی خوشیوں کے پر تو اس پر پڑ کر اسے حسین بنا رہے تھے۔

وہ زیر لب مسکرائی۔ پھر بیگ اٹھایا۔ اور اسے کندھے پر ڈالتے ہوئے باہر نکل آئی۔

منصورہ کچن سے اسی طرف آ رہی تھی۔ اسے تیار دیکھ کر بولی "فائل نہیں اٹھائی"

"آفس نہیں جا رہی آپا......"

"تو کہاں جا رہی ہو""

"بازار"

"اکیلی اکیلی۔ مجھے بتایا ہوتا......"

"اکیلی نہیں آپا۔ مونا کے ساتھ جا رہی ہوں۔ انہوں نے کچھ شاپنگ کرنا تھی۔ پرسوں وہ شاید واپس جا رہی ہیں......"

"اچھا...... جاؤ......"

"کچھ منگوانا ہو تو کہہ دیں"

"کیا منگوانا ہے۔ تم جاؤ...... میرے چھوٹے موٹے کام ہیں خود ہی کسی دن چلی جاؤں گی"

"اچھا خدا حافظ"

"خدا حافظ"

رابی بیگ جھلاتی رقصانہ انداز میں چلتی خوش خوش...... جیسے ہواؤں کے دوش پر اڑی جا رہی ہو۔ انعام پیلس میں مونا کے کمرے کی طرف جا رہی تھی......

مونا تیار ہی کھڑی تھی۔

"گڈ تم ٹھیک وقت پہ آ گئیں۔ مجھے وقت کے پابند لوگ بہت اچھے لگتے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"شکریہ" رابی نے مسکرا کر اسے دیکھا

دونوں کمرے سے نکل کر راہداری میں آئیں۔ پھر پہلے گھماؤ پر نیچے گولائی میں اترنے والے زینے کی طرف ہو لیں تھوڑی دیر بعد وہ پورچ میں تھیں اور رحمان ان کے انتظار میں گاڑی کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے دونوں کو سلام کیا پہلے مونا بیٹھی

پھر

رابی

رحمان نے دروازہ بند کیا اور اپنی سیٹ پر آن بیٹھا۔

کچھ ہی دیر بعد مونا اور رابی شاندار پلازہ میں مختلف دکانوں پر چیزیں دیکھ رہی تھیں۔ مونا کو پاکستانی مصنوعات خریدنا تھیں۔ کڑھائی کے کام والے کپڑے پاکستان کی علاقائی منفرد اشیاء۔ ڈیکوریشن پیسز...... کھلونے...... کرتے شالیں ہینڈ بیگ غرض یہ کہ جتنی چیزیں پاکستانی صنعت کی نمائندگی کر سکتی تھیں اس نے دیکھیں اور ضرورت کے مطابق خریدیں۔

"یہ چیزیں وہاں بہت پسند کی جاتی ہیں"

"انہیں دیکھ کر تو لوگ پاگل ہو جاتے ہیں"

"اس کڑھائی کا تو انہیں یقین ہی نہیں آتا کہ ہاتھ سے کی ہوئی ہے"

"اور یہ مرمریں چیزیں۔ یہ سیپ کا کام...... حیران ہوتے ہیں سب کاریگری پر"

مونا نے سونے کی بھی کچھ چیزیں خریدیں۔ ساتھ ساتھ وہ مونا کو وہاں کے لوگوں کے تاثرات بھی بتاتی جا رہی تھی۔

خریداری کرتے ہوئے وقت کا احساس کب ہوتا ہے۔ یہ احساس تو اس وقت ہوا۔ جب مونا کو زوروں کی بھوک لگی گھڑی دیکھی تو ساڑھے تین بج رہے تھے۔ اور ابھی کچھ چیزیں اور بھی لینا تھیں

"ہائے رابی" وہ جلدی سے بولی۔

"جی" رابی نے کہا۔ بھوک سے اس کا بھی برا حال تھا۔

"تم نے بھی نہیں بتایا۔ ساڑھے تین ہو رہے ہیں۔ میری آنتیں قل ہواللہ پڑ
رہی ہیں۔ چلو پہلے کسی ریسٹورنٹ میں چلتے ہیں۔ باقی چیزیں پھر لے گئے"
"دونوں نے ایک چائنیز ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا۔ رحمان کو بھی کھانے کے
پیسے دے دئے۔
ایک گھنٹے بعد وہ پھر شاپنگ میں مصروف تھیں۔
ڈرتے ڈرتے رابی نے مونا کے بچوں اور مونا کے لئے بھی تحائف خرید لئے۔
"یہ کس کے لئے ہیں۔" مونا نے ہنس کر پوچھا۔
رابی چپ رہی پھر ہولے سے بولی "آپ کے شایان شان تو چیز میں لے
سکتی۔ قبول کرلیں تو یہی......"
"اوہ رابی......" مونا نے اسے بے اختیارانہ پیار کرلیا۔" میں نے بھی تمہار
لئے یہ ڈریس خریدا ہے۔ اوں توں تو نہیں کرنا۔"
"اتنا مہنگا۔ مونا" بے اختیارانہ رابی کے منہ سے نکلا۔ پھر وہ خود ہی چپ ہوگ
مونا کے لئے کیا چیز مہنگی تھی۔ اس لئے جلدی سے بولی "آپ نے خواہ مخواہ تکلیف
آپ کا ساتھ ہی میرے لئے بہترین تحفہ ہے"
"تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو۔ تمہارے مزاج کا ٹھہراؤ۔ تمہارا اسٹیٹ۔ تمہارا
رکھاؤ...... مجھے بہت پسند ہے دیکھو نا آج میں سلینہ کو بھی ساتھ لا سکتی تھی۔ لیکن
میں جانتی ہوں وہ ایک گھنٹے میرے ساتھ نہ پھر سکتی۔ اپنا کام ہو تو گھنٹوں پرواہ
دوسرے کے لئے تھوڑا وقت نکالنے سے بھی اسے کوفت ہوتی ہے۔ لندن میں تو میں
لوگوں سے بہت ہی کم ملتی ہوں۔ یہاں مما اور یوسف کی وجہ سے اسے اتنی لفٹ دیتا
ہے"

پھر یوسف
رابی کا کلیجہ اندر ہی اندر دہل گیا۔
لیکن
وہ پھر رات کا ڈنر یاد کرنے لگی۔ اس کے لبوں پر آپوں آپ مسکراہٹ پھیل گ
پانچ بج چکے تھے
جب

مونا اور رابی
ڈھیر ساری شاپنگ کر کے واپس آئیں۔
کچھ لفافے رابی نے اٹھائے دو ایک مونا نے اور باقی رحمان نے
وہ سیدھی لاؤنج ہی میں گئیں۔ وہاں سے مما اور سلینہ کے مشترکہ قہقے کی آواز
آئی تھی۔
سلینہ کا انجانا سا خوف رابی کے ذہن میں تھا۔ اس لئے اس کا جی چاہا کہ وہیں سے
واپس مڑجائے لیکن مونا اسے اندر لے آئی ویسے بھی لفافے اٹھائے تھی اندر آنا ہی تھا۔
اندر صرف سلینہ اور مما ہی نہ تھیں۔ یوسف بھی تھا۔ جو سلینہ کے ساتھ کھڑکی
کے قریب کھڑا تھا "آگئیں" مما نے دونوں کو دیکھا
"اف مما" مونا دھم سے صوفے پر گر گئی مونا کے دونوں بچے بھاگے آئے اور ماں
سے لپٹ کر ضد کرنے لگے کہ وہ کیوں انہیں چھوڑ کر خود بازار چلی گئی تھیں۔ مونا بچوں کو
پیار کرنے لگی۔
مونا نے آگے بڑھ کر لفافے درمیانی میز پر رکھے تو سلینہ نے ایک کاٹ دار نگاہ
اس پر ڈالی۔ شاید وہ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ سلینہ برداشت نہ کرسکی۔
رحمان بھی چیزیں لے آیا تو مما ہنس کر بولیں "ایک ہی دن میں ضروری تھا ساری
چیزیں خریدنا۔ کل چلی جاتیں" "کل شاید رابی فارغ نہ ہوتی۔ بہت ہیلپ کی ہے اس نے
مما......" مونا بولی۔ "اس کی ٹیسٹ بھی بہت اچھی ہے" مونا کی تعریف سلینہ کو اچھی نہ
لگی۔
"مجھے تم نے کہا نہیں" وہ تڑاخ سے بولی "ایسی شاپنگ کرواتی کہ یاد رکھتیں"
"شاپنگ ہوگئی بس" مونا بولی۔
یوسف اپنی جگہ سے ہلا اور بھاری بھاری قدم اٹھاتے رابی کے قریب آکر بولا
"آپ صبح سے کہاں غائب تھیں محترمہ......"
رابی نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ اس کا خیال تھا اسے ڈرانے کو یوسف اتنی سنجیدگی
سے کر رہا ہے۔ لیکن اس نے دیکھا: نہ وہ زیر لب مسکرا رہا تھا نہ ہی اس کی آنکھوں میں
شوخی تھی بلکہ لہجے میں غراہٹ سی تھی۔ رابی ڈر گئی۔
اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی مونا بولی "کیا کہتے ہو۔ میں لے گئی تھی اسے۔"

"آپ فارغ تھیں۔ وہ تو فارغ نہیں تھی...... چھٹی لینے کی زحمت بھی نہ
نہیں کی۔ مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے......"

رابی کی ساری خوشی ہرن ہو گئی...... اور جب اس نے سلینہ کے چہرے
استہزائیہ مسکراہٹ دیکھی تو اس سے وہاں کھڑا نہ ہوا گیا۔

وہ مڑی اور تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔ وہ یہ تو سن بھی نہ پائی کہ مونا نے ا
کو ڈانٹ دیا تھا۔

اور یہ دیکھ نہ پائی کہ......

یوسف رابی کی گھبراہٹ اور چہرے پر ایکا ایکی چھا جانے والی زردی سے محظوظ
تھا......

رابی صبح سے فارغ تھی۔ کافی دیر وہ داؤ جی کے پاس بیٹھی انعام پیلس کی سحر انگیز
دلفریب کہانیاں سنتی رہی۔ داؤ جی نے یوسف کے بچپن کے قصے بھی سنائے کہ وہ کتنا شریر
ہوا کرتا تھا۔ کئی دفعہ تو قابو میں کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔

رابی وقت گزارتی پھر رہی تھی۔ وہ داؤ جی کے پاس تقریباً" دو گھنٹے بیٹھی باتیں کرتی
رہی۔ کل کا واقعہ ذہن میں تھا۔ مونا کے ساتھ شاپنگ کر کے جتنی خوشی ہوئی تھی یوسف
کی ڈانٹ نے ہرن کر دی تھی۔ رات بھر وہ اس کے رویے کے متعلق سوچتی رہی تھی۔
وہ کیا تھا؟ اس کے متعلق کیا احساسات تھے۔ کیا خیالات تھے۔ پرسوں شب کا ڈنر اسے ان
گنت خوشیاں دے گیا تھا۔ وہ فضاؤں میں اڑنے لگی تھی۔ محبتوں کی انتہاؤں کو چھونے
لگی تھی۔ اسے لگا تھا عمر بھر کی خلش رفع ہو گئی۔ اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا ہمہ
وقت کچھ پانے کی ہمک دل میں رہتی تھی۔ اس ڈنر پر اسے لگا تھا اس کی آس پوری ہو
گئی۔ ان دیکھی چاہت مل گئی۔ وہ پا لیا جس کو پانے کی ہمک دل میں اکثر رہتی تھی۔

لیکن

کل

وہی یوسف اتنا بدلا ہوا تھا۔ صرف باس تھا اور کچھ نہیں۔ سب کے سامنے اس
نے اسے ڈانٹا تھا۔ رسوا کرنے میں کیا کسر تھی۔

وہ بولائی بولائی سی تھی۔ کوئی نتیجہ اخذ نہ کر سکتی تھی۔ اس کا اپنا تن من سب اس
بت کافر پر نچھاور تھا۔ اب تو وہ برملا اس بات کا اعتراف کرتی تھی۔ اپنے آپ سے کبھی
جھوٹ بولا جا سکتا ہے۔ وہ بھی سچ کو سچ کہے بنا نہ رہ سکتی تھی۔

لیکن یہ صرف یک طرفہ بات تھی۔ وہ ہی اس پر نچھاور ہو گئی تھی۔ ٹوٹ کر محبت
کرنے لگی تھی۔ وہ سوچ سوچ کر پاگل ہونے لگی کہ آخر اس کا انجام کیا ہو گا۔ کیا وہ اسے
ایسے ہی چپکے چپکے چاہتی چلی جائے گی۔ اسے اپنا تنومند محبتوں اور جارحانہ چاہتوں کا
جواب بے مہری سے ملے گا؟ ڈانٹ ڈپٹ اور رسوائی سے ملے گا۔ درمیانی گنجائش رہے

گی یا نہیں؟

وہ بہت پریشان ہو گئی تھی۔ پھر دل کو بہلانے کے لئے داؤ جی کے پاس آ
تھی۔ داؤ جی اسے بہت پیار کرتی تھیں۔ یہ معمر اور مشفق عورت رابی کو بھی ماں
لگتی تھی۔

وہ ابھی داؤ جی کے پاس ہی تھی۔ داؤ جی کی نوکرانی ان کے لئے شام کی چائے
لے آئی تھی۔

"ایک کپ اور لے آؤ رابی بھی میرے ساتھ پئے گی۔ داؤ جی نے یقینی سے ک

"نہیں داؤ جی اب میں چلوں...... تھوڑا کام کر لوں"

"چائے تو پی لو........"

"منصورہ آپا کے ساتھ پی لوں گی"

وہ انہیں اٹھتے ہوئے خدا حافظ کہہ رہی تھی کہ ماسی جینا آ گئی۔ داؤ جی کو سلا
احوال پرسی کرنے کے بعد رابی سے بولی "بی بی میں آپ کو تلاش کرتی پھر رہی تھی۔

"کیوں؟" رابی نے پوچھا

"وہ مونا بی بی بلا رہی ہیں آپ کو"

"کوئی کام......"

"پتہ نہیں کل کی خریداری لئے بیٹھی ہیں۔ آپ کو بلا بھیجا ہے۔ شاید پیکنگ
رہی ہیں۔"

"اچھا تم چلو میں آتی ہوں......"

"چائے کہہ رہی تھیں آپ ان کے ساتھ ہی پئیں"

"اچھا......"

جینا داؤ جی کے پاس بیٹھ گئی۔ رابی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ کپڑے تو ٹھی
تھے۔ بالوں میں جلدی جلدی برش کیا

اور

انعام پیلس کی طرف بڑھی۔

لیکن

اسے کل کا خیال آ گیا۔ مونا نے کام کے لئے بلایا تھا۔ ایسا نہ ہو اس

سف کو آفس میں اس کی ضرورت پڑ جائے۔ بہتر ہے پہلے اس سے اجازت لے لی
جائے۔

وہ اسی خیال سے یوسف کے بلاک کی طرف اٹھ گئی۔ ملازم سے پتہ چلا وہ اپنے
س میں ہے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ادھر چل دی۔

ادھ کھلے دروازے سے اس نے دیکھا یوسف میز پر جھکا تیزی سے کچھ لکھ رہا تھا۔
وہ اتنا منہمک تھا کہ لگتا تھا دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہے۔ اس وقت وہ اسے بے حد اچھا
لگا۔ جی چاہا اسے وہیں کھڑی تکے ہی جائے۔

لیکن

پھر وہ ڈر گئی۔ اور پیشتر اس کے کہ یوسف اس کی موجودگی سے باخبر ہو۔ وہ ایک
قدم آگے بڑھی اور بولی

"اندر آ سکتی ہوں سر......"

یوسف نے چونک کر سر اٹھایا۔ اسے دیکھ کر قدرے حیران ہوا پھر بولا "یس"

"سر" اس کی نگاہوں کی تپش سے وہ قدرے گھبرائی

"ہوں...... کوئی کام ہے"

"سر مجھے مونا صاحبہ نے بلایا ہے"

"تو...... میں کیا کروں"

وہ

ہچکچائی

پھر بولی "آپ سے چھٹی لوں۔ تو ادھر جاؤں۔"

"چھٹی" وہ دفعتاً" حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔ حالانکہ کل کی بات اسے بھی
لم تو نہ تھی۔

"جی سر......"

یوسف نے گھڑی دیکھی اور پھر اس کی طرف بڑی سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے بولا
نچ بج چکے ہیں۔ اس وقت آپ کا آفس ٹائم نہیں ہے......

"جی"

"ہاں۔ میں آفس آورز میں بے قاعدگی برداشت نہیں کرتا مس رابی احتشام......

آپ کا آفس چار بجے تک ہوتا ہے...... ہاں کام کی ضرورت پڑ جائے تو آپ اوور ٹائم
سکتی ہیں۔"

"بہتر سر...... شکریہ......" وہ مڑی۔

"آ...... مس رابی احتشام......" یوسف نے پن ہاتھ میں پکڑے پکڑے اسے آوا
دی۔

"یس سر......" وہ پلٹی

"ایک کام ہے"

"جی؟"

"وہ کیٹل پڑی ہے نا...... ایک مگ کافی بنا دیں گی...... بلیک کافی...... پانی ا
رہا ہے۔ اور......"

وہ اندر آ گئی۔ میز کے قریب آتے ہوئے بولی "سر مونا صاحبہ کو انفارم کر دیجئے
میں دس منٹ تک آؤں گی......"

"ضرورت کیا ہے کافی بناؤ اور چلی جاؤ......" یوسف نے کہا

"ضرورت ہے سر" وہ کاٹ دار آواز میں بولی

"کیوں" وہ قدرے حیران ہوا......

"برہمی مزاج شاہاں سے ڈر لگتا ہے۔" وہ کافی کیٹل کی طرف پلٹتے ہوئے بولی۔

یوسف زیر لب مسکرایا

لیکن

دوسرے لمحے پوری سنجیدگی سے غرایا "اتنا طنز کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم شاہا
خاندان سے تعلق نہیں رکھتے محترمہ......"

اس کا جی چاہا کہ دے شہنشاہوں کے سے نازک مزاج تو ہیں۔ لیکن وہ چپ
رہی...... کافی کا ڈبہ ٹرے میں پڑا تھا وہ اٹھایا۔

یوسف گرجا "مت بنائیے میرے لئے کافی۔"

"جی" اس کے ہاتھ سے ڈبہ چھوٹ گیا۔

"جائیے آپ۔ ڈانٹ سے ڈرتی ہیں نا۔ نازک مزاج تو آپ ہیں۔ جائیے۔"

وہ بت بنی کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

"جائیے" وہ میز پر مکہ مارتے ہوئے زور سے غرایا...... رابی سر تاپا کانپ گئی۔
ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے

"سر...... سر کافی......" وہ ہکلائی

"شکریہ۔ اسلم آتا ہی ہو گا بنا دے گا۔ آپ زحمت نہ کریں۔ جائیں مونا کہیں ہوا
نا نہ بن جائے"

وہ سر جھکائے دروازے کی طرف بڑھی۔

"سنئے......" یوسف نے اسے پکارا۔

وہ گردن موڑ کر اسے تکنے لگی۔

"اچھا...... کچھ نہیں...... جائیے......"

رابی کمرے سے نکل گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ شاید یہ آنسو دیکھنے ہی
کے لئے یوسف نے اسے بلایا تھا۔

وہ چلی گئی۔

تو

یوسف

کرسی میں پھیل گیا۔ اس کے چہرے پر بڑی خوشگوار اور دلکش مسکراہٹ تھی۔ اس
کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں

مونا پیکنگ کر رہی تھی۔ رابی اس کے پاس آ بیٹھی۔ سلام کے بعد پوچھا "آپ نے
بلایا تھا"

"ہاں"

"کہئے"

"یہ چیزیں پیک کرنا ہیں۔ اکیلی کر رہی تھی، تمہیں بلا لیا۔ گپ شپ کو بھی جی چاہ
رہا تھا۔ مما بھی گھر پہ نہیں ہیں۔ پپا بھی ان کے ساتھ کسی عزیز کی تیمارداری کو گئے
ہیں۔ فارغ تھی سوچا پیکنگ کر لوں...... تم فارغ تھیں نا"

"جی۔ چار بجے کے بعد میں فارغ ہی ہوتی ہوں"

"تو چلو بٹاؤ میرا ہاتھ" وہ ہنس کر بولی...... اور پیکٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے
چیزوں کو جس طرح رکھنا تھا بتانے لگی۔

رابی خاموشی سے کام میں مصروف ہو گئی۔ مونا بھی چیزیں رکھنے لگی۔
چند منٹ کام خاموشی سے ہوتا رہا۔ پھر مونا بولی "ارے رابی"
"جی"
"تمہیں میں نے کام کی مشین سمجھ کر تو نہیں بلایا"
رابی مسکرائی۔ لیکن مونا اس نڈھال مسکراہٹ سے مطمئن نہ ہوئی بولی "کیا ہے"
"کچھ نہیں"
"بہت اداس ہو"
"یہ تو مقدر میں ہے"
"کسی نے کچھ کہا تو نہیں"
"نہیں۔"
"اداس کیوں ہو"
"کبھی کبھی دورہ پڑتا ہے" وہ ہنسنے کی کوشش میں جیسے رو دی۔ مونا کا دل دکھ گیا
"مجھے تمہارے حالات کا پتہ چلا ہے دکھ کی بات ہے کہ دنیا میں تمہارا کوئی نہیں......"
"ہیں" رابی بولی
"مما نے تو بتایا تھا کہ تمہارے ماں باپ بہن بھائی نہیں ہیں۔"
"ٹھیک بتایا انہوں نے لیکن میری فرح بہن اور ریاض بھائی ہیں۔ منہ بولے بھائی۔ سوچتی ہوں وہ بھی نہ ہوتے تو......"
مونا ان کے بارے میں پوچھنے لگی۔ تو رابی نے مختصراً ساری روئیداد سنا ڈالی۔
"وہ کہاں رہتے ہیں ......" مونا نے پوچھا۔
"یہیں کراچی ہی میں"
"تم ان سے ملنے جاتی ہو"
"ہاں...... اکثر...... وہ ہی تو میرا ماضی ہیں۔ ورنہ اک دیوار کھڑی ہے حال ماضی کے درمیان۔" مونا کو اس کے حالات سن کر دکھ ہوا......
"اپنے امی ابو یاد تو ہوں گے" وہ بولی۔

"ہاں......" رابی نے کہا "میں چودہ برس کی تھی جب ایکسیڈنٹ ہوا۔ ہم لوگ سعودیہ ہی میں رہتے تھے اس لئے یہاں کے رشتہ داروں کا مجھے تو پتہ ہی نہیں۔ ہوں گے شاید۔ لیکن ایسے ہی ہوں گے نا جیسے مجھے دارالامان میں داخل کروا گئے تھے......"
"بہت ظالم ہوں گے......"
"شاید میری اسی میں بہتری تھی"
مونا ہنسی "واقعی تھی۔ بہتری نہ ہوتی تو تم ہمیں کہاں ملتیں۔ رابی خدا قسم مجھے تو تم سے دلی پیار ہو گیا ہے جی چاہتا ہے تمہیں اپنے ساتھ ہی لے جاؤں......"
"شکریہ مونا...... میرے جذبات بھی آپ کے لئے ایسے ہی ہیں۔"
"مما سے کہوں گی۔ لندن آئیں تو تمہیں ساتھ لے کر آئیں۔ میں تمہارا انتظار کروں گی"
رابی چپ ہو گئی۔ دل پہلے ہی مضمحل اور بے چین تھا اظہار تشکر کے طور پر آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔
مونا نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں بھر کر اس کی پیشانی چوم لی۔ بساط سے بڑھ کر پیار جو پایا تو آنکھیں چھم چھم برسنے لگیں۔
اور
اسے چپ کراتے کراتے مونا بھی رونے لگی۔ کسی کو روتے دیکھو تو ہمدردی میں آنسو خود بخود نکل آتے ہیں۔ آنکھیں منافق نہیں ہوتیں جذبات کا اظہار کرنے میں بخل سے کام بھی نہیں لیتیں۔
مونا نے اپنی آنکھیں پونچھیں اور مشکلوں سے رابی کو چپ کرایا۔
وہ ادھر ادھر کی باتیں کر کے رابی کا دھیان بٹانے لگی۔ رابی بھی دوپٹے کے آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے پیکنگ کرنے لگی۔
کچھ ہی دیر میں وہ تقریباً سارا کام نپٹا چکی تھیں۔ رابی فالتو کاغذ توڑ مروڑ کر اکٹھے کرنے لگی۔ چرمی بکس اٹھا کر اس نے دیوار کے ساتھ رکھ دیئے۔
وہ ابھی کاغذ اٹھا ہی رہی تھی
کہ
یوسف آ گیا

اس کے ساتھ سلینہ بھی تھی جس نے گہرے اور ہلکے گرین رنگ کے کومبنیشن
بے حد خوبصورت ڈریس زیب تن کر رکھا تھا۔ حسین تو وہ ویسے بھی تھی۔ اس ڈریس اور
میک اپ نے تو حسن قاتلانہ بنا دیا تھا۔ بالوں کا سٹائل بھی بہت دل آویز تھا۔

"ہیلو مونا" اس نے آتے ہی کہا

"ہیلو......"

"ہو گئی پیکنگ"

"ہاں"

وہ یوسف کی طرف مڑی اور بولی "مونا فارغ ہے اس وقت۔ میں نے کہا تھا نا
کام ختم کر لیا ہو گا۔"

"پوچھ لو اس سے"

"کیا" مونا بولی۔

سلینہ بے بی آئس کریم کے لئے مچل رہی ہیں" یوسف نے ہنس کر کہا۔

"تو کھلا لاؤ نا......" مونا بولی۔

"آپ بھی چلیں" سلینہ نے مونا سے کہا۔

"میں؟"

"ہاں"

"میں گئی تو بچے بھی شور مچائیں گے جانے کو"

"تو کیا ہوا...... لے چلتے ہیں انہیں......"

"میں تو کہہ رہا تھا رات کھانے کے بعد چلتے" یوسف بولا "لیکن یہ صاحبہ مصر تھیں
ابھی جانے کو"

"رات کو ٹھیک تھا۔ بچے ساتھ جائیں تو تنگ کرتے ہیں۔" مونا بولی۔

"نہیں ابھی" فیصلہ کن انداز میں سلینہ نے کہا۔

"بچوں کو تم ہی ہینڈل کرو گی"

"بالکل"

"تو چلئے......"

ان ساری باتوں کے دوران رابی کے وجود کو فالتو شے کی طرح نظر انداز کیا گیا

بنی خوشی اسے مونا کے ساتھ کام کر کے ملی تھی ساری ہرن ہو گئی۔ ایک بار پھر اسے
سوچنا پڑا کہ وہ ان سے الگ چیز ہے اس کی حیثیت اس کا درجہ اس کا مقام ان سے الگ
ہے۔ پھر دل کیوں برابری کی تمنا کر اٹھتا ہے۔

وہ کاغذ باسکٹ میں ڈال کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ وہ تینوں اب بھی باتوں میں لگے
تھے۔ سلینہ بڑا اترا اترا کر اٹھلا اٹھلا کر باتیں کر رہی تھی۔

یوسف چاہتا تھا رات کھانے کے بعد آئس کریم کھانے جائیں
لیکن

وہ برابر پیار سے اصرار کئے جا رہی تھی۔

"چلو یوسف ابھی لے چلو۔ سلینہ تمہاری مہمان ہے اس کی خواہش پوری ہونی
چاہئے" مونا نے مسکرا کر کہا۔

"آپ بھی اس کی طرف داری کرنے لگیں"

"کرنی چاہئے"

"بھائی کا خیال نہیں......"

"مہمان کا خیال مقدم ہونا چاہئے"

"ہرا" سلینہ نے مونا سے لپٹ کر اس کے گال پر پیار کر لیا۔

تینوں ہنسنے لگے۔

"میں جاؤں مونا۔ رابی نے یوں بیکار کھڑے کھڑے اکتاہٹ محسوس کی۔ یوسف
نے تو اس کی طرف دیکھنے تک کی زحمت نہ کی تھی۔

"تم بھی چلو نا رابی" مونا پلٹ کر بولی

"کہاں؟......" سلینہ نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا

"آئس کریم کھانے" مونا بولی۔

"اوہ...... نو......" سلینہ نے کہا

رابی جلدی سے کمرے سے نکل گئی۔ زیادہ ذلت سہنے کی اس میں ہمت نہ تھی۔
نکلتے نکلتے اس نے سلینہ کی آواز سنی "مونا آپ لوگوں نے اس لڑکی کو بہت سر
چڑھا رکھا ہے پھر وہ انگریزی میں بولی "وہ عام سی ورکنگ گرل ہے...... اسے اس کے
مقام پر ہی رکھنا چاہئے"

مونا بولی "ہاں وہ ورکنگ گرل ہے سلینہ۔ لیکن بہت اچھی فیملی سے ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ اس کا کوئی نہیں۔ دنیا میں بالکل تنہا ہے۔ ماں نہ باپ نہ بہن بھائی۔ کتنی ٹریجیڈی ہے۔"

"وہ تو ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہم فیملی ممبرز کی برابری پہ جائے......"

"کوئی بات نہ تھی جو ساتھ چلی جاتی...... آج ویسے بھی وہ بہت اداس تھی۔"

"اس کی اداسی دور کرنے کا ہم نے ٹھیکہ تو نہیں لیا ہوا......"

"سلینہ...... وہ اچھی لڑکی ہے۔ اس سے بہتری کا سلوک تمہیں بھی کرنا چاہئے"

"ہونہہ۔ میں ایسوں کے منہ نہ لگتی ہوں نہ لگاتی ہوں"

رابی باہر کھڑی ان سے زیادہ نہ سن سکی۔ اسے دکھ اس بات سے ہوا کہ یوسف نے ایک بات بھی اس کی حمایت میں نہ کہی۔ مونا کی طرح سلینہ کو اس کی بیہودہ باتوں ٹوکا تک نہیں۔

رابی اپنے کمرے میں آتے ہی کرسی پر ڈھے گئی۔ اس کے دماغ کی رگیں تنی ہوئی تھیں۔ من میں لگتا تھا کڑوا کسیلا دھواں بھر گیا تھا۔ جلی کٹی ذلت آمیز باتیں سن کر برداشت جواب دے گئی تھی۔ سلینہ اس کی بیری تھی۔ اس کی کاٹ دار نظریں ہمیشہ اس کو نیچا دکھانے کی کوشش کیا کرتی تھیں۔ لیکن اس طرح تذلیل! وہ کیونکر برداشت کرتی۔

وہ کافی دیر روتی رہی...... سلینہ سے زیادہ غصہ اسے یوسف پر آ رہا تھا۔ اس کی طرفداری یا حمایت میں ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔ اس کی کسی بات کا جواب تک نہیں دیا تھا۔ مانا کہ سلینہ اس کی محبوبہ تھی۔ سب کچھ تھی۔ لیکن اس سے بھی تو وہ دوستی کا ڈھکا چھپا اظہار کرتا ہی تھا۔ کیا تھا جو مونا کی طرح وہ بھی سلینہ کو روک دیتا۔ مگر روکنا تو ایک طرف وہ تو بندھے غلام کی طرح اس کے ساتھ آئس کریم کھانے چلا بھی گیا تھا۔ پورچ میں گاڑی چلنے کی آواز نے رابی کے دل پر آرے چلا دیئے تھے۔

وہ

کافی دیر روتی رہی۔ غصے میں آتی رہی۔ اس نے تو جذباتی ہو کر اس نوکری پر لات مارنے کا بھی سوچ لیا "جہنم میں جائے یہ نوکری جہاں بات بات پہ دکھوں کی صلیب پہ لٹکنا پڑتا ہے۔ میں استعفا دے دوں گی۔"

لیکن جب دماغ کی تپش ذرا ٹھنڈی ہوئی تو دل نے کہا "نوکری چھوڑ کر جاؤ گی کہاں۔ کون سا ٹھکانہ ہے کہاں رہو گی۔ ریاض اور فرح پر بوجھ بنو گی۔ یا کسی ہوسٹل کا رخ کرو گی۔ ہوسٹل...... کیا خبر وہ بھی اس دارالامان سا ہو۔ نہیں تم کہیں نہیں جاؤ گی۔ تم نے آگے دیکھنا ہے پیچھے گھور اندھیروں کے سوا کچھ نہیں...... پھر اتنا برا ماننے کی کیا بات۔ سلینہ اپنی حیثیت سے تمہاری حیثیت کا موازنہ کرتی ہے تو کیا غلط ہے۔ تمہارا اور اس کا کیا مقابلہ کیا برابری۔ تم ورکنگ گرل ہی تو ہو۔ اس کی طرح کسی کروڑپتی ارب پتی کی اکلوتی بیٹی ہو نہ یوسف کی ہونے والی شریک حیات...... تم اس حقیقت سے کیوں گریز کرتی ہو کہ مستقبل میں سلینہ ہی یوسف کا مقدر بنے گی۔ رہا یوسف کا تمہارے ساتھ رویہ۔ تو وہ مشفقانہ ضرور ہے، دوستی کی حد میں بھی آتا ہے، لیکن یہ محبت نہیں

ناداں لڑکی۔ وہ تم سے محبت نہیں کرتا۔ تم بھی اپنے آپ کو روک لو۔ ابھی کچھ خام نہیں۔ بات تمہارے دل ہی میں ہے اسے دل ہی میں گاڑ دو۔ اسی میں بھلائی ہے او بہتری ہے ورنہ یک طرفہ محبت کے جرم کی پاداش میں خود ہی کچلی جاؤ گی۔"

وہ بڑی دیر تک اپنے آپ سے الجھتی رہی لڑتی رہی۔

یہ نئی بات نہ تھی۔

جب بھی اسے ذہنی دھچکا لگتا یا یوسف و سلینہ کی طرف سے دکھ پہنچتا وہ ایسا کرتی۔ اپنے آپ سے الجھتی' لڑتی اور سمجھاتی

اس کا اثر کچھ دن ضرور رہتا۔

لیکن قدم پھر اسی مقام پر آ جاتے جہاں سے چلتی تھی۔ اسے اعتراف کرنا پڑا یوسف کو ٹوٹ کر چاہنے لگی ہے

اور

یہ اعتراف

اس کے لئے کبھی سکھ اور اطمینان کا باعث نہ ہوتا۔

کئی بے چین اور بے خواب راتوں کی طرح آج رات بھی اسی طرح گزری سوتے جاگتے میں تذلیل کی کاٹ دکھ دیتی رہی۔ اس نے سلینہ کو جی بھر کر کوسا۔ اس بے داغ حسن میں کیڑے نکال کر اپنی تسکین کرنا چاہی...... سوتے جاگتے میں اس مقابلہ کرتی رہی...... کبھی اونگھ جاتی تو خواب بھی ڈراؤنے آتے۔ جاگ جاتی تو اح ذلت مارے ڈالتا۔

صبح وہ کافی دیر تک بستر میں پڑی رہی۔ نوکرانی نے بیڈ ٹی دے کر ناشتے کا پو اس نے کہا "میں جب اٹھوں گی کر لوں گی۔ فی الحال میں لیٹوں گی"

اور

وہ شاید دن بھر ہی بستر میں لیٹی رہتی' اگر مسز انعام کا بلاوا نہ آ جاتا۔ انہوں اسے اپنے آفس میں بلایا تھا۔

مجبوری بھی کیا چیز ہوتی ہے۔ باس کا حکم تھا اسے اٹھنا پڑا۔ وہ نوکری نہ کر ہوتی تو اسے اس وقت بستر سے کون اٹھا سکتا تھا۔

وہ باتھ روم میں گئی۔ منہ ہاتھ دھویا دانت صاف کئے۔ کپڑے بدلے سنوارے اور بنا میک اپ کئے جانے کو تیار ہو گئی۔

اس نے دروازے کو آہستہ سے دھکیلتے ہوئے اندر آنے کی اجازت چاہی۔

"آ جاؤ" بیگم انعام کی آواز تھی۔

وہ اندر داخل ہوئی تو دیکھا بیگم انعام کے سامنے ٹیبل کی دوسری طرف یوسف بھی بیٹھا تھا۔ ایک لمحہ کو وہ کچھ بوکھلا سی گئی۔

"ہیلو" یوسف بولا۔

"ہیلو" اس نے روکھی آواز میں' بنا اس کی طرف دیکھے ہولے سے کہا۔ پھر میڈم کی طرف متوجہ ہو کر بولی "السلام علیکم میڈم"

"وعلیکم السلام" میڈم نے کہا "آؤ...... بیٹھو"

انہوں نے یوسف کے ساتھ والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ہچکچائی اور کرسی قدرے پرے کر کے اس پر بیٹھ گئی۔

یوسف کن انکھیوں سے دیکھ کر زیر لب مسکرا دیا۔

رابی نے نظر بھر کر اسے دیکھا۔ کل کے واقعہ کا کوئی تاثر کوئی ندامت اس کے چہرے پر نہ تھی۔

"رابی" میڈم نے اس کی طرف دیکھا

"ج...... جی" وہ ہکلائی

"خیر تو ہے۔ طبیعت ٹھیک ہے نا"

"جی"

"چہرہ اترا لگ رہا ہے۔ یقیناً تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں"

وہ ان کی ہمدردی کو نظر انداز کرتے بلکہ کسی حد تک اس سے چڑ کر بولی "میڈم آپ نے کام کے لئے بلایا ہے"

"وہ تو ظاہر ہے"

"جی"

"رابی! ہمارے خادم ہیں۔ شہر سے کچھ دور......"

"جی"

"ان کا سالانہ حساب کتاب لینے جانا ہے یوسف کو"

وہ چپ رہی....... یوسف نے جانا ہے تو میں کیا کروں؟

لیکن اس کے اس سوال کا جواب میڈم نے ہی دیا "کافی کام ہوتا ہے۔ یوسف اپنے ساتھ ایک مددگار کو لے کر جاتا ہے....... جمع تفریق کرتے جانچ پڑتال کرتے درد سری ہوتی ہے...... پہلے ہمارے مینیجر آفتاب صاحب بڑے بھروسے کے آدمی آنکھیں بند کر کے حساب لے لیا جاتا ہے۔ نیا مینیجر بختاور ہے۔ اچھا آدمی ہے۔ لیکن الحال آزمایا ہوا نہیں......."

"جی" وہ میڈم کی لمبی چوڑی تمہید سے کچھ نہ سمجھی۔ سمجھتی بھی کیسے تن من دھیان تو یوسف کی طرف تھا۔ وہ ستمگر آرام سے بیٹھا تھا۔ نہ کل کی تلخی چہرے پر تھ احساس ندامت تھا۔ بالکل تازہ دم ترو تازہ بیٹھا تھا۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو.......

"یوسف جا رہا ہے......." میڈم بولی۔

"جی"

"تم بھی تیار ہو جاؤ......"

"جی میں؟؟؟"

"ہاں تم اس کام میں یوسف کی بہتر مدد کر سکتی ہو ساڑھے دس تک بھی یہاں نکل جاؤ تو بمشکل شام چار پانچ بجے تک فارغ ہو گے......."

رابی نے یوسف کی طرف دیکھا۔ وہ بڑے دلفریب انداز میں مسکرا رہا تھا۔ ا مسکراہٹ فاتح کی سی تھی۔ رابی اندر ہی اندر ایک بار پھر ڈول گئی۔

"یوسف کیا تھا" اس نے ایک لمحہ کو سوچا۔ پھر اس کے من میں مسکراہٹوں پھول از خود کھل اٹھے۔

"اب تم جاؤ" میڈم کچھ تفصیلات بتانے کے بعد بولیں جتنی جلدی جا سکو ہے"

"بڑا بور کام ہے مما" یوسف بولا۔

"کرنا تو ہے نا......." میڈم بولیں۔

"اگر آج ختم نہ ہوا۔ تو......."

"تو کل بھی چلے جانا۔ ایک دو دن میں ختم کر لینا"

"کل تو میں سنگاپور جا رہا ہوں"

"اوہ ہاں۔ مجھے تو بھول ہی گیا تھا۔ پھر کیا خیال ہے؟"

"کیا؟"

"فارم پر آ کر چلے جانا۔ یا میں عصمت خان کے ساتھ رابی کو بھیج دیتی ہوں۔"

"نہیں مما" وہ جلدی سے اس طرح بولا جیسے رابی کا نام کسی اور کے ساتھ لینا گوارہ نہ ہو۔

رابی کا دل خوشی سے اچھل پڑا

وہ بولا "ہم ابھی نکل جاتے ہیں۔ کوشش کریں گے پانچ بجے تک واپس لوٹ آئیں شاید شام منہاس اینڈ کو کے نمائندے بھی ڈیل کرنے آ جائیں......."

"ان کا کچھ پتہ نہیں۔ انہوں نے چند دن مہلت مانگی تھی"

"بہرحال ہم جاتے ہیں"

میڈم متفق ہو کر بولیں "ٹھیک ہے۔ جاؤ رابی تیار ہو کر آ جاؤ......."

"زیادہ وقت نہ لگائیے گا۔ میں دس منٹ بعد گاڑی میں ہوں گا۔ پورچ میں آ جائیے گا"

"جی بہت اچھا" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس کا دل ایک دم باغ باغ ہو گیا تھا۔ یوسف کے اصرار سے اپنے ساتھ لے جانے سے وہ یہی سمجھی تھی کہ وہ رات کے واقعے کی تلافی کر رہا ہے.......

کتنی خوشی کی بات تھی۔ اس کے اندر رم جھم ہونے لگی تھی۔ من گیلی گیلی پھوار میں بھیگنے لگا تھا۔

خوشی میں کتنی طاقت ہوتی ہے۔ اس کا ایک لمحہ بڑی سے بڑی تذلیل کو بھی مٹا دیتا ہے۔

رابی خوشی خوشی اپنے کمرے میں آئی۔ اس نے اورنج رنگ کا خوبصورت پھولدار لباس اپنے لئے نکالا۔ یہ رنگ اس کا من پسند تھا اور اس کی سنہری رنگت پر کھلتا بھی بہت تھا۔ اس نے اسی رنگ کے ہلکے شیڈ میں میک اپ بھی کیا۔ کانوں میں اورنج رنگ کے ٹاپس پہنے۔ آئینے میں اپنا سراپا دیکھ کر آپ ہی مفتوں ہو گئی۔

تیار ہو کر اس نے گھڑی دیکھی۔ ابھی دس ہی بجے تھے۔ دس بیس پر اس نے پورچ میں جانا تھا۔ جہاں یوسف اس کے انتظار میں بیٹھا ہو گا۔ کتنی محظوظ ہو رہی تھی وہ۔

یوسف اور اس کا انتظار کتنی کیف زا بات تھی۔ یقیناً اور یقیناً یوسف کل والے وا
متاسف تھا۔ اس لئے تو اسے آج فارم پر ساتھ لے جا رہا تھا۔ کئی اور لوگ تھے جو ا
مدد کو جا سکتے تھے۔ لیکن اس نے اسے ہی ساتھ لے جانا مناسب خیال کیا تھا۔

"اونہہ" وہ شان سے اترائی "یہ سب بہانہ ہے وقت ساتھ گزارنے کا......"

اپنی بات پر وہ خود ہی پھول کر جیسے کپا ہو گئی۔

اس کی نظریں بار بار گھڑی کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ سوئیاں تھیں کہ سرکا
بھول گئی تھیں۔ اتنی دیر بعد دیکھتی تو بمشکل ایک دو منٹ گزرے ہوئے تھے۔ و
گزاری کے لئے وہ اپنے کپڑے اٹھا کر غسل خانے میں پڑی میلے کپڑوں کی باسکٹ
ڈالنے گئی۔ سارے کمرے کی ترتیب ٹھیک کی۔ پھر بھی وقت نہ ہوا۔ تو اپنا ہینڈ بیگ ٹ
کرنے بیٹھ گئی۔ اس میں ہر ضروری شے موجود تھی۔

خدا خدا کر کے وقت گزرا۔ اس نے ایک فائل اٹھائی جس میں خالی صفحات
کچھ نہ کچھ نوٹ کرنے کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔ بیگ لیا اور کمرے سے نکل کر سید
انعام پیلس کے پورچ کی طرف بڑھی۔

وہاں یوسف نہیں تھا۔

چند منٹ وہ انتظار میں کھڑی رہی

پھر

صادق بابا جو بیگم صاحبہ کی گاڑی صاف کر رہا تھا' اس سے پوچھا "چھوٹے صا
کہاں ہیں۔"

"سب ادھر لاؤنج میں ہیں" وہ بولا۔

"انہوں نے تو فارم پر جانا تھا"

"پتہ نہیں بی بی۔ جا کر پتہ کر لو۔ ادھر ہی ہیں سب۔"

سب کے لفظ پر اس کا دل سہم گیا۔ کہیں سلینہ بھی ادھر نہ ہو۔ وہ کسی طور
کا سامنا کرنا نہیں چاہتی تھی۔

لیکن

جب کئی منٹ گزر گئے اور یوسف نہیں آیا تو وہ ست قدم اٹھاتی لاؤنج کی ط
چل دی

اندر سے باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میڈم اور یوسف بول رہے تھے
اس نے سلینہ کی آواز نہیں سنی اس لئے بے دھڑک دروازے پر ہلکی سی دستک
دے کر پوچھا "میں اندر آ سکتی ہوں میڈم......"

"ہاں آ جاؤ" ان کا کچھ کورا سا جواب تھا۔

وہ اندر آئی تو سلینہ کو بھی وہاں موجود پایا۔ وہ یوسف کی کرسی کی پشت پکڑے کھڑی
تھی۔ میڈم اور یوسف باتیں کر رہے تھے۔ یوسف کا موڈ کچھ آف تھا۔

"سوری رابی...... میڈم نے اسے دیکھ کر کہا۔

"جی" وہ صرف یہی کہہ سکی

"فارم والا پروگرام کینسل ہو گیا"

رابی کا دل دھک سے رہ گیا اس کی نظریں سلینہ پر پڑی جو بڑے دلربایانہ انداز میں
مسکرا رہی تھی

"لیکن مما......" یوسف کے چہرے پر قدرے درشتگی تھی۔

"کوئی بات نہیں بیٹے۔ اب بچی ضد کر رہی ہے تم ہی مان جاؤ۔ وہ تمہارے لئے
یہاں ٹھہری ہوئی ہے تمہارا فرض ہے اس کو سیر و تفریح کراؤ......"

"فارم کا کام؟"

"وہ میں عصمت خان کو بھیج دیتی ہوں"

"نہیں مما...... سلینہ ایسے ہی ضد کر رہی ہے۔ فلم رات کا شو بھی دیکھا جا سکتا
ہے"

"نہیں جناب میں پنجابی فلم کے لئے اتنی دیر جاگنے سے رہی" سلینہ جھٹ سے
بولی۔

"کل دیکھ سکتی ہو......"

"کل تو جا رہے ہو سنگا پور......"

"میرے بغیر فلم دیکھی جا سکتی ہے؟"

"نہیں جی۔ بالکل نہیں...... پنجابی فلم دیکھنے کا شوق ہی اس لئے ہوا کہ تم ساتھ
چلو گے۔ مجھے تو ڈائیلاگ بھی سمجھ نہیں آئیں گے......"

"ایک دم فضول فلم ہے وی سی آر پر دیکھ لو۔ سینما ہاؤس جانا...... اف"

"لیکن میں تو جاؤں گی کہ دیا نا"

"اگر میں نہ جاؤں تو......."

"تو......." سلینہ رکی اور پھر انتہائی سنجیدگی سے بولی "میں سمجھوں گی تمہیں م
یہاں رہنا پسند نہیں۔ چنانچہ ٹکٹ منگواؤں گی اور سیدھی لندن......."

"اے ہے بھئی۔ تم تو ناراض ہو گئیں۔"

"آنٹی مہمانوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں"

"یوسف" میڈم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں خالص مصلحت پسند ماؤں کی ط
اسے اشارہ کیا۔

"مما....... کہ رہا ہوں نا شام پانچ بجے تک تو واپس آ جاؤں گا۔ پھر فلم دکھلا
گا۔ آخری شو نہ سہی......."

اس کی جھنجلاہٹ سب نے محسوس کی۔ میڈم بولی "اب تم دونوں جانو خو
فیصلہ کر لو......."

"ٹھیک ہے" سلینہ بولی....... پھر رابی پر نگاہ ڈالی....... جو کسی طور ملائم نہ ت
فیصلہ کن انداز میں بولی "میں بھی فارم پر جاؤں گی"

"اوہ خدایا۔ وہ کس لئے" یوسف بے ساختہ بولا "وہاں فن فیئر نہیں ہے ا
بور کام ہے تم کیا کرو گی جا کر......."

"بس یا سینما یا فارم......."

"یوسف چلو تم ہی مان جاؤ۔ فارم کا بھی کچھ کر لیں گے۔ واپس آؤ گے تو
جانا....... ایک ہفتے کے لئے تو جا رہے ہو....... آؤ گے تو دیکھ لینا۔"

"یہ رہی نا بات" وہ گھوم کر آنٹی کی کرسی کی پشت پر آئی اور لاڈ سے ان کے
میں بانہیں ڈال کر یوسف کا منہ چڑاتے ہوئے خوبصورت ادا سے ہنس پڑی۔

یوسف جز بز ہو گیا۔ کرسی پر پہلو بدلا۔ لیکن کہ کچھ نہ سکا۔

میڈم اور سلینہ باتیں کرنے لگیں۔ پنجابی فلم دیکھنے کا شوق انتہاؤں کو چھو رہا
ہمیشہ کی طرح سب نے آج بھی رابی کو شریک گفت و گو کیا نہ اسے در خو
سمجھا۔ وہ فالتو شے کی طرح ایک طرف کھڑی تھی....... جی چاہ رہا تھا سلینہ کو گولی
دے اور تو اور میڈم کے بھی ٹکڑے کر دینے کو دل چاہ رہا تھا۔ جو ایک بے جا

ایت کر رہی تھیں۔

"ویری سوری مس رابی احتشام......." بالآخر یوسف بولا "آپ کو زحمت ہوئی"

رابی نے سر ہلایا۔ یوسف کا موڈ دیکھ کر وہ دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی۔ وہ کتنا
جھنجلایا ہوا کتنا اکتایا ہوا اور کتنے غصے میں تھے۔ زبردستی کا فیصلہ اس پر مسلط ہوا تھا۔
رابی کو یوں لگا جیسے بنا کوئی ہتھیار استعمال کیے اس نے سلینہ کو شکست دے دی ہے۔

"میں جاؤں میڈم" رابی نے پوچھا

"ہاں....... کل عصمت صاحب کے ساتھ شاید تمہیں بھجوا دوں"

وہ چپ رہی

اور

دبے دبے قدم اٹھاتی کمرے سے نکل آئی۔ یوسف کی بجائے اسے عصمت خان
کے ساتھ فارم پر جانا بالکل پسند نہ تھا۔ میڈم کے فیصلے پر وہ بھنا گئی.......
کمرے سے نکلی تو اسے سلینہ کا طنزیہ قہقہ سنائی دیا۔ اس کے تن بدن میں آگ سی
لگ گئی۔ اس لئے اس نے دانت پیستے ہوئے کچھ سوچا.......

اور

اپنے کمرے کی طرف جانے کی بجائے سیدھی میڈم کے دفتر میں آئی
کچھ ہی لمحوں بعد وہ منہاس اینڈ کو کے دفتر میں فون کر رہی تھی۔

"سر۔ آپ آج شام کو ڈیل کے لئے آ جائیے۔ کل یوسف صاف سنگاپور جا رہے
ان شاید انہیں تین ہفتے لگ جائیں۔ ڈیل وہی کریں گے۔

"اوہ نہیں مس تین ہفتے ویٹ نہیں کیا جا سکتا"

"تو شام چھ بجے تک آ سکیں گے"

"بالکل بالکل....... ہمیں معاہدہ منظور ہے۔ ان سے کہ دیجئے گا ہم ٹھیک چھ بجے
نچ جائیں گے"

"شکریہ"

"اچھا کیا آپ نے یوسف صاحب کے سنگاپور جانے کا بتا دیا۔ ورنہ ہم شاید دو چار
نا بعد آتے۔ بہرحال شام میٹنگ اور معاہدہ انشاء اللہ ہو جائے گا"

"شکریہ"

فون رکھ کر اس نے گہرا سانس لیا۔ اس کے چہرے پر بڑی فاتحانہ مسکراہٹ تھی
اس نے سلینہ کو اس کی فلم سمیت پچھاڑ دیا تھا۔

آفس سے نکل کر وہ پھر لاؤنج میں آئی۔ سلینہ اب میڈم کے پہلو میں بیٹھی تھی
یوسف ابھی تک بگڑا بگڑا تھا......

"میڈم"

"ہوں"

"منہاس اینڈ کو کا فون آیا ہے۔ وہ آج شام چھ بجے معاہدے کے لئے آ رہے
ہیں......"

یوسف خوشی سے اچھل پڑا "واقعی؟"

"یس سر......"

"لیکن میری فلم......" سلینہ روہانسی ہو گئی۔

"یہ کام بڑا ضروری ہے بیٹی۔ اور یوسف ہی کی کمٹمنٹ ہے۔ وہی ڈیل کرے
بہت بڑا معاہدہ ہے فلم کی کوئی بات نہیں میں دکھا دوں گی کل......"

وہ منہ بسور کر بیٹھ گئی

لیکن

یوسف جلدی سے اٹھا اور رابی سے بولا "اس ڈیل کی فائل لے کر فوراً آفس
آ جائیے۔ کل میں نے ٹائپ کرنے کو دی تھی آپ کو"

"سر تیار ہے فائل"

"جائیے...... پھر ایک نظر دیکھ لیجئے"

"بہت بہتر"

رابی لاؤنج سے نکلی تو جیسے ہواؤں کے دوش پر اڑی چلی جا رہی تھی۔ ا
تھا۔ اس کا وجود ہلکا پھلکا ہو گیا ہے اور مترنم نغمے میں ڈھل گیا ہے۔ ہر طرف گنگناہٹ
گنگناہٹیں تھیں۔

کئی دنوں سے وہ بولائی بولائی سی تھی۔ یوسف سنگاپور ایک ہفتے کے لئے گیا تھا لیکن
اس کی بات سچ ہی ہو گئی تھی۔ وہاں سے اس کا فون آیا تھا۔ کہ سنگاپور میں اس کا قیام
تین ہفتے ہو گا...... اور رابی کو یہ تین ہفتے گزارنا مشکل ہو گئے تھے۔ اسے تو اب احساس
ہو رہا تھا کہ محبتوں کے معاملے میں وہ کتنا دور نکل چکی ہے۔ اتنا دور کہ پلٹ کر دیکھے بھی
تو ابتدائی قدموں کے نشان نظر نہ آئیں۔ وہ یوسف کی غیر حاضری کو بری طرح محسوس کر
رہی تھی۔ وہی بات تھی کہ وہ کیا گئے کہ ستاروں میں روشنی نہ رہی...... ہر بات سے
دل اچاٹ رہتا تھا۔ کام میں جی نہ لگتا تھا۔ میڈم کا تھوڑا سا کام بھی وہ بے دلی سے کرتی
تھی۔ بیزاری و بے قراری سے نپٹنے کے لئے اس نے سوچا ایک دو دن کے لئے فرح اور
ریاض کے پاس ہی ہو آئے۔

یہ خیال آتے ہی اس نے چھٹی کی درخواست لکھی اور میڈم کے پاس پہنچ گئی۔
میڈم کو اس سے کوئی خاص کام نہ تھا اس لئے چھٹی مل گئی

"شکریہ میڈم......" اس نے تعظیم سے کہا۔

"اچھا ہے دو دن ریسٹ کر آؤ۔ یوسف کے آنے کے بعد تم پر کام کا کافی بار ہو گا"
میڈم مسکرا کر بولیں "جی کوئی بات نہیں......"

"ویسے میں اداس ہو رہی ہوں...... یوسف کی کمی تو محسوس ہوتی ہی تھی مونا بھی
جا چکی اور سلینہ بھی اپنے لاہور والے رشتہ داروں کے ساتھ پاکستان گھومنے پھرنے چلی
گئی...... تم بھی جا رہی ہو"

"میں صرف دو دن کے لئے جا رہی ہوں میڈم...... کافی دن ہوئے فرح سے
ملے"

"فرح تمہاری منہ بولی بہن"

"جی بس وہی تو ہے جسے اپنا کہہ سکتی ہوں"

"پھر تو ضرور جاؤ......"

"شکریہ"

وہ واپس آئی۔ کمرے میں آ کر بیگ میں دو جوڑے اور ضرورت کی چیزیں ڈالیں پرس دیکھا کافی پیسے تھے۔ وہ فرح کے ہاں جب بھی جاتی کوئی نہ کوئی کار آمد چیز تحفتاً ضرور لے جایا کرتی تھی۔ آج بھی یہی ارادہ تھا۔ پہلے بازار پھر اس کے ہاں۔

باہر نکل کر اس نے رکشہ لیا

اور

بازار چل دی۔

اس نے فرح اور ریاض کے لئے دو تین چیزیں خریدیں۔ اور پھر ان کے گھر ہو لی فرح اسے دیکھتے ہی خوشی سے چیخ اٹھی "ہائے رابی شکر ہے تجھے بھی ہمارا خیال آیا" وہ پیار سے اسے لپٹ گئی۔

رابی نے بھی اسے بھینچ کر پیار کیا۔ پھر الگ ہوتے ہوئے بولی "تو تو بالکل گول بن گئی ہے"

وہ شرماتے ہوئے بولی "وہ تو بننا ہی تھا"

"طبیعت کیسی رہتی ہے"

"ٹھیک ہے اب تو"

"ڈاکٹر کو دکھا رہی ہو"

"ہاں ہر مہینے چیک اپ کرواتی ہوں۔"

"ہائے فرح...... مجھے اس دن کا کس بے چینی سے انتظار ہے۔ جب ایک گول مٹول سا بھانجہ میری گود میں ہو گا"

"فرح ہنس کر بولی "اور جو بھانجی ہوئی"

"تو بھی خوشی ہو گی...... ہمارا خاندان بڑھے گا نا...... خوشی کی بات ہے"

فرح نے پھر اسے لپٹا لیا

دونوں کمرے میں آ گئیں...... رابی ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہوئے بولی "بڑی نئی چیزیں نظر آ رہی ہیں......"

"تمہیں مبارک ہو۔ تمہارے بھائی کی تنخواہ بڑھ گئی ہے۔ ایریر ملے تھے چیزیں خرید لیں۔"

وہ اٹھی اور الماری کھول کر ایک چھوٹا کیمرہ نکال کر رابی کو دکھاتے ہوئے بولی "یہ دیکھو۔

"کیا ہے"

"کیمرہ"

"اوہ اچھا خریدا ہے"

"ریاض زبردستی لائے ہیں۔ میری اس حالت میں تصویریں کھینچ رہے ہیں۔"

"شوق کا مول نہیں...... ویسے بہت اچھا کیمرہ لے کر منو میاں کی ولادت ہوتے ہی تصویریں اتاریں گے"

"یہی تو ریاض کہتے ہیں۔"

"فرح تم کتنی خوش قسمت ہو۔ جو میرے بھائی جیسا تمہیں شوہر ملا"

"واقعی رابی...... ریاض میرا اتنا خیال رکھتے ہیں کہ کسی رشتہ دار کے نہ ہونے کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی سوچتی ہوں ماں باپ ہوتے تو ایسے وقت میں کتنا بڑا سہارا ہوتے۔ لیکن ریاض کا خلوص و پیار دیکھتی ہوں تو یہ سوچ خود ہی منتشر ہو جاتی ہے۔

دونوں کچھ دیر یہی باتیں کرتی رہیں۔ ماں باپ کی کمی اپنی جگہ ضرور تھی۔ اس کا دونوں ہی ذکر کرنے لگیں۔ "یہ لو" رابی نے موضوع بدلتے ہوئے تحائف کے پیکٹ فرح کی طرف بڑھائے

"یہ کیا ہے"

"ریاض بھائی کے لئے شرٹ۔ تمہارے لئے ایک جوڑا اور شیشے کی فروٹ ٹرے"

"اللہ رابی تم کیوں اتنی فضول خرچی کرتی ہو......"

"فضول خرچی تو میں ابھی کروں گی جب تمہاری گود بھرے گی" اس نے ہنستے ہوئے فرح کے خوبصورت چہرے کو ہاتھوں میں تھام کر کہا "رسم عقیقہ میری طرف سے ہو گی"

"جیتی رہو خوش رہو"

"شکریہ بی اماں"

"اچھا رابی۔ اب میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔ تم کچھ دیر یہ رسالہ پڑھو۔"

"میں رسالہ پڑھنے نہیں آئی۔ دو دن تمہارے ساتھ گزارنے آئی ہوں۔ چلو کچن

میں چلتے ہیں۔ باتیں بھی کریں گے چائے بھی بنائیں گے"

"چلو آؤ"

دونوں اٹھ کر کچن میں آگئیں۔ رابی نے فرح کو کرسی پر بٹھا دیا اور خود اس کے منع کرنے کے باوجود چائے بنانے لگی۔

"ویسے" وہ ہنس کر بولی "کام وام کرنا سب بھول گیا ہے مجھے...... ہر چیز تیار مل جاتی ہے"

"ہٹو نا۔ میں چائے بنا دیتی ہوں"

"نہیں فرح میں بناؤں گی۔ جیسے بھی بنی تمہیں پینا ہو گی......"

"فرح نے کچن میں دو کرسیاں اور گول ٹیبل ڈال رکھی تھی۔ وہیں بیٹھ کر دونوں مزے سے چائے پینے لگیں۔

باتوں کے دوران فرح نے ہنس کر کہا "رابی...... ایک بات کہوں"

"سو باتیں کہو جناب"

"نہیں ایک"

"ہوں کہو"

"اب تم بھی شادی کر لو......"

رابی کے ہاتھ سے پلیٹ اور کپ قدرے چھلک گئے۔ دونوں چیزیں میز پر رکھتے ہوئے بولی "یہ کیا سوجھی تمہیں۔"

"میں تو اکثر سوچتی ہوں۔"

"بڑی بہن ہو۔ صرف سوچتی ہو۔ کچھ کرو بھی۔" رابی ہنستے ہوئے مذاق سے بولی۔

"بھئی میں کیا کروں...... تم ایرے غیرے کو تو قبول بھی نہیں کرو گی۔ تمہارا ہم پلہ ہی کوئی ملے تو تب نا۔"

"فکر تو کرتی ہو...... ڈھونڈو نا" وہ ہنس رہی تھی۔

"اے سنو"

"ہوں"

"تمہارے ساتھ دفتر میں اور بھی لوگ کام کرتے ہوں گے"

"ہاں"

"ان میں کوئی بہت پڑھا لکھا تم سے زیادہ تنخواہ پانے والا خوبصورت......"

رابی ہنستے ہنستے دوہری ہو گئی۔ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی "ہاں ہے"

"اچھا" وہ انتہائی شوق و تجسس سے بولی "پھر......"

"پھر یہ کہ بات ممکن نہیں"

"کیوں تم میں کیا کمی ہے۔"

"میری کوئی بیک گراؤنڈ نہیں فرح......"

"یہ کیا بات ہوئی" فرح حقیقت جانتے ہوئے بھی منہ بناتے ہوئے بولی۔

"یہی تو بات ہے مائی ڈیئر" رابی سنجیدگی سے بولی۔ پھر خود ہی کہنے لگی "چھوڑو ان باتوں کو۔ تم عیش لوٹو ازدواجی زندگی کی۔ خدا تمہاری گود خیریت سے ہری کرے......"

"دونوں چائے پی کر دوپہر کے کھانے کی باتیں کرنے لگیں۔ پھر دونوں نے مل کر کھانا بنایا۔ ریاض شام چار بجے گھر آتا تھا۔ اس لئے دونوں نے کھانا بھی کھا لیا۔

شام تک وہ باتیں ہی کرتی رہیں۔ ریاض آیا۔ رابی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ برادرانہ شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا "بہت دنوں بعد آئی ہو۔ لگتا ہے کام بہت ہوتا ہے"

"ظاہر ہے ریاض بھائی۔ بیکار میں بٹھا کر کون تنخواہ دیتا ہے۔"

رات تینوں نے کھانا باہر کھایا۔ ریاض کو تنخواہ بڑھنے کی ٹریٹ تھی یہ۔ رابی خوب مصروف رہی۔ دل بہت حد تک بہل گیا۔

دو دن وہ ہنسی خوشی گزار کر واپس پیلس چلی آئی۔ یہاں آ کر پھر اسی تنہائی بے چینی اور بے قراری نے گھیر لیا۔ یوسف کے آنے میں ابھی بھی چار دن باقی تھے۔

سلینہ یوسف کے آنے سے ایک دن پہلے واپس لوٹ آئی۔ رابی کو اس کا آنا اچھا نہ لگا۔ دل ہی دل میں رقابت کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ وہ اسے دیکھتی تو دل ہی دل میں جز بز ہوتی۔ کم بخت حسین بھی تو خطرناک حد تک تھی۔ اس پر ڈریس اور بناؤ سنگار شعلہ جوالا بنی رہتی تھی۔ کون تھا جو حسینہ کی خوبصورتی کا قائل نہ تھا۔

جس دن دس بجے کی فلائٹ سے یوسف آ رہا تھا۔ رابی کی بے تابیاں انتہاؤں کو چھو رہی تھیں وہ صبح صبح اٹھ بیٹھی تھی۔ کمرہ صاف کیا تھا۔ خوبصورت لباس نکالا تھا۔ بال سنوارے تھے۔ وہ یوں تیاریاں کر رہی تھی جیسے یوسف کی سواری سیدھی اسی کے کمرے

میں تو آئے گی۔

لیکن

دس چھوڑ شام کے چار بج گئے۔ اسے پتہ بھی چل گیا کہ یوسف آچکا ہے۔ شام تک وہ ادھر آیا نہ رابی اسے دیکھ سکی۔ وقت حسب معمول بے تابی سے گزرا۔ داؤ جس کے پاس جا بیٹھی کبھی منصورہ سے باتیں کرتی رہی۔ منصورہ نے ہی اسے کی آمد کا بتایا تھا۔ وہ ادھر ہی تھی۔ جب وہ ائیرپورٹ سے گھر پہنچا تھا۔

رابی کا جی بے طرح مچلا تھا یوسف کو ایک نظر دیکھنے کو۔ لیکن کیسے جاتی۔ کم بلایا بھی تو نہیں تھا۔ اسے میڈم پر غصہ آ رہا تھا۔ کسی کام سے اسے بلا ہی لیتیں

لیکن

آج تو تین ہفتے بعد ان کا پیارا اور لاڈلا بیٹا آیا تھا۔ انہیں دفتری کاموں کی ضرورت تھی۔ دل کی بے تابیاں بڑھیں شوق نے اکسایا

تو

رابی نے ادھر جانے کا ارادہ کر لیا۔ اسے ماسی جینا نے بتایا تھا کہ سب فوا والے لان میں بیٹھے ہیں۔

"کیا حرج ہے یوسف اس کا باس ہے۔ وہ تین ہفتے باہر گزار کر آیا ہے۔ کرنے میں ہرج تو نہیں۔ سلام ہی کر لے گی۔ انتظار میں تڑپتی آنکھوں کو تسکین جائے گی۔"

وہ اٹھی لباس درست کیا آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر ہلکی سی لپ اسٹک لگائی سنوارے۔ پرفیوم لگائی...... جانے کے لئے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی۔

لیکن

اپنی جرات پر خود ہی متاسف اور نادم ہوئی۔ دل ہی دل میں بولی "کیا حق بنا میرا اس طرح وہاں جانے کا۔ وہاں سارے فیملی ممبر بیٹھے ہیں۔ یقیناً "یوسف کی چہیتی ادا حسینہ سلینہ بھی ہو گی۔ کیوں کرکری کروانی ہے وہاں جا کر...... کیا سمجھیں گے لوگ...... نہیں جانا چاہئے......"

اس نے اٹھتے قدم روک لئے اور کمرے میں واپس آ گئی۔

لیکن

کچھ دیر بعد پھر اٹھی اور جرات کر کے کمرے سے باہر نکل آئی...... اس نے اب یہ کر لیا تھا۔ ذلت بھی سہنا پڑی تو سہ لے گی۔ لیکن اپنی ترستی آنکھوں کو سکون ضرور ے گی۔

وہ سب بیرونی فوارے والے لان کے قریب پڑی کین کی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ م بہت ہی خوبصورت تھا۔ آسماں پر بدلیاں تیرتی پھر رہی تھیں۔ بھیگی بھیگی ہوا چل رہی تھی۔ اور پھولوں کی خوشبو ہر سمت پھیلی تھی۔

کرسیوں کی درمیانی میز پر چائے کے برتن پڑے تھے۔ شاید سب نے چائے یہیں تھی۔ میڈم کے ساتھ مسٹر انعام بھی بیٹھے تھے۔ اور یوسف سے قریبی کرسی پر سلینہ بیٹھی تھی۔ اس نے آج بڑا خوبصورت اور جدید قسم کا لباس پہن رکھا تھا۔ بال کسی پارلر ے بنوا کر آئی تھی۔ اور قیامت خیز حسن پر متوازن میک اپ اور قیامت ڈھا رہا تھا۔

سب باتوں میں مصروف تھے۔

رابی جو تیز تیز قدم اٹھاتی ادھر آ گئی تھی۔ سب کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ مسٹر انعام سے اس کا کبھی کبھار ہی سامنا ہوتا تھا۔ بہت شفیق انسان تھے۔ ہمیشہ پیار سے ملتے تھے۔ لیکن س وقت وہ اپنی فیملی کے ساتھ بیٹھے تھے۔ اسے ادھر جاتے ہوئے جھجک محسوس ہوئی۔

وہ مڑی

لیکن

دو قدم بھی نہ چلی تھی کہ میڈم نے اسے دیکھ لیا۔

"رابی آ جاؤ......" انہوں نے اسے آواز دی۔ سلینہ اور یوسف نے ادھر دیکھا۔ سلینہ کے چہرے پر ناگواری سی جھلک آئی

"آؤ......" اسے جھجکتے دیکھ کر میڈم نے پھر کہا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی قریب آ گئی۔

میڈم اور سر کو سلام کرنے کے بعد اس نے یوسف کو دیکھا اور شائستگی سے بولی "سلام علیکم سر۔"

اس نے سر کے اشارے سے جواب دیتے ہوئے کہا "کیسی ہو مس احتشام"

"شکریہ سر" وہ بولی "آپ کا سفر بخیر گزرا......"

"ان کا ٹرپ ہر لحاظ سے شاندار کامیاب رہا......" مسٹر انعام نے پیار سے بیٹے کو

دیکھا۔

"خدا کا شکر ہے" میڈم بولیں

"لمبا بہت ہو گیا تھا" سلینہ نے ایک نگاہ دلنواز یوسف پر ڈالی۔

"کام ہی اس نوعیت کا ہو گیا تھا کیا کرتا......" یوسف بولا۔

"مجھے پتہ ہوتا اتنے دن لگیں گے تو میں بھی سنگاپور دیکھ آتی...... چلی جاتی
کے ساتھ......"

"پھر کام دھرا ہی رہ جاتا......" یوسف بولا۔

سب ہنسنے لگے۔

اور

باتوں کے دوران رابی نے پھر محسوس کیا کہ وہ فالتو شے کی طرح نظر انداز
گئی ہے۔ دکھ کی تیز دھار اسے اپنے اندر اترتی محسوس ہوئی۔

کچھ دیر وہ کھڑی رہی اور وہ لوگ باتیں کرتے رہے۔

پھر

میڈم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولیں "کسی کام سے آئی
رابی......؟"

اف

یہ تازیانہ تھا۔ جو رابی کے دل و دماغ پر لگا۔ اس سوال نے اسے اپنی [illegible]
احساس دلا دیا۔ من زور زور سے چیخ اٹھا اسے یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔ وہ شاید
کہ یوسف نے اس کے سراپا پر ایک گہری نگاہ ڈالتے ہوئے شوخی سے کہا

"کام اور کیا ہو گا مما۔ وہی انکی چھپتی فائلیں۔ ٹائپ شدہ نوٹس۔ مکینیز
وغیرہ...... اور کوئی کام بھی آتا ہے انہیں......"

"یوسف" سلینہ یوسف کی بے تکلفی سے جز بز ہو کر بولی "یہ اس کا کام ہے"

"ہاں بیٹا" مسٹر انعام بولے "رابی بڑی محنتی اور ایماندار لڑکی ہے۔ تمہاری
اس کی بہت تعریف کرتی ہیں"

"ہوں گی......" یوسف نے کن انکھیوں سے رابی کو دیکھ کر کندھے اچکائے
سلینہ نے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کو کہا "وہ کیا بات کر رہے تھے آپ

کی......"

"رابی کچھ کام تھا......" میڈم نے پھر پوچھا

"جی۔ جی میڈم وہ" رابی گڑ بڑا گئی

"کیا؟"

ایک دم ہی اسے خیال آیا کل میڈم نے وہ لیٹر ٹائپ کرنے کے لئے بھجوانے کا کہا
تھا۔ جلدی سے بولی "میڈم آپ نے کل شام دو لیٹر بھجوانے تھے۔"

"اوہ۔ یاد ہی نہ رہے۔ صبح سے یوسف کے ساتھ مصروف رہی...... آفس میں
پڑے ہیں لے جاؤ"

انہوں نے لیٹرز کے متعلق اسے بتایا۔ جس کمپنی کے نام تھے وہ بھی بتا دیا۔

"ڈھونڈ لو گی نا" وہ بولیں "میرے جانے کی ضرورت تو نہیں۔"

"جی ڈھونڈ لوں گی" وہ بولی۔

"ابھی جا کر ٹائپ کر دینا......"

"جی بہتر......"

وہ متاسف متاسف سی وہاں سے لوٹ آئی۔

جی تو نہ چاہ رہا تھا۔ کہ میڈم کے آفس سے خط لینے جائے۔

لیکن جانا پڑا۔ کیا کرتی۔ کام تو کرنا ہی تھا۔

لیکن وہ سیدھی آفس نہ گئی۔ اپنی لاؤنج میں آئی پھر راہداری سے ہوتی سوئمنگ
پول کی طرف چلی گئی۔ ادھر اس وقت کوئی بھی نہ تھا۔ اس کے قدم خود بخود ادھر بڑھتے
چلے گئے تھے۔ دراصل دل بھر بھر آ رہا تھا۔ اور رونے کے لئے اسے تنہائی کی ضرورت
تھی۔ وہ جانتی تھی اس وقت سوئمنگ پول کی طرف کوئی نہیں آتا۔

مرمریں بنچ پر بیٹھ کر وہ بھل بھل رونے لگی۔ روتے ہوئے اپنے آپ کو کوسے جا
رہی تھی۔ سبکی اور ذلت کا احساس مارے دے رہا تھا۔

کیا ضرورت تھی باس کو ویلکم کرنے خود بخود چلے جانے کی۔ کروا لی نا رسوائی۔ کسی
نے ذرہ بھر لفٹ نہیں دی۔ اس پر میڈم کا استفسار...... وہ خود میں مٹ مٹ گئی۔ اگر
لیٹرز کی بات ذہن میں نہ آ جاتی تو کیا جواب تھا ان کے استفسار کا......"

وہ کافی دیر اپنے آپ سے الجھتی رہی لڑتی رہی یوسف سے قطع تعلق کرتی رہی چاند

کی تمنا فضول تھی۔ وہ اس پر قدرے مہربان تھا تو اس مہربانی سے اسے بے جا لفٹ لینے
کوئی جواز نہ تھا۔ یہ تو اس خاندان کا وطیرہ تھا۔ سب ماتحتوں سے مشفقانہ رویہ تھا۔

رونے سے اس کی طبیعت کچھ ہلکی ہو گئی اس نے آنکھیں صاف کیں۔ بڑی
سوچوں میں گم رہی۔ اس نے فیصلہ کرلیا کہ بس اپنے کام سے کام رکھے گی۔

اسی لئے

وہ وہاں سے اٹھ کر میڈم کے آفس میں خط لینے آگئی۔ خط تلاش کرنے میں دق
نہ ہوئی دونوں خط لے کر وہ پلٹی

تو

دروازے میں یوسف کو کھڑے پایا وہ کچھ گڑبڑا سی گئی

یوسف نے اس کو دیکھا اور شاکی لہجے میں بولا "اتنے دنوں بعد آیا ہوں۔ آپ
پاس روکھے سوکھے روائتی جملوں کے سوا کہنے کی کوئی بات نہ تھی......"

اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ مشکلوں سے کیا ہوا فیصلہ ڈول گیا۔ یوسف کے
کی اپنائیت دل لے گئی

لیکن

وہ بے رخی سے بولی "حق کو اس کی حد تک ہی استعمال کرنا چاہئے سر۔"

"کیا؟"

جی۔"

وہ یوسف کا جواب سنے بغیر ایک طرف سے ہو کر دروازے سے باہر نکل گئی۔

یوسف پہلے حیران ہوا۔ پھر مسکرا دیا۔

"رابی" منصورہ نے لاؤنج سے آواز دی۔

"کیا ہے آپا" رابی نے رسالہ ایک طرف رکھتے ہوئے کمرے سے جواب دیا۔

"تمہارا فون ہے۔" وہ بولی۔

"میرا"

"ہاں"

وہ جلدی سے بیڈ سے اٹھی اور دوپٹہ لئے بغیر لاؤنج کی طرف آئی "کس کا فون ہو سکتا ہے۔" سوچتے ہوئے اس نے رسیور اٹھایا۔

"ہیلو رابی بول رہی ہوں۔"

"میں ریاض ہوں رابی۔" ریاض کی آواز اس طرح بھرائی ہوئی اور گلو گیر تھی کہ رابی گھبرا کر جلدی سے بولی۔

"خیریت ریاض بھائی۔"

"نہیں....."

"کیا"

"فرح کی حالت بہت خراب ہے۔"

"کیا؟"

"ہاں۔ کل شام اس کا پاؤں سیڑھیوں سے پھسل گیا بری طرح گری۔ تکلیف شروع ہو گئی ہسپتال لے کر آیا۔ تو رات گیارہ بجے بچی پیدا ہوئی..... سات ماہ کی....."

"اوہو....."

"فرح کی حالت نازک ہے۔"

"ہائے اللہ....."

"تم آ سکتی ہو! میں اکیلا بہت پریشان ہوں۔"

"میں ابھی آتی ہوں ریاض بھائی۔ ڈاکٹر کیا کہتے ہیں۔"

"بس..... ناامید....." اس کی آواز ٹوٹ گئی۔

رابی نے جلدی جلدی ہسپتال اور بیڈ نمبر پوچھا۔ اس خبر سے اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔

"میں ابھی آئی ریاض بھائی۔" اس نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔

پھر

کمرے کی طرف بھاگی۔ الماری کھولی بیگ میں دو چار جوڑے ٹھونسے ضرورت کی جو چیز ہاتھ لگی رکھ لی۔ بٹوہ نکالا۔ کل ہی اس نے کافی پیسے بنک سے نکلوائے تھے۔ پھر چیک بک ساتھ رکھ لی۔

بھاگم بھاگ وہ آفس روم میں آئی ایک ہفتے کی چھٹی کی درخواست لکھی اور لے کر انعام پیلس کی طرف لپکی۔ میڈم یا یوسف جو بھی مل جاتا اسے دے آتی۔

لیکن

میڈم نہیں ملیں

وہ یوسف کے آفس کیطرف بھاگی۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ پریشانی میں اسے اور کچھ نہ سوجھا ارجنٹ لیو کے لئے درخواست تھی۔ یوسف کی ٹیبل پر ویٹ پیپر کے نیچے رکھ کر واپس دوڑی۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ رکشے میں بیٹھی ہسپتال کی طرف جا رہی تھی..... پریشانی اور غم کے دباؤ نے اس کے حواس باختہ کر رکھے تھے۔ فرح کا خیال آتے ہی رونا آ رہا تھا۔

وہ

رکشے کے پیسے دے کر بیگ سمیت اتری۔ اور اس بلاک کی طرف بھاگی جس کا پتہ ریاض نے دیا تھا۔

سیڑھیاں تیزی سے چڑھی وہ پہلے گھماؤ پر ہی آئی تھی کہ اسے ریاض مل گیا۔

"فرح کیسی ہے ریاض بھائی۔" وہ جلدی سے بولی۔

"ویسی ہی حالت ہے۔ بیہوش پڑی ہے۔" وہ روہانسا ہو رہا تھا۔ پریشانی سے برا حال تھا۔ صبح سے شیو کی تھی نہ بال بنائے تھے۔ منہ ہاتھ تک شائد نہیں دھوئے تھے۔ رات بھر کی پریشانی اور بے چینی اس کے چہرے سے مترشح تھی۔

ریاض نے رابی سے بیگ لے کر اس کمرے کیطرف اشارہ کیا جس میں فرح

تھی۔ رابی سہمے سہمے قدم اٹھاتی ہوئی اس طرف بڑھی۔

دروازے میں قدم رکھتے ہی فرح پر نگاہ پڑی تو بت سی بن گئی۔

فرح کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔ ہونٹ تک سپید تھے۔ بند آنکھوں پر پلکوں کی جھالریں پڑی تھیں وہ کچھ غیر متوازن سانس لے رہی تھی۔

رابی کا دل بھر آیا اس کے قریب آ کر پلنگ کی پٹی پر سر رکھ دیا اور بے اختیار ہو ہو کر رونے لگی۔

"حوصلہ کریں۔" نرس کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ سیدھی ہو کر دوپٹے کے آنچل سے آنسو صاف کرنے لگی۔

"فرح بچ جائے گی نا سسٹر۔" رابی بے اختیاری سے بولی۔

"دعا کریں۔ ویسے ڈاکٹر ابھی دیکھ کر گئی ہیں۔ حالت پوری طرح تو نہیں لیکن کسی حد تک حوصلہ افزا ہے۔"

"یا خدا رحم فرما۔"

"آمین....."

نرس کچھ دیر فرح کے متعلق رابی کو بتاتی رہی۔

"بچی کی جان کا بھی خطرہ تھا۔" وہ بولی تب رابی کو بچی کا خیال آیا۔ وہ بولی "کہاں ہے وہ۔ اس کی حالت؟"

"وہ انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں ہے۔"

"ٹھیک ہو جائے گی نا۔"

"ہاں' ویسے وہ اب خطرے سے باہر ہے۔ لیکن ہفتہ بھر ابھی وہیں رکھنا پڑے گا۔" نرس بولی۔

"اب رابی پھر فرح کی طرف متوجہ تھی۔ جو بیڈ پر بے سدھ پڑی تھی۔ اسے خون دیا جا رہا تھا نرس نے خون کی بوتل چیک کی۔ نبض دیکھی۔ پھر سر ہلاتے ہوئے بولی "خدا رحم کرے....."

رابی رونے لگی۔

ریاض اسے تسلی دیتے ہوئے خود بھی روہانسا ہو رہا تھا۔ نرس چلی گئی تھی۔ اور وہ دونوں بیچارگی کے عالم میں فرح کو دیکھ دیکھ کر رو رہے تھے۔ جس کے تار حیات لرز رہے

تھے کوئی پتہ نہیں تھا کس جھٹکے سے ٹوٹ جائیں۔

شام تک فرح کی حالت جوں کی توں رہی۔ دو دفعہ ڈاکٹر دیکھنے آئی۔ گائناکالوجسٹ نے بھی چکر لگایا۔ اسے اچھی طرح چیک کرنے کے بعد اس نے رابی سے کہا "شام تک ہوش آنے کی امید ہے۔ ہوش آگیا تو پھر خطرے سے انشاء اللہ باہر ہو جائے گی۔"

"خدا کرے ڈاکٹر صاحبہ میری بہن بچ جائے....." رابی آنکھیں پونچھتے ہوئے بولی۔

"حوصلہ نہ ہاریں۔ خدا سے دعا کریں۔" وہ اسے تسلی دے کر چلی گئی۔

شام ڈھل چکی تھی۔ رات کے اندھیرے اتر آئے تھے۔ رابی اور ریاض دونوں ہی پریشان حال تھے۔ کبھی رونے لگے۔ کبھی ایک دوسرے کو تسلیاں دینے لگے۔ دعائیں تو دونوں کے لبوں پر مچل رہی تھیں۔

رات گئے جب رابی فرح کے پلنگ کی پٹی پر بیٹھی مایوسی سے چپکے چپکے آنسو بہا رہی تھی۔ اچانک فرح نے ہائے کی۔

"فرح..... فرح۔" رابی نے جلدی سے اس پر جھکتے ہوئے پکارا۔

"ہوں" خفیف سی آواز اس کے لبوں سے نکلی تو رابی جیسے خوشی سے پاگل ہو کر ریاض کی طرف لپکی جو کھڑکی سے باہر خلاؤں میں جانے کیا کھوج رہا تھا۔

"ریاض بھائی۔ ریاض بھائی۔" اس نے بے اختیارانہ پکارا۔

"کیا ہے رابی۔" وہ مایوس لہجے میں بولا۔

"فرح نے آواز نکالی ہے۔ ہائے کہا پھر ہوں۔ وہ یقیناً ہوش میں آ رہی ہے۔" وہ جلدی سے بولی۔

"واقعی۔" ریاض ادھر لپکا۔

"میں ڈاکٹر کو بلاتی ہوں۔" وہ باہر کی طرف دوڑی۔

چند لمحوں بعد ڈاکٹر اور دو نرسیں رابی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئیں۔

ڈاکٹر نے فرح کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پکارا۔

"ہوں" اب کے فرح نے صاف طور پر ہوں کی۔ آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔ اس کی پلکیں اٹھنے کو کئی بار لرزیں۔

ڈاکٹر نے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے پوچھا "کیا حال ہے کیسی ہو۔"

"ہاں" وہ غنودگی سے بولی۔

"شاباش ہوش میں آؤ۔ میری بات سن رہی ہو نا۔"

"ہاں"

"آنکھیں کھولو۔"

فرح نے پھر آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔ سر بھی ادھر سے ادھر کیا۔

"مبارک ہو۔" ڈاکٹر نے رابی اور ریاض سے کہا۔ "اب انشاء اللہ یہ خطرے سے باہر ہوں گی۔"

"شکر ہے تیرا پروردگار۔" ریاض نے ہاتھ پھیلا دیئے۔ پھر رابی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیر کر بولا "تمہاری بہن بچ جائے گی۔"

"انشاء اللہ۔" ڈاکٹر نے تیقن سے کہا۔

پھر نرسوں کی مدد سے وہ فرح کا چیک اپ کرنے میں مصروف ہو گئی.....

"صبح بالکل ہوش میں آ جائیں گی۔" وہ کچھ دیر بعد بولی۔ "پھر نرس کی ڈیوٹی لگائی کہ رات بھر وہ فرح کو وقفوں سے دیکھتی رہے اور ڈیوٹی پر متعین ڈاکٹر کو اس کی حالت سے مطلع کرتی رہے۔

رات

فرح وقفوں سے ہوش میں آتی رہی..... وہ ایک بار تو اس نے رابی کو اور ریاض کی طرف نگاہ بھر کر دیکھا بھی لیکن بات نہ کر سکی۔ غنودگی میں ڈوب جاتی..... نقاہت بھی بے حد ہو گئی تھی۔

ریاض اور رابی نے رات آنکھوں میں کاٹ دی..... گھنٹہ بھر کے لئے رابی کرسی پر بیٹھے بیٹھے سو لی اور ریاض کی آنکھیں بھی کچھ دیر کے لئے بند ہو گئیں۔ لیکن سو نہ سکا۔

صبح بڑی حسین طلوع ہوئی۔ فرح پوری طرح ہوش میں آ گئی۔ اس نے بیڈ کے قریب کھڑے ریاض کو دیکھ کر پکارا۔

"ریاض....."

"فرح میری جان..... کیسی ہو۔" ریاض اس پر بے اختیارانہ بے تابی سے جھک گیا۔

"ٹھیک..... ہوں۔" وہ نقاہت سے بولی۔

"فرح ہوش میں ہے!" رابی باتھ روم سے نکل کر آئی تو بیڈ کی طرف بڑھتے ہوئے

پوچھا۔

"ہاں رابی..... آؤ دیکھو..... مجھے پہچانا ہے اس نے....." ریاض ایک طرف ہو گیا۔

رابی نے آگے بڑھ کر اسے پکارا۔ "فرح....."

"ہوں....."

"کیسی ہو۔"

"اچھی..... ہوں۔"

"میں ڈاکٹر کو بلا لاؤں۔" رابی نے وہاں سے ہٹتے ہوئے کہا۔ پھر وہ لپک کر باہر گئی۔

"ریاض۔" فرح نے انتہائی نحیف آواز میں کہا۔

"ہاں"

"کیا ہوا تھا"

"تم بیمار ہو گئی تھیں....."

"ہوا کیا..... تھا....."

ریاض اس کی بات نہیں سمجھا۔ کچھ کہنے ہی کو تھا کہ وہ اسی لہجے میں بولی۔

"میرا..... بچہ....."

"اوہ....." ریاض نے اس کے بالوں پر پیار سے ہاتھ پھیرا "بیٹی ہوئی ہے....."

"وہ..... ٹھیک ہے..... نا....."

"ہاں..... بالکل....."

"شکر ہے خدایا....."

فرح نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اب وہ پوری طرح ہوش میں تھی۔ لیکن نقاہت زیادہ ہونے کی وجہ سے باتیں نہ کر سکتی تھیں۔ حالانکہ وہ پوچھنا چاہ رہی تھی..... کہ اس کی بچی کہاں ہے؟ کیسی ہے؟؟"

ڈاکٹر کے آنے پر ریاض ایک طرف ہٹ گیا۔ ڈاکٹر نے فرح کو چیک کیا۔ اس سے باتیں کیں۔ نرس سے انجکشن لانے کو کہا۔

پھر رابی اور ریاض کو مژدہ سنایا کہ ان کی مریضہ اب خطرے سے باہر ہے۔ دونوں کی آنکھیں خوشی سے نم ہو گئیں.....

ڈاکٹر نے نرس سے انجکشن لے لیا۔ اور لگانے کے بعد بولی "تھوڑا تھوڑا دودھ ا کے منہ میں ڈالیں۔ اب یہ بے ہوش نہیں ہوں گی۔ ہاں سونے دیں۔ ڈسٹرب نہ یں۔ شام تک بہت بہتر ہو جائیں گی....."

ڈاکٹر نرس کو ضروری ہدایات دینے کے بعد چلی گئی۔

فرح کچھ دیر رابی اور ریاض سے ٹوٹی پھوٹی باتیں کرتی رہی..... تھوڑا دودھ پیا' پھر ھیں بند کر لیں۔ وہ یقیناً سو گئی تھی۔

رابی اور ریاض نے اطمینان کا سانس لیا۔

فرح کی طرف سے تشویش قدرے کم ہوئی۔ تو رابی کو بچی کا خیال آیا۔ اس کا وجود ونوں کو شائد بھول ہی چکا تھا۔

"میں نے تو بچی کو دیکھا بھی نہیں ریاض بھائی۔" رابی بولی۔ "ابھی جا کر دیکھ نہ ؤں۔"

"دیکھی تو میں نے بھی نہیں۔" ریاض بولا۔

"تو آیئے چل کر دیکھ تو آئیں کہ کیسی ہے۔"

"فرح کے پاس کون رہے گا۔"

ویسے تو سو رہی ہے..... ہم ابھی آ جاتے ہیں....."

"یوں کرو پہلے تم دیکھ آؤ۔ پھر تم فرح کے پاس ٹھہرنا اور میں دیکھ آؤں گا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ میں جاتی ہوں..... بہت جی چاہ رہا ہے منی سی گڑیا کو دیکھنے

"جاؤ....."

رابی دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔ وہ سیدھی نرس کے پاس گئی۔ چی دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

"آپ باہر ہی سے دیکھ سکتی ہیں۔ نرسری کے اندر جانے کی اجازت نہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ باہر ہی سے دکھا دیں۔"

"آئیں میرے ساتھ۔"

نرس اسے نرسری کی طرف لے کر آ گئی۔ اور شیشے کے پاس روک کر کہا "میں ہاکر آپ کو بچی دکھاتی ہوں۔"

نرسری میں پانچ چھ نوزائیدہ بچے مختلف کاٹوں میں پڑے ہوئے تھے۔ یہ بچے پیدائشی طور کمزور تھے اس لئے انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں رکھے ہوئے تھے۔ کچھ بچے تو بے حد کمزور اور سوکھے سڑے سے تھے۔

رابی کا دل ان بچوں کو دیکھ کر ہول گیا۔ کیا فرح کی بچی بھی ایسی ہی ہو گی۔

لیکن

جب اندر سے نرس نے فرح کی بچی اسے دکھائی تو اس کا دل خوش ہو گیا۔ بچی دبلی پتلی اور چھوٹی سی تھی۔ لیکن بہت زیادہ کمزور نہیں تھی۔ شکل و صورت بڑی پیاری تھی۔ آنکھیں تو بالکل فرح جیسی تھیں۔ کچھ شباہت ریاض پر تھی۔ یعنی ماں اور باپ کا مکس تھی وہ۔

رابی کو اس پر پیار آیا۔ نرس سے اشارے میں کہا کہ وہ بھی اندر آ کر اسے اٹھا لے۔ لیکن نرس نے سر نفی میں ہلایا اور مسکراتے ہوئے بچی کو اس کے کاٹ میں ڈال دیا۔

نرس باہر آئی تو رابی نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا "بچی زیادہ کمزور تو نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹائم پر پیدا ہوتی تو نو دس پاؤنڈ کی ضرور ہوتی۔"

"اب کتنا وزن ہے۔"

"پانچ پاؤنڈ..... ایک ہفتے ہی میں وزن گین کر لے گی۔ آپ فکر نہ کریں۔"

"اسے اور کتنے دن یہاں رکھنا ہے۔"

"یہ پورا ہفتہ۔"

"ہوں"

رابی خوش خوش کمرے میں آئی منی سی گڑیا کو دیکھ کر اسے واقعی بہت خوشی تھی۔ اس نے بڑے تعریفی انداز میں ریاض کو اس کے متعلق بتایا۔

"اپنی خالہ اور پھپھو پر گئی ہو گی۔" ریاض اب مطمئن تھا اس لئے مسکرایا۔

"ماں باپ کا مکسچر ہے۔" رابی ہنسی

"نام کیا رکھو گی اس کا۔"

"فرح کو مائرہ پسند تھا۔ پچھلی بار میں آئی تھی تو نام سوچتے رہے تھے ہم لوگ۔ یہی ٹھیک ہے۔ آپ کو پسند ہے؟"

"فرح اور تمہیں پسند ہے تو مجھے بھی....."

"ہاں بھائی جان۔"

"کیا؟"

"فرح ابھی بہت کمزور ہے بچی کے لئے کسی آیا کا بندوبست کرنا پڑے گا۔ فرح کو تو صحت پکڑتے ابھی پتہ نہیں کتنا وقت لگے۔"

"ایک نوکرانی ہے۔"

"کہاں"

"فرح نے پہلے ہی اس سے بات کی تھی کہ زچگی کے دنوں میں وہ دن رات اس کے پاس رہا کرے گی۔ وہ مان گئی تھی۔ اسی کو بلا لیں گے۔ فرح ابھی بچی کو سنبھالنے کے کہاں قابل۔"

"آپ کل ہی پتہ کریں جا کر۔ اب تو انشاء اللہ فرح کی حالت ٹھیک ہو رہی ہے۔"

"کل جاؤں گا گھر اور اس کے ہاں جا کر پتہ کروں گا۔"

"یہ بہت ضروری ہے ریاض بھائی..... پیسوں کا فکر نہ کریں۔ میرے پاس بہت ہیں۔"

ریاض مسکرا کر بولا..... "رابی بہن۔ پہلے بھی تم کم خرچ تو نہیں کر رہیں....."

"میرا حق نہیں بنتا کیا؟"

وہ دونوں کچھ دیر باتیں کرتے رہے پھر ریاض بھی بچی دیکھنے گیا۔ اپنا خون تھا۔ اپنا اسے اس پر دل سے پیار آیا۔"

تین چار دنوں میں فرح کی حالت نارمل ہو گئی۔ سوائے کمزوری کے وہ بالکل ٹھیک تھی۔ رابی نے جس طرح اس کی خدمت کی تھی۔ وہ اس کی ممنون احساں تھی۔ دل میں بہت جگہ ہو گئی تھی اس کے لئے۔ شاید سگی بہن بھی ہوتی تو اس طرح نہ کرتی۔ ریاض نے ساری باتیں فرح کو بتا دی تھیں.....

اگلے دن فرح نے ڈسچارج ہونا تھا..... بچی بھی ساتھ ہی ڈسچارج ہو رہی تھی..... انہوں نے نوکرانی کا بندوبست کر لیا تھا۔

"ریاض بھائی۔" رابی نے کہا۔

"جی"

"کل فرح گھر جا رہی ہے انشاء اللہ"

"ہاں"

"میری بھی آخری چھٹی ہے......"

"ہاں"

"تو آج ذرا بازار نہ ہو آئیں۔ مائرہ کے لئے کچھ ضروری چیزیں چاہئیں۔ فرح کے لئے بھی دوائیاں لانی ہیں......"

"چلتے ہیں...... فرح سو جائے گی تو ہم بازار ہو آئیں گے۔"

"آپ چلے جائیں۔" فرح نے کہا۔ "میں آرام سے لیٹی ہوں۔ چیزیں واقعی ضروری ہیں۔ رابی نے مجھے بتایا تھا۔"

"اچھا......"

"ریاض اور رابی بازار چل دیئے۔ سپر سٹور سے رابی نے مائرہ کے لئے کچھ چیزیں خریدیں۔ ریاض کے مجبور کرنے پر بھی پیسے نہ لئے۔ یہ منی گڑیا کے لئے اس کی طرف سے پہلے تحفے تھے۔ دونوں مختلف پیکٹ اٹھائے سٹور سے باہر آئے۔ اور وہیں کھڑے ہو کر رکشے کا انتظار کرنے لگے۔ دونوں بہت خوش تھے۔ باتیں بھی کر رہے تھے۔

اسی وقت ایک رکشہ آیا۔ ریاض نے روکا۔ پھر دونوں اس میں بیٹھ کر چل دیئے۔

اس بات سے بے خبر

کہ

سڑک کے دوسری طرف یوسف اپنی گاڑی کے پاس کھڑا انہیں ششدر سا دیکھ رہا تھا۔ ذہن پر زور دے کر سوچ رہا تھا کہ رابی کے ساتھ جو مرد ہے اس کو اس نے پہلے کہاں دیکھا ہے شکل مانوس سی تھی۔ جلد ہی اسے یاد آ گیا کہ یہ شخص پہلے بھی رکشے میں رابی کو چھوڑنے انعام پیلس آیا تھا۔

وہ کون تھا؟

اسے الجھن ہونے لگی۔

دو گھنٹے سے وہ فائلوں میں مغز ماری کر رہا تھا۔ تمام حسابات چیک کرنا تھے آٹھ دن اختتام مینشن والے آفس میں جاتا رہا تھا۔ مال کی ترسیل ہو رہی تھی۔ سارا عملہ وہیں تھا۔ کل سے وہ گھر والے آفس میں تھا۔ لیکن کام تھا کہ نپٹ ہی نہ رہا تھا۔

اب بھی فائل نمبر اکیس کا ساتواں صفحہ اس کے سامنے کھلا پڑا تھا۔ کئی بار اوپر سے نیچے تک کی جمع تفریق کیلکولیٹر کی مدد سے چیک کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ذہن بار بار حساب کتاب سے ہٹ کر اپنی ہی الجھن میں پھنس جاتا۔

وہ جھلا جاتا۔ کئی بار اس نے فائل بند کی۔ لیکن کام بھی ضروری تھا اس لئے کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ایک بار پھر اسے ناکامی ہوئی۔ تو اس نے پن پٹخ کر دونوں ہاتھوں پہ سر گرا لیا۔

"میرا خیال ہے وہ اس کا رشتہ دار ہے۔" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ بار بار رابی اور اس کے ساتھ شاپنگ کرنے والے مرد میں ذہن الجھ جاتا تھا۔

یہ الجھاؤ اس دن سے تھا جس دن اس نے رابی کو اس کے ساتھ دیکھا تھا۔

وہ کون تھا؟

رابی کا بھائی تو کوئی ہے نہیں

کوئی دور پار کا رشتہ دار ہو گا۔

لیکن اس کے ساتھ اتنی آزادی سے شاپنگ

اکیلے رکشے میں بیٹھنا

یہ سوال اسے پریشان کر رہے تھے ان سوالوں سے وہ الجھ بھی رہا تھا۔ ذہن سے ٹالنے کی کوشش بھی کی تھی۔ اس احساس کو جھٹلانا بھی چاہا تھا کہ رابی اس کے لئے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ وہ تو اب تک یہی سمجھتا تھا کہ وہ ایک اچھی ورکنگ گرل ہے۔ ہم عمری کی وجہ سے کبھی مذاق کی بات چیت بھی ہو جاتی تھی۔ اس نے کبھی اسے بے جا لفٹ نہ کرائی تھی۔ سلینہ کے سامنے اسے ہمیشہ نظر انداز بھی کیا تھا۔

لیکن

یہ کیا بات تھی

اسے کسی جوان مرد کے ساتھ دیکھ کر وہ اس طرح حواس باختہ ہو گیا تھا۔ اسے رابی کو انتہائی زیادتی پر محمول کر رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے رابی اس کے ساتھ خیانت کر رہی ہے۔

لیکن

وہ خود ہی سوچتا۔ رابی پر وہ کبھی واضح ہی کب ہوا ہے؟

کب اپنے احساسات اس پر ظاہر کیئے ہیں۔

کب اسے جتلایا ہے کہ وہ اس کا دیوانہ ہے۔ اسے بے حد پسند کرتا ہے؟

اپنی انہیں سوچوں کو لگام دینے کے لئے وہ بار بار اپنے آپ کو یقین دلاتا کہ اسے رابی سے کوئی محبت نہیں۔ صرف قربتوں کے لگاؤ ہیں۔

لیکن

بعض اوقات بڑی آسان باتیں بھی اتنی مشکل ہو جاتی ہیں کہ انہیں حل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ یوسف بھی ایسی ہی آسانیوں سے دوچار تھا۔ جو مشکل ہو چکی تھیں۔

پن رکھ کر وہ کافی دیر اپنے آپ سے الجھتا رہا۔

لیکن

وہ سلگتا ہوا سوال اپنی جگہ تھا۔

وہ کون ہے؟

رابی کا رشتہ دار؟

اس کا کزن؟

اس کا دوست؟

لیکن نہیں۔ رابی کا کوئی دوست نہیں ہو سکتا۔ نہیں ہونا چاہئے۔ رابی کی یہ جرات و جسارت جیسے اس کی برداشت سے باہر تھی۔

کافی دیر وہ انہیں وسوسوں اور اندیشوں میں ڈوبتا ابھرتا رہا۔

"جہنم میں جائے وہ جو کوئی بھی ہے۔" اس نے پن اٹھا لیا..... اور بڑے ہوشمند دلا کی طرح ذہن سے سب کچھ جھٹک کر کام میں مصروف ہو گیا۔

کچھ دیر اس نے یکسوئی سے کام کیا بھی۔

لیکن پھر وہی سوچ!

اس نے پھر پن کو رکھ دیا۔

"میں کیوں سوچ رہا ہوں اس کے متعلق، وہ کوئی بھی ہو مجھے کیا" اس نے اپنے آپ سے کہا۔

"تمہیں ہے۔" اندر سے جواب ملا۔ "تم رابی کو چاہتے ہو۔ بے حد و انتہا پیار کرتے ہو۔ اسی لئے اس کے ساتھ کسی غیر کو دیکھ کر تمہیں تکلیف ہوتی ہے۔"

"وہ کسی غیر کے ساتھ شاپنگ کرنے ہی کیوں گئی؟"

"تم نے کونسا اس پر کبھی چاہت کا اظہار کیا تھا؟"

"چاہت ہوتی تو کرتا۔"

"بنو نہیں۔ تم سب سے جھوٹ بول سکتے ہو اپنے آپ سے نہیں۔ رابی تمہیں پسند ہے اچھی لگتی ہے سلینہ تو آڑ ہے رابی سے تم محبت کرتے ہو......"

"نہیں....."

"یہ سچ ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"مان جاؤ یہ سچ ہے۔"

کام پڑا رہا اور وہ اپنے آپ سے الجھتا رہا۔

پھر

جیسے اسنے اعتراف کر لیا۔ اپنے آپ سے جھوٹ بولنا ممکن ہی نہیں ہوتا..... اسے رابی کو کسی جوان مرد کے ساتھ دیکھ کر ذہنی جھٹکا لگا تھا۔ دکھ ہوا تھا۔

وہ جوں جوں سوچتا گیا۔ یہ ذہنی جھٹکا شدید ہوتا گیا۔ دکھ گہرا ہوتا گیا۔

ایک بار پھر اس نے قلم اٹھایا اور جلدی جلدی کام سمیٹنے میں لگ گیا۔ اس نے پہلی فائلیں ایک طرف کر کے رکھ دیں۔ فائل نمبر ایکس ہی کھلی رہی..... اس نے گھنٹہ بھر کام کیا۔ کافی صفحات پلٹے اور حساب کتاب چیک کیا۔

وہ کاغذات الٹ پلٹ رہا تھا کہ اس میں رابی کی ارجنٹ چھٹی کی درخواست نکل آئی۔

"ہونہہ" وہ غرایا..... "ارجنٹ چھٹی ..... ؟ شاپنگ کرنے کے لئے بازاروں میں رکشوں میں غیر مرد کے ساتھ گھومنے کے لئے؟ ہوں....."

اب اس کی سوچوں کا رخ بدل گیا۔ اسے رابی پر غصہ آ رہا تھا۔ چھٹی اور وہ بھی ارجنٹ، کتنی اذیت دی تھی اس نے..... وہ تو ایک ہفتہ باہر کے دفتر میں اتنا کام تھا کہ اس کی غیر حاضری کو بہت زیادہ شدت سے اس نے محسوس نہ کیا تھا لیکن اب..... اس رابی پر سخت غصہ آ رہا تھا وہ سامنے ہوتی تو وہ باز پرس کرتا.....

اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ ضرور باز پرس کرے گا..... آخر اسے بھی تو پتہ چلنا چاہئے کہ ارجنٹ چھٹی کی درخواست کیا صرف اسی لئے دی تھی کہ بازاروں میں گھوما پھرا جائے۔

شام تک وہ دفتر میں بیٹھا رہا۔ چاہتا تو اسی وقت رابی کو بلا کر اپنا غصہ نکال دیتا۔ لیکن وہ کسی مناسب موقع پر اپنے شدید احساسات کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔

دوسرے دن وہ آفس میں بیٹھا کام میں مصروف تھا۔ اس نے رابی کو بلا بھیجا تھا۔ صبح وہ کچھ کاغذات ٹائپ کر کے میز پر رکھ گئی تھی۔

"میں اندر آ سکتی ہوں سر" اس نے حسب عادت اندر داخل ہو کر پوچھا۔

یوسف نے جھکا ہوا سر اٹھایا۔ رابی کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"اجازت آنے سے پہلی لی جاتی ہے یا آ کر مس احتشام....."

"سوری سر۔" وہ حیران ہوتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ یوسف کی بات سے اسے سبکی سی محسوس ہوئی۔

"ادھر آیئے۔" وہ اسی لہجے میں بولا۔

"جی" وہ گھبرا گئی۔ میز کے دوسرے کنارے پر کھڑے ہوتے اس نے حیران حیران نگاہوں سے یوسف کو دیکھا۔ جو بگڑا بگڑا بیٹھا تھا۔

"مس احتشام۔" وہ جیسے غرایا۔

"جی"

"یہ کاغذات آپ رکھ گئی تھیں۔"

رابی نے ایک نظر کاغذات پر ڈالتے ہوئے کہا "جی ہاں"

"یہ ٹائپ کئے ہیں۔" یوسف نے کاغذات اس کی طرف پھینکے۔

رابی نے کاغذات پکڑتے ہوئے ان پر نگاہ ڈالی کئی جگہ الفاظ کے گرد لال پنسل سے ل دائرے بنے ہوئے تھے۔

وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے یوسف کی طرف دیکھنے لگی۔

"اتنی غلطیاں؟" یوسف غرایا "کہاں دھیان تھا آپکا ٹائپ کرتے ہوئے؟"

"جی..... جی....." وہ سٹپٹا گئی اتنی غلطیاں اس نے کر ڈالی تھیں حیران کن بات ی۔

"آپ اپنی دوسری سرگرمیاں برائے مہربانی کام کرتے وقت بالائے طاق رکھا ریں" اس نے غصے سے دوسری فائل اٹھائی اور "یہ دیکھیں..... یہ..... یہ....."

"سارے صفحات الٹ پلٹ لگا رکھے ہیں آپ کا دھیان کام کی طرف ہوتا ہی نہیں ار میں یہ چیز برداشت نہیں کرتا....."

"سوری سر....." وہ جلدی سے بولی "میں ابھی درست کر دیتی ہوں۔"

"پہلے کیوں نہیں کئے....."

وہ چپ رہی۔ اس کا ذہن پریشان ہو گیا تھا۔ یوسف نے ایک بار پھر سرگرمیوں کا ظ طنز سے استعمال کیا تو وہ سوچ میں ڈوب گئی آخر اس کی کونسی سرگرمیاں یوسف نے کھی ہیں جو اس قدر غصے میں ہے۔"

اس نے دونوں فائلیں اٹھا لیں اور سراسیمگی کے عالم میں بولی "میں ابھی ٹھیک کر کے لاتی ہوں سر۔"

"ٹھہریئے۔" وہ اسی انداز میں بولا

وہ رک گئی

یوسف جلدی جلدی سامنے رکھے کاغذ پر کچھ لکھنے لگا وہ لکھنے میں ایسا محو ہو گیا کہ ے رابی کے وہیں رکنے کا احساس ہی نہ رہا۔

کافی دیر کام کرنے کے بعد اس نے سر اٹھایا اور حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا "آپ ابھی تک یہیں کھڑی ہیں..... جا کر کام ختم کر کے لایئے۔"

وہ کچھ نہ بولی خاموشی سے کمرے سے نکل گئی..... ہاں اس کی آنکھوں سے آنسو ھلک گئے۔ اپنے آفس روم میں آ کر وہ خوب روئی۔ آخر ایسا بھی کیا تھا۔ غلطیاں ی تو انسانوں ہی سے ہوتی ہیں۔ فرح کی وجہ سے وہ پریشان تھی۔ کل اسے پھر تکلیف ہو

گئی تھی۔ ڈرپ لگی تھی' وہ اسے دیکھنے بھی نہ جا سکی تھی۔ شاید اسی پریشانی میں اتنی غلطیاں کر ڈالی تھیں۔ آنسو خشک ہوئے تو وہ پھر ٹائپ رائٹر کے سامنے بیٹھ گئی۔ چند صفحات ہی تھے لیکن وہ بڑی احتیاط سے انہیں ٹائپ کرنے لگی۔ بار بار اس کا دھیان یوسف کیطرف جاتا تھا وہ اس قدر غصے میں کیوں تھا؟ اس سے اس طرح پیش کیوں آیا

اور

اس کا اشارہ اس کی کن سرگرمیوں کی طرف تھا؟

وہ پریشان پریشان ہو ہو گئی۔

اور

ادھر

یوسف اپنی سیٹ سے اٹھ کر اس کے ٹائپ رائٹر کے قریب جا کھڑا ہوا جسے اس نے استعمال کیا تھا۔

"وہ کچھ نہ کچھ تو کرتا ہی تھا۔" وہ زیر لب بڑبڑایا۔ پھر مسکراتے ہوئے خود سے بولا۔

"محبت اور جنگ میں ہر چیز جائز ہوتی ہے۔"

رابی کی بھیگی بھیگی آنکھیں ذہن میں لہرائیں۔ تو وہ نادم ہونے کی بجائے خوش ہوا.....

اور

پھر

تو وہ ہاتھ دھو کر جیسے اس کے پیچھے ہی پڑ گیا۔ کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتا۔ خواہ مخواہ اسے ڈانٹ دیتا۔ کام میں نقص نکالتا۔ اس طرح وہ شائد رابی سے لاشعوری طور پر انتقام لیتا تھا۔ ریاض کے ساتھ جب سے اس نے اسے شاپنگ کے بعد ایک ہی رکشے میں جاتے دیکھا تھا وہ اندرونی طور پر بہت اپ سٹ تھا۔ گویا وہ اس بات کا اعتراف اپنے آپ سے بھی کرنا چاہتا تھا۔ رابی اس کے لئے ایک عام سی لڑکی تھی وہ یہی سمجھتا اور اپنے آپ کو سمجھانا چاہتا تھا۔ جس سے وقتی طور پر دوستی کی جا سکتی تھی۔

لیکن

وہ

خود بھی نہیں جانتا تھا کہ رابی اس کی رگ رگ میں خون بن کر دوڑ رہی ہے۔ اس کی

محبت اس کے وجود کے گرد حصار کی طرح اٹھتی جا رہی ہے۔ اس لئے وہ اتنی سی بات بھی برداشت نہیں کر سکا کہ وہ کسی غیر نوجوان کے ساتھ شاپنگ کرے اور رکشے میں بیٹھ کر جائے۔ اپنا وہ غصہ جس سے شاید وہ خود بھی باخبر نہیں تھا وہ رابی کی سبکی اور توہین کر کے اتار رہا تھا..... بظاہر لطف اندوز ہونے کے لیئے۔ لیکن اندر سے جلن مٹانے کے لئے۔

اس دن بھی وہ اپنے آفس میں بیٹھا تھا اور جیکسن کی جو کنسا ئنمنٹ گئی تھی اس کے کچھ کاغذات مکمل کرنے تھے..... کام تقریباً ختم ہی تھا کہ اس کے سہیل ماموں جو عمر میں اس سے دو چار سال ہی بڑے تھے۔ لیکن دوستی اور پیار بے تکلفی کی حد تک تھا۔ وہ ان دنوں کسی کام کے سلسلے میں آئے ہوئے تھے۔ دو چار دن ہی ٹھہرنا تھا..... صبح سے یوسف کو نہ دیکھا تو آفس ہی میں چلے آئے۔

اب دونوں گپ شپ لگا رہے تھے۔

سہیل بڑے باتونی خوش باش اور اچھی فطرت کے انسان تھے۔ یوسف سے تو ویسے ہی گہری چھنتی تھی۔

"یوسف"

"جی"

"آپا لندن جا رہی ہیں۔"

"ہاں۔ مونا نے بلایا ہے اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں..... شاید اسی ہفتے چلی جائیں۔"

"اور وہ مس سلینہ صاحبہ' ابھی یہیں قیام فرما ہوں گی!؟"

یوسف نے مسکرا کر انہیں دیکھا اور بولا "کیوں سہیل ماموں آپ کو کوئی اعتراض ہے؟"

"ہاں....."

"کیوں؟"

"خوبصورت تو بہت ہے لیکن ذرا من مانی کرنے والی ہٹ دھرم سی لڑکی ہے۔"

سہیل نے شوخی سے مسکرا کر یوسف کی طرف دیکھا۔

یوسف بھی مسکرایا اور بولا "اچھی دوست ضرور ہے۔"

"بس دوست"

"تو اور....."

"میرا تو خیال"

"آپ کا خیال ادھر ادھر نہ بھٹکے ماموں حضور..... وہ میری دوست ہے بچپن کی..... اور بس"

"اور بس؟" ہنس کر ماموں نے ہاتھ بڑھایا۔

"ہاں" ہنستے ہوئے یوسف نے بھی ان کے ہاتھ پر ہاتھ مارا..... دونوں ہنستے رہے۔ پھر وقفے کے بعد سہیل بڑی رازداری سے بولے "یوسف"

"جی"

"ایک بڑی کامنی سی موہنی سی لڑکی کو میں نے محل میں دیکھا ہے۔ کیا انکل انعام کی بھانجی بھتیجی ہے۔"

یوسف پہلے تو کچھ نہ سمجھا پھر اس کا دھیان رابی کی طرف گیا۔
سہیل نے وضاحت کی کل آپا کے پاس کچھ فائلیں لئے بیٹھی تھی۔

"اوہ..... اوہ....." سہیل کے چہرے پر رنگ لہرا گیا۔

"ہاں..... بہت پیاری سی ہے۔"

"ماموں وہ مما کی پرسنل سیکرٹری ہے۔"

"اچھا..... میں تو اسے تمہاری کوئی کزن سمجھا تھا....."

یوسف کی آنکھیں لو دینے لگیں تو سہیل چمکتے ہوئے شوخی سے بولا۔ "لڑکی بہت پیاری ہے۔" سہیل کچھ اور کہہ ہی رہا تھا کہ یوسف کی نگاہ دروازے کی طرف اٹھی۔ اور اسے وہاں رابی کھڑی نظر آئی۔ وہ دروازے کی اوٹ میں تھی۔ لیکن یوسف جان گیا تھا۔ کہ وہ لیٹر سائن کروانے آئی ہے۔

رابی ماموں بھانجے کو مصروف گفتگو دیکھ کر پلٹنے والی ہی تھی کہ یوسف جلدی سے اٹھا اور تیزی سے دروازے کی طرف جھپٹا۔

"سر" رابی اس کا انداز دیکھ کر گھبرا گئی۔

"کیوں کھڑی ہیں کب سے کھڑے ہیں....." وہ جارحانہ انداز میں غرایا۔

"سر یہ لیٹر....."

"لیٹر کے بہانے دوسروں کی باتیں سن رہی تھیں..... بڑا شوق ہے ہم ماموں بھانجے کی باتیں سننے کا۔"

"سر....." وہ بے طرح گھبرا گئی..... "میں تو ابھی آئی تھی....."

"میں اچھی طرح جانتا ہوں آپ کو مس رابی احتشام....." اس نے جھپٹنے کے انداز میں رابی سے کاغذات لئے اور غصے سے چلایا "مجھے ایسے رویے سخت ناپسند ہیں سمجھیں..... جائیے" رابی روہانسی ہو کر دوڑی۔

یوسف کاغذات لے کر واپس پلٹا۔ اس کے چہرے پر اب تلخی کا شائبہ تک نہ تھا۔
...نہ سہیل حیران و پریشان سا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ قریب آیا تو جلدی سے بولا "میاں یہ کیا ...یا تم نے۔"

"بس ایسے ہی"

"بیچاری کی اس طرح توہین کر دی..... وہ بھی میرے ہوتے ہوئے..... کتنی بری ...ت ہے۔"

وہ ہنس کر بولا "بس ماموں..... مجھے اس لڑکی سے چڑ لگتی ہے۔"

سہیل نے چند لمحے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور پھر جیسے اس پر ...ت کچھ واضح ہو گیا رازداری سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا "چڑ تمہارے ...اج کا عنصر نہیں..... اک حسین اور جوان لڑکی سے چڑ کچھ معنی رکھتی ہے یوسف ...ال..... کیوں....."

"کچھ نہیں ماموں بس ہلا گلا دل لگی..... وقت گزاری....."

"ماموں کو ٹرخاؤ نہیں..... ہمارے سامنے بچے ہو..... ہم سمجھ تو گئے۔ لیکن تم خود ...لو..... میری خدمات کی ضرورت تو نہیں....."

"اوہ ماموں" وہ ہنستے ہوئے بولا..... "آپ بات کہاں سے کہاں لے گئے..... بات ...بھی نہیں....."

سہیل نے نہ یقین کرتے ہوئے سر ہلایا..... یوسف مسکرانے لگا۔

ان دنوں موسم کچھ تپ رہا تھا۔ کچھ ایسی گرمی تو نہ تھی۔ پھر بھی فضا کی خوشگواری معدوم ہوتی جا رہی تھی۔ سمندری ہوائیں چلنے لگتیں تو فضا بدل جاتی۔ اس وقت بھی ہوائیں سرسرا رہی تھیں۔ آسمان پر اکا دکا بادل تیر رہے تھے اور دھوپ کی تیزی اذیت دہ نہ رہی تھی۔

رابی اپنے کمرے کی بیرونی کھڑکی میں کھڑی باہر فضاؤں میں گھور رہی تھی۔ موسم کا احساس تھا نہ گرد و پیش کا۔ دل و دماغ اور ذہن الجھے ہوئے تھے۔ وہ اس وقت یوسف کے متعلق سوچ رہی تھی۔ کبھی اس پہلے والے یوسف کے متعلق جس کا اس کے ساتھ رویہ ہمیشہ دوستانہ رہا تھا۔ اسے کئی باتیں یاد آ رہی تھیں جن کا موازنہ وہ یوسف کے موجودہ رویے سے کر رہی تھی، جو یکسر بدلا ہوا تھا جس کا رویہ جارحانہ ہو گیا تھا، جو ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گیا تھا، جس نے بات بے بات اس کی سبکی اور توہین کرنا شروع کر دی تھی۔ جس کی باتیں اب کاٹ دار ہو گئی تھیں۔

وہ جب بھی یوسف سے ڈانٹ کھاتی یا جلی کٹی سنتی اپنے کمرے میں آ کر خوب روتی کبھی کبھی غصے میں آ کر استعفیٰ دینے کا بھی سوچتی۔

لیکن

رونے دھونے سے تو کام بن جاتا تھا۔ دل کا غبار ہلکا ہو جاتا تھا۔ توہین اور سبکی کا احساس مٹتا تو نہیں تھا۔ اس کی شدت میں کمی آ جاتی تھی لیکن استعفیٰ وہ ایک بار بھی نہ لکھ سکی ایسی نوکری اسے کہاں مل سکتی تھی جہاں اسے بے حد موزوں بلکہ زیادہ معاوضے کے بعد تحفظ کی ضمانت بھی حاصل تھی سر پر چھت تھی اور ارد گرد اچھے لوگ۔ وہ باعزت طور پر زندگی گزار سکتی تھی۔ استعفیٰ دینے کے بعد واحد سہارا ریاض اور فرح ہی ہوتے لیکن وہ ان پر بار کیسے بن سکتی تھی۔ وہ تو خود ایک کمرے کے مکان میں رہ رہے تھے۔ وہ وہاں چلی جاتی تو کہاں سماتی۔

اسے کسی ہوٹل میں شفٹ ہونے کا بھی خیال آیا تھا۔ لیکن ہوسٹل؟ کیا خبر یہاں

بھی لڑکیوں کا دارالامان کی طرح حشر ہوتا ہو۔ درپردہ دارالامان ہی نے ہوسٹل کا نام بدل لیا ہو۔

آگ کا جلا چھاچھ کو بھی پھونک کر پینے والی بات تھی۔ وہ شعوری اور لاشعوری طور پر دارالامان سے اتنا ڈری ہوئی تھی کہ کہیں نوکری کر کے کسی ہوسٹل میں رہنے کے متعلق سوچ بھی نہ سکتی تھی۔

یہی وجہ تھی کہ یوسف پر بے تحاشا غصہ آنے کے باوجود وہ آج تک استعفیٰ لکھ نہ پائی تھی۔

پھر

ایک

اور بھی تو وجہ تھی۔

اس کا باغی دل

جو

چپکے ہی چپکے جانے کب سے یوسف کا ہو چکا تھا۔ یوسف کے بغیر تو شاید وہ جی ہی نہ سکتی تھی..... اپنی تمام تر محبتوں اور چاہتوں کے واسطے ہی سے تو اسے یوسف کے بدلے ہوئے رویے کی سمجھ نہ آ رہی تھی.....

اسے کیا ہوا تھا؟

وہ کیوں اس سے اس طرح پیش آنے لگا تھا؟

کیا اس سے کوئی غلطی ہو گئی تھی؟

لیکن

غلطی؟

کیا ہو سکتی تھی..... سوچ سوچ کر اس کا دماغ ماؤف ہو جاتا تھا۔ اس نے کوئی ایسی حرکت نہ کی تھی۔ جو ناشائستہ یا نازیبا ہو۔ یہ باتیں تو اس کی سرشت میں ہی نہیں تھیں۔ وہ بڑی مہذب اور شائستہ لڑکی تھی..... شائد ماں باپ کی بچپن کی تربیت کا اثر تھا۔ نہ تو کسی کا دل دکھا سکتی تھی۔ نہ برا بھلا کہہ سکتی تھی۔

پھر

اس سرشت کی لڑکی کے پیچھے یوسف کیوں پڑ گیا تھا.....

ایک خیال اسے یہ بھی آیا کہ کہیں سلینہ اس سے بدظن ہو نہ گئی ہو۔ اور رہی
یوسف کے کان الٹی سیدھی باتوں سے بھرتی ہو۔

لیکن

سلینہ اس سے بدظن کیوں ہونے لگی کونسا یوسف اس کی زلف گرہ کا اسیر ہو گیا
تھا۔ کونسا وہ اس پر اپنی محبتیں نچھاور کرنے لگا تھا۔ کونسا اسے حد سے زیادہ لفٹ دے کر
قریب لا رہا تھا۔

ایسی تو کوئی بات ہی نہ تھی

پھر

پھر!

کیا بات تھی؟

رابی بے خبر سی کھڑی سوچے جا رہی تھی۔ سوچ الجھے ہوئے دھاگوں کا گولا بھی نہ
تھی سیدھی سادھی بات سوچ رہی تھی۔

کہ

یوسف کا رویہ اس کے ساتھ یکسر بدل کیوں گیا ہے؟

کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

سوچتے ہوئے اسے یوسف کی کہی ہوئی باتوں کا بھی خیال آیا۔ وہ اسے کئی دفعہ با
کی سرگرمیوں کا طعنہ دے چکا تھا.....

باہر کی سرگرمیاں؟

کونسی تھیں.....

یہی

کہ

کبھی کبھی وہ بازار چلی جاتی یا ریاض اور فرح کو مل آتی..... تو اس میں اتنے غ
میں آنے والی کیا بات تھی.....

اچانک ہی ایک خوش فہمی اس کے ذہن میں لہرائی "کیا یوسف یہی چاہتا ہے کہ
ہر وقت انعام پیلس ہی میں رہوں؟ کیا میری موجودگی کا احساس اس کے لئے خوش
ہے؟

تو

کیا

کیا؟

لیکن یہ "کیا" کوئی جواب مثبت نہ دے سکا۔ اس کے دماغ نے جھنجلا کر کہا ایسی
ی سوچ بھی نہیں لڑکی۔ اپنا مقام اور اپنی حیثیت دیکھو اور یوسف کو دیکھو۔ چاند پر
ندیں ڈالنے کی کوشش مت کرو۔"

وہ مایوس ہو گئی۔

واقعی

یہ بات کیسے ممکن تھی..... اور پھر اس لئے بھی کہ سلینہ جیسی قاتلانہ حد تک
ین لڑکی کا ساتھ یوسف کو ہمہ وقت میسر تھا۔ اس کی قریب میں تو شاید کسی دوسرے کا
بال اس کے ذہن تک رسائی نہ پا سکتا تھا۔

وہ بے طرح اداس ہو گئی۔ اور اس نے کہنیاں کھڑکی میں ٹکا کر اپنا سر ہاتھوں پر گرا
یا۔

"رابی" منصورہ کمرے میں آ گئی۔

لیکن رابی کو نہ تو اس کے آنے کا احساس ہوا نہ ہی اس نے اس کی آواز سنی۔

منصورہ آگے بڑھی اور ہاتھ رابی کے کندھے پر رکھتے ہوئے بولی "کیا بات ہے
ابی..... کن خیالوں میں کھوئی ہو....."

رابی نے سر اٹھایا گردن موڑی۔ منصورہ کو دیکھ کر مڑتے ہوئے بولی "آپ کب
ئیں منصورہ آپا....."

"ابھی"

"کیسی ہیں.....؟"

"تمہیں کیا ہوا ہے۔"

"کچھ نہیں"

"بہت مضمحل اور پریشان لگ رہی ہو۔"

"بس ایسے ہی" وہ مسکرائی "کبھی کبھی دل پریشان ہونے کو مچل جاتا ہے۔"

منصورہ، اس کا ہاتھ تھام کر بولی اور دونوں بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئیں۔ منصورہ

نے غور سے اسے دیکھا اور بولی "اداس ہو؟"

"بہت تنہائی محسوس ہو رہی تھی آپا..... کبھی کبھی یوں لگتا ہے میرے اندر تنہائیوں کے سناٹے ہیں....."

منصورہ مسکرائی اور بولی "نہوں گے کیسے نہیں....."

رابی نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

وہ خود ہی بولی "میری جان تنہا تو تم ہو ہی..... اس عمر میں تنہائی کسے راس آتی ہے..... لیکن اکیلے ہوں تو....."

"تو کیا کروں..... اکیلی تو مدتوں سے ہوں..... کبھی کبھی اپنے لوگ اپنا خاندان اپنے ماں باپ بے طرح یاد آنے لگتے ہیں....."

"قدرتی بات ہے....." وہ جہاندیدہ انداز میں بولی "لیکن گزرے وقت کا تم کیا کر سکتی ہو"

"کچھ نہیں..... اس لئے تو اداس ہو جاتی ہوں....."

"اداس ہونا چھوڑ دو....."

"یہ شائد میرے اپنے بس میں نہیں....."

"ہے"

"کیا"

"ہے نا"

"وہ کیسے"

منصورہ شوخی سے مسکرائی اور رابی کی ٹھوڑی انگلیوں پر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی "وہ ایسے کہ اب کوئی جیون ساتھی منتخب کر لو....."

"ہائے آپا....."

"سچی بات ہے رابی..... تنہائیاں بانٹنے والا مل جائے گا۔ زندگی کے سکھ دکھ کا حصہ دار ہو گا..... پھر تم اداس نہیں ہوا کرو گی....."

رابی نے سر جھکا لیا..... جانے کیوں اس کی آنکھوں میں اکھڑ سے یوسف کی شبیہ لہرا گئی۔ جو اس کی دسترس سے چاند کی طرح دور تھا۔ اور جس دوری کا اسے [illegible] احساس بھی تھا۔

منصورہ اس موضوع پر بے تکلفی سے بولتے ہوئے اسے اپنی مخلصانہ رائے دینے لگی.....

رابی خاموشی سے سنتی رہی اس نے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا.....

"مجھے اپنے بھائی ریاض اور بہن فرح سے کبھی ملاؤ..... میں ان سے بات کروں گی" وہ بولی

"کیا بات؟" رابی مسکرا دی۔

"یہی کہ تمہارے لئے کوئی معقول سا رشتہ تلاش کریں۔"

"او خدایا....." وہ بولی "منصورہ آپا..... میں نے شادی وادی کا کبھی سوچا بھی نہیں تھا"

"یہی تو تمہاری غلطی ہے..... تمہاری عمر اب یہ باتیں سوچنے کی نہیں کر گزرنے کی ہے سمجھیں۔"

"شکریہ" وہ جانے کیوں ہنس پڑی.....

"ملاؤ گی نا اپنے منہ بولے بھائی بہن سے"

"ملاؤں گی..... اگلے ویک اینڈ پر میری برتھ ڈے ہے۔ اس دفعہ ریاض بھائی اور فرح چاہتے ہیں یہ دن میں ان کے گھران کے ساتھ مناؤں..... آپ کو بھی بلا لوں گی۔"

"بس پھر ٹھیک ہے۔"

"لیکن ایک شرط پر منصورہ آپا۔"

"کیا؟"

"آپ یہ شادی وادی کا ذکر نہیں کریں گی۔"

"کیوں؟"

"بس....."

"یہ کیا بات ہوئی....."

"آپا شادی اگر ہونا ہوئی تو ہو جائے گی۔ مجھے کچھ جلدی نہیں ابھی تو میں اپنی زندگی [illegible]اری ہوں..... آگے پیچھے تو کوئی اپنا ہے نہیں..... یہ نوکری ہی مستحکم رہے تو بڑی بات ہے"

"نوکری اپنی جگہ شادی اپنی جگہ"

دونوں کافی دیر بحث و تکرار کرتی رہیں۔۔۔۔ باتیں خوشگوار انداز میں ہو رہی تھیں۔
اس لئے چند لمحوں کے لئے رابی کا خیال بھی بٹ گیا اور اس کے ذہن پر جو بوجھ مسلط تھا
کسی حد تک اتر گیا۔

منصورہ تھوڑی دیر اور بھی باتیں کرتی رہی۔ مادام کے لندن جانے کا بھی ذکر آیا۔
منصورہ ایک بار ان کے ساتھ لندن جا چکی تھی۔ تب مونا کے دوسرے بچے کی زچگی ہوئی
تھی اور وہ دوبارہ اس کے پاس رہ کر آئی تھی۔"

"اس دفعہ آپ ساتھ نہیں جا رہیں۔۔۔۔؟" رابی نے پوچھا۔

منصورہ نے منہ بنا کر کہا "مادام نے کہا ہی نہیں۔۔۔۔ وہ خود بھی ہفتے دو ہی کے لئے
جا رہی ہیں۔۔۔۔ مونا صاحبہ جب بھی یہاں سے واپس جاتی ہیں کچھ عرصہ اداسی میں گزرتا
ہے۔ کبھی ماں اور کبھی باپ کو ضرور بلا لیتی ہیں۔ اب بھی یہی بات ہے۔۔۔۔ ادائیں ہیں نا
پیسے والوں کی۔"

"بالکل"

"لندن یورپ اور امریکہ تو ان لوگوں نے یہ بنایا ہوا ہے۔ بعض دفعہ تو امریکہ جا
کر مادام ایک ہفتے بعد ہی واپس آ جاتی ہیں۔۔۔۔"

"چائے پیئیں گی آپا منگواؤں؟" رابی نے گفتگو کا موضوع بدلا۔

"اے نہیں" وہ اٹھ کھڑی ہوئی "میرے تو ابھی ڈھیروں کام پڑے ہیں۔ تم نے پینی
ہو تو متین بابا سے کہہ دوں؟"

"ابھی جی نہیں چاہ رہا۔"

"اس جی کو اداس ہونے کی کھلی چھٹی مت دیا کرو میری بہن۔۔۔۔ منصورہ نے پیار
سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔۔۔۔ "خوش رہا کرو۔۔۔۔"

"شکریہ آپا" رابی بھی مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی "آپ کی باتوں نے مجھے
پریشانیوں کے نرغے سے نکالا ہے۔۔۔۔ اب میں اداس نہیں ہوں۔۔۔۔"

منصورہ چلی گئی۔

رابی وارڈ راب کی طرف آئی اور ہینگروں میں لٹکے لباس میں سے پہننے کے لئے
کپڑے نکالنے لگی۔

اس نے سرخ، سبز اور کالے رنگ کے پھولوں والا سوتی جوڑا نکالا۔۔۔۔ ابھی ہاتھ

ی طرف جانے ہی والی تھی۔۔۔۔ کہ ماسی جینا آ گئی۔

"رابی بی بی۔" وہ بولی

"جینا ماسی"

"آپ کا فون ہے"

"کہاں سے آیا" وہ بولی پھر خود ہی خیال آیا ریاض بھائی ہوں گے اور اسے کس کا
آ سکتا ہے۔

"فون وہ راہداری کے آخری سرے پر پڑا ہے۔"

"یہاں سے کس نے اٹھوایا۔"

"پتہ نہیں صفائی کرتے وقت کسی نے ادھر رکھ دیا ہو گا۔۔۔۔"

رابی کپڑے پلنگ پر پھینک کر تیز قدموں سے فون کی طرف لپکی۔

فون اٹھاتے ہوئے وہ بولی

"ہیلو"

"ریاض بول رہا ہوں"

"سلام ریاض بھائی"

"جیتی رہو"

"کیا حال ہے"

"ٹھیک ہوں آپ کہئے۔ فرح اور مائرہ کیسی ہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔۔۔۔ بھئی تمہیں دونوں یاد کرتی ہیں۔"

لفظ دونوں پر وہ ہنس پڑی اور بولی "مائرہ بھی یاد کرتی ہے؟"

"کیوں نہیں۔۔۔۔ اتنے دنوں سے تم آئی نہیں۔۔۔۔ وہ یاد نہیں کرے گی"

"جی تو چاہتا ہے۔ لیکن کام بہت ہے آج کل۔"

"بھئی تھوڑا وقت نکال کر چکر لگا جاؤ۔۔۔۔ ہم لوگ تو تم سے اداس ہو گئے ہیں۔۔۔۔"

"اداس تو میں بھی بہت ہو گئی ہوں۔"

بات کرتے ہوئے رابی کو لگا کوئی قریب سے گزرا ہے۔ لیکن اس نے دھیان نہ
یا۔ وہ ریاض سے باتیں کرتی رہی۔

"کب آؤ گی" ریاض نے پوچھا "تمہاری بہن بہت بے چین ہے تم سے ملنے کو۔"

"میں خود بھی بے چین ہوں..... بس جب بھی وقت ملا آ جاؤں گی..... اور کوشش کروں گی ایک آدھ دن کی چھٹی بھی مل جائے تاکہ سکون اور چین سے کچھ وقت گزاریں۔"

"ٹھیک ہے۔"

"آپ کہاں سے بول رہے ہیں"

"آفس سے"

"جلدی جلدی فون ہی کرلیا کریں..... اتنی اداسی مجھے بھی تو نہ ہو......"

"اچھا....."

"خدا حافظ"

"خدا حافظ"

"وہ فون رکھ کر پلٹی۔ اس کے چہرے پر بڑی خوشگوار مسکراہٹ تھی۔

لیکن

یہ مسکراہٹ چند ثانیوں میں ہی غائب ہو گئی..... جب اس نے دیکھا کہ اس کے پیچھے یوسف کھڑا تھا جس کے چہرے پر بڑے ناگوار تاثرات تھے۔

"س..... سر..... آپ....." وہ ہکلائی۔

"گھبرا کیوں گئیں..... مجھے اس سے غرض نہیں کہ آپ کس کے لئے بے چین اور اداس ہیں۔ صرف یہ کہنا ہے کہ اپنی سرگرمیاں باہر تک ہی محدود رکھیں۔ ہمارے کام میں ان کی گنجائش نہیں یہی وجہ ہے کہ آپ اچاٹ ہو کر آفس کا کام کر رہی ہیں......"

وہ ایک دم پلٹا

اور

اپنے پورشن کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

رابی حیران و پریشان اسے دیکھتی رہ گئی۔

آج اس نے پھر بیرونی سرگرمیوں کا طعنہ دیا تھا۔

اس سے اس کا مطلب کیا تھا؟

بیگم انعام لندن جانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ سمیرا نے ان کے ساتھ لے جانے والے ملبوسات تیار کر دئے تھے۔ اب بیگم صاحبہ آفتاب کیانی کو جو ان کا اکاؤنٹس آفیسر تھا کام کے بارے میں اسے کچھ ہدایات دے رہی تھیں۔ وہ اس وقت اپنی لاؤنج میں بیٹھی تھیں اور آفتاب سے پیسے کے لین دین کی باتیں کرتے ہوئے اسے نوٹس لکھوا رہی تھیں۔

اس کام سے فارغ ہوئیں تو رابی کو بلا بھیجا۔ اسے بھی بریفنگ دینا تھی۔ گو اس کے لئے وہ کام کم ہی چھوڑ کر جا رہی تھیں۔ کیونکہ جانتی تھیں ان دنوں یوسف کا کام زیادہ ہے اور وہ اس کے ساتھ منسلک ہے۔

رابی کو کام سمجھا چکیں۔ تو وہ مونا کی باتیں کرنے لگیں۔

"دراصل وہ جب بھی یہاں سے واپس جاتی ہے اور اداس رہتی ہے اس لئے خرابی طبع کے بہانے یہاں سے کسی نہ کسی کو بلا بھیجتی ہے۔" وہ مسکرا مسکرا کر رابی کو بتانے لگیں۔

"میڈم" رابی بولی "ایک ہی تو بیٹی ہیں آپ کی وہ بھی اتنی دور..... اداس تو ہوتی ہی ہوگی۔"

"بس قسمت کی بات تھی۔ میں تو اسکا رشتہ پاکستان ہی میں کرنا چاہتی تھی لیکن مقدر نہ تھا۔ کئی رشتے آئے تھے بات وہیں بنی..... ویسے تو ماشاء اللہ اپنے گھر میں بہت خوش ہے۔ سال میں دو چکر تو لگا ہی جاتی ہے۔ پھر ہم لوگ بھی جاتے آتے رہتے ہیں۔"

میڈم مونا کی خوشحالی کے تذکرے کرنے لگیں۔ رابی تجسس سے سنتی رہی۔ دل ہی دل میں اسے رشک سا آ رہا تھا۔ کاش اس کی بھی ماں ہوتی باپ ہوتا..... وہ بھی کسی کی لاڈلی راج دلاری ہوتی۔ مونا کے مقابلے میں اسے اپنی زندگی کتنی ویران اور اجڑی اجڑی لگ رہی تھی۔

شاید وہ باتیں سنتے سنتے اتنی اداس ہو جاتی کہ میڈم نوٹس لے لیتیں۔ اچانک ہی

سلینہ اور یوسف کمرے میں آ گئے۔

اس وقت میڈم مونا کے لئے خریدے ہوئے تحائف رابی کو دکھا رہی تھیں۔

"آہا کتنی پیاری پیاری چیزیں ہیں۔" سلینہ قریب آتے ہوئے بولی "یہ سب مونا اینڈ فیملی کے لئے ہے آنٹی"

"ہاں"

"کاش میں بھی وہاں ہوتی۔" سلینہ اترائی۔ "پھر تو میرے لئے بھی ایسے ایسے تحائف آتے۔"

"تحائف کی کیا کمی ہے بیٹی..... تم جو چاہو یہاں سے لے دوں گی۔"

"شکریہ آنٹی..... میں تو مذاق کر رہی تھی۔ آپ کا پیار جو مجھے یہاں مل رہا ہے کیا وہ ان تحائف سے کم ہے۔" آنٹی مسکرا دیں۔

یوسف نے ایک نگہ رابی پر ڈالی جو کسی طور ملائم اور نرم نہ تھی اسی لئے رابی نے وہاں سے اٹھ جانا ہی مناسب سمجھا۔

"میں جاؤں میڈم" اس نے مہذب لہجے میں کہا۔

"ہاں..... کام سمجھ لیا ہے نا"

"جی..... وہ تو میں ایک آدھ دن ہی میں کر لوں گی۔"

"ٹھیک ہے..... پھر تم ویک اینڈ پر دو چھٹیاں کر سکتی ہو۔"

"شکریہ میڈم....."

"وہی کہی تھیں نا"

"جی"

یوسف نے ایک تیز نگاہ رابی پر ڈالی۔ وہ کتراتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

اب وہ تینوں باتیں کرنے لگے۔

"آنٹی" سلینہ بولی۔

"جی"

"آپ کی تیاری دیکھ کر دل چاہنے لگا ہے میں بھی ساتھ چل دوں۔"

"کیوں"

"ممی پپا بہت یاد آنے لگے ہیں وہ بھی مجھے مس کر رہے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں واپس آ جاؤں تب پروگرام بنا لینا۔ میں تمہارے ممی پپا سے مل کر آؤں گی۔"

"اور انہیں تسلی بھی دیتے آیئے گا۔" یوسف نے مسکرا کر سلینہ کو دیکھا۔

"کیا؟"

"کہ آپکی بیٹی پاکستان میں بہت خوش ہے اور آپ لوگوں کو بالکل یاد نہیں کرتی۔"

"ہائے یوسف۔" سلینہ ادائے ناز سے بولی۔

"تو اور کیا" یوسف نے چھیڑا..... "یہاں سیر سپاٹوں سے فرصت ہی کب ملتی ہے جنابہ کو کہ ممی پپا کو یاد کریں۔"

"اب تمہیں بتا کر یاد تھوڑا ہی کروں گی..... ویسے میں نے پروگرام بنا لیا ہے۔"

"کیا"

"آنٹی واپس آئیں تو میں چلی جاؤں گی....."

"آبدولت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں۔" یوسف چہکا۔ "جتنا عرصہ جی چاہے یہاں رہیے جناب۔"

"چلو بچی اگر اداس ہو ہی گئی ہے تو کوئی بات نہیں" میڈم بولی۔ "پھر آنا کونسا مشکل ہے چلی جائے گی اور پھر آ جائے گی۔"

یوسف ہنس کر خوشی سے بولا "پھر یہ کیوں آئیں گی ہم کیوں نہ جائیں گے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" سلینہ نے کہا "اب تمہاری باری ہے آنے کی۔ تم بھی اتنی ہی دیر رہو گے جتنی دیر میں رہی ہوں۔"

"یہ پابندی جائز نہیں۔"

"کیوں"

"میں کوئی بیکار آدمی ہوں۔ یہاں کا بزنس کون سنبھالے گا۔"

"آپ کے اسسٹنٹ"

"جناب جب تک خود سر پر نہ ہوں بزنس کوئی نہیں سنبھال سکتا۔ میرا اگر لندن کا ٹور لگا بھی تو وہ بزنس ٹرپ ہی ہو گا۔ آٹھ دن کا ہو یا آٹھ ہفتے کا۔"

"یہ بات تو یوسف ٹھیک کہہ رہا ہے۔" میڈم بولیں "اب تو میں نے بھی اپنا زیادہ کام یوسف ہی کے سپرد کر دیا ہے۔"

"اسی لئے تو سانس لینے کی فرصت بھی نہیں رہی۔" یوسف ہنس کر بولا۔

"چلو ہٹو....." سلینہ نے کہا۔ "آپ اتنے بھی مصروف نہیں ہوتے۔"

"تم کیا جانو"

"میں تو یہ جانتی ہوں کہ مصروفیت کم اور مصروفیت کا بہانہ زیادہ ہے۔"

دونوں کی نوک جھونک پر میڈم مسکرانے لگیں

پھر

پیار سے سلینہ کو دیکھتے ہوئے یوسف سے بولیں "وبھئی سلینہ تمہاری مہمان ہے۔
اسے شکائت کا موقع نہیں دیا کرو....."

"موقع تو بہت دیتے ہیں میں ہی درگزر کر جاتی ہوں" وہ اترائی

"مثلاً" یوسف بولا۔

"مثلاً یہی کہ کتنے دنوں سے کہہ رہی ہوں کسی دن سٹیج شو دیکھنے چلتے ہیں۔ ادھر
آنے کا جناب نام ہی نہیں لیتے۔"

"حد ہو گئی" وہ بولا "سلینہ صاحبہ آپ کو کتنی دفعہ کہا ہے کہ مجھے سٹیج شو دیکھنے کا
شوق نہیں۔"

"مجھے تو ہے۔"

"تمہیں میں نے کبھی منع کیا ہے۔ سہیل ماموں آئے ہوئے تھے۔ وہ شوقین بھی
ہیں۔ میں نے کہا تھا ان کے ساتھ چلی جاؤ....."

"ہونہہ....."

"ہونہہ کیا۔ تم ان کے ساتھ جا کر تو دیکھتیں کتنا انجوائے کرتی ہو....."

"جی نہیں شکریہ..... مجھے کسی کے ساتھ جانے کا شوق نہیں....."

"تو پھر سوری..... شاید میں تمہارا یہ شوق پورا نہ کر سکوں۔"

"ارے ہے بیٹے۔" میڈم درمیان میں بولیں "حامی ہی بھر لو۔ کسی وقت موڈ بنا
لے جانا۔"

"ایسے ہی مما..... جو کام میں نے کرنا نہیں حامی کیونکر بھر لوں....."

"چلو میں واپس آئی تو تمہیں دکھا لاؤں گی..... وعدہ رہا....." میڈم نے کہا۔

سلینہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

تھوڑی دیر تینوں گپ شپ لگاتے رہے۔ سلینہ نے آنٹی سے کہا کہ وہ بھی کچھ
چیزیں ممی ڈیڈی کے لئے بھجوائے گی۔

"بخوشی" میڈم نے کہا۔ "جو لانا ہے آج میرے ساتھ چل کر لے آنا"

"ممی کو سندھی کڑھائی کے کپڑے پسند ہیں۔"

"ایک جوڑا تو میں نے ان کے لئے خریدا ہے۔"

"چلیں ایک میں لے لوں گی..... ڈیڈی کے لئے بھی کچھ خرید لوں گی۔"

"شام میں نے بازار جانا ہے چلی جانا"

"ٹھیک ہے"

"اچھا مما میں چلوں" یوسف اٹھتے ہوئے بولا۔

"میں بھی جاتی ہوں" سلینہ اٹھی۔

دونوں دروازے کی طرف بڑھے تو میڈم نے یوسف کو آواز دی..... "بیٹا بات
سنو"

"جی مما....." یوسف پلٹا سلینہ بھی رکی۔

"آپ جاؤ بیٹے" میڈم سلینہ سے بولی "مجھے یوسف سے کچھ کام ہے۔"

"اچھا" سلینہ قدرے توقف کے بعد بولی..... ایک لمحہ کو اسے خیال آیا..... کہ
آنٹی یوسف سے کوئی ایسی بات کرنا چاہتی ہیں جو مجھ سے نہیں کہنا چاہتیں۔

یوسف ماں کی طرف پلٹا۔

سلینہ دروازے سے باہر نکلی..... لیکن جانے کیا سوچ کر وہیں کھڑی ہو گئی..... اس
کی چھٹی حس نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔

یوسف ماں کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو" میڈم نے اس سے کہا۔

"کوئی خاص بات ہے مما" وہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

"تم بیٹھو تو سہی" وہ مسکرا کر بولیں۔

یوسف ماں کے سامنے والے صوفے پر بیٹھنے لگا تو وہ اپنی برابر کی نشست پر ہاتھ
مارتے ہوئے بولیں "یہاں بیٹھو....."

وہ اٹھ کر ان کے قریب بیٹھتے ہوئے مسکرایا "مما پلیز کوئی بزنس کی بات نہ کیجئے گا

اب..... میں نے ساری بریفنگ لے لی ہے اور ہر بات میرے ذہن میں پوری طرح محفوظ ہے۔" مما مسکرا دیں

"جی کہئے"

"میں لندن جا رہی ہوں"

"جانتا ہوں مما..... آپ کل جا رہی ہیں"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا"

"تو....."

"تو یہ کہ میں جا رہی ہوں..... اور وہاں....."

"جی"

"وہاں سلینہ کے والدین سے بھی ملوں گی۔"

"ظاہر ہے..... جائیں گی تو ان سے ملیں گی بھی....."

"تم بات تو سنو....."

"سن رہا ہوں"

"میرا مطلب ہے میں ان سے ملوں۔ تو کوئی بات۔"

"کیسی؟؟"

"عجب کوڑھ مغز ہو" ماں مسکرائیں "میرا مطلب ہے سلینہ کے متعلق تمہارا خیال ہے۔ اگر وہاں کوئی بات ہو تو میرا طرز عمل کیا ہو....."

"آپ کیا کہنا چاہتی ہیں....."

"تمہاری اور سلینہ کی بات پوچھ رہی ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔"

"اوہ مما....."

"کیوں"

"اتنی گھما پھرا کر بات کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ سیدھے سیدھے پوچھ ہوتا....."

"بتاؤ....."

"سلینہ میری بہت اچھی اور بہت عزیز دوست ہے۔"

"وہ تو بچپن سے ہے"

"اب بھی وہی ہے"

"یعنی....."

"صرف دوست"

"کیا؟"

"ہاں مما صرف دوست۔ اس کے علاوہ میں نے اس کے متعلق کبھی کچھ نہیں سوچا....."

"اور اس کا کیا خیال ہے"

"یہ آپ اس سے پوچھ سکتی ہیں۔ میرے خیال میں وہ بھی اسی حد تک محدود ہے۔"

"میرا نہیں خیال کہ....."

"مما پلیز..... اس سے آگے کچھ مت کہئے گا۔ میں اس کا دوست ہوں وہ میری..... اور بس"

"میرا خیال تھا کہ تم دونوں نے ایک دوسرے کو لائف پارٹنر بنانے کا سوچ لیا ہو گا۔"

"نہیں....."

"ٹھیک بات ہے"

"میں نے اپنے تاثرات بیان کر دیئے ہیں رہی سلینہ تو آپ اس سے خود پوچھ لیں۔"

"اگر وہ....."

"نہیں مما ہم صرف اچھے دوست ہیں....."

مما کچھ دیر کے لئے چپ ہو گئیں۔ پھر آہستگی سے بولیں۔ "وہ پہلے بھی پاکستان آتی رہی ہے لیکن اس دفعہ وہ کافی دیر رکی ہے اس کے اتنے دنوں یہاں رہنے سے کیا اس کے خیالات و جذبات کو سمجھا نہیں جا سکتا....."

یوسف خاموش رہا۔

مما بولیں "کیا یہ بہتر نہیں ہوگا..... کہ تم خود سلینہ سے بات کر کے مجھے بتا
میں لندن جاؤں تو یقینی بات ہے اس کے والدین اس سلسلے میں ضرور بات کریں گے۔"

یوسف نے مسکرا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے ماں سے کہا "مما..... میں اس سلسلے م
سلینہ سے کیسے اور کیا بات کروں۔ جبکہ میں نے اس کے متعلق کبھی ان خطوط پر سوچا
نہیں..... اور سن لیں کہ سوچنے کی گنجائش بھی نہیں....."

مما چند لمحے چپ رہ کر بولیں "کیا تمہارا خیال کہیں اور ہے"

"فی الحال کہیں بھی نہیں....."

"تمہیں شادی تو بالآخر کرنا ہی ہے..... اور تم جانتے ہو تمہارے والدین ا
قدامت پسند نہیں کہ تمہاری رائے رد کر کے تم پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی کوشش کر
گے..... کہیں اور خیال ہے تو بتا دو....."

"کہہ دیا نا فی الحال کہیں بھی نہیں..... جب کبھی ہو تو بے دھڑک آپ سے ک
دوں گا۔ آپ جانتی ہیں میں آپ سے کوئی بات کبھی نہیں چھپاتا....."

"وہ تو ٹھیک ہے۔"

"پھر....."

"تم نے سلینہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کر کے مجھے کسی حد تک مایو
کیا ہے....."

"یعنی آپ اپنی طرف سے رشتہ جوڑے بیٹھی تھیں....."

"خیال اٹھا....."

"سلینہ اچھی لڑکی ہے۔ ذرا خود سر ہے بس..... خوبصورت بھی ہے اچھی فیملی
بھی..... اس کے لئے ایک سے ایک اچھا رشتہ ملے گا مما....."

"میں کب کہتی ہوں نہیں ملے گا۔

"میرے خیال میں تو اسکا لاہور والا کزن کیا نام ہے اس کا..... ہاں احمر..... اس
کافی دلچسپی رکھتا ہے۔ سلینہ لاہور گئی تھی تو اسنے شاید اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا تھا۔

"پھر....."

"سلینہ جانے اور وہ..... میں نے کریدا تھا نہ پوچھا تھا بلکہ خوش ہوا تھا کہ ا
نہایت شائستہ نوجوان اس کا خواستگار ہے....."

"سلینہ کی کیا رائے تھی۔"

"پتہ نہیں مما..... اس کے تو دو ایک امیدوار لندن میں بھی ہیں....."

"وہ بھی کسی میں دلچسپی لیتی ہے۔"

"میں نہیں جانتا....."

دونوں کچھ دیر یہی باتیں کرتے رہے مما نے بڑی دفعہ گھما پھرا کر بات کی۔ لیکن
ن کا ایک ہی جواب تھا۔ سلینہ میری اچھی دوست ہے۔"

آخر مما چپ ہو گئیں۔

یوسف اٹھتے ہوئے بولا "میں نے آج باہر والے دفتر جانا ہے جرمنی کی پارٹی آ رہی
ام شاید دیر سے لوٹوں....."

"اچھا....."

"آپ کی تیاریاں مکمل ہو گئیں نا؟"

"بالکل....."

"میرے پریزنٹ رکھ لئے"

"ہاں....."

"اچھا میں جا رہا ہوں۔ اب رات کے کھانے پر ہی ملاقات ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔"

"مما....."

"ہوں"

"آپ کو میرے فیصلے کا برا تو نہیں لگا....."

"حیرانگی ضرور ہوئی ہے..... ڈر رہی ہوں کہیں سلینہ کو اس بات سے دھچکا ہی نہ
"

"وہ ہنس پڑا....."

"آپ خواہ مخواہ متفکر نہ ہوں..... ایسی کوئی بات نہیں..... ہماری دوستی حدود کے
ر رہی ہے مما"

"وہ ہنستے ہوئے دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔

اور

سلینہ
جو ادھر کے دروازے کے باہر کھڑی تھی۔ پتھرائی ہوئی مورتی کی طرح وہیں کھڑی
کی کھڑی رہ گئی۔ یوسف کے فیصلے اور باتوں نے اسے گنگ کر دیا تھا۔ وہ تو کسی اور ڈگر پر
ہی چل نکلی تھی۔ اس نے کیسے کیسے سہانے خواب نہیں پال لئے تھے..... جو اک چھناکے
سے چکنا چور ہو گئے.....

جیسے پاؤں تلے زمین اور سر پر آسمان نہ ہو..... فضا ہو نہ ہوا..... خلا ہی خلا ہو۔
یں توازن رکھنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہوتا ہے۔ بڑے بڑے مشاق خلا باز مشقت
ت کے بعد اپنے آپکو ڈانوا ڈول ہونے اور ادھر سے ادھر لہراتے پھرنے سے بچا
کتے۔ سلینہ بیچاری کی وقعت ہی کیا تھی خلا میں ہاتھ پاؤں مارنے کی۔ اسے تو یوں
رہا تھا' وہ خلا میں بے بس ہو کر ادھر سے ادھر لڑھک رہی ہے۔ کچھ ایسی ہی کیفیت
جب وہ دروازے سے ہٹ کر اپنے کمرے تک گئی۔
وہ بیڈ پر گری تو کتنی ہی دیر اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج ہو گئیں۔ وہ تو
ہات کہ کوئی اس کے کمرے میں نہیں آیا۔ ورنہ اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو
اور اسکے ٹھکرائے جانے کی بات مشتہر ہو جاتی۔
میڈم اپنے کاموں میں مصروف رہیں
اور
یوسف انعام مینشن والے آفس چلا گیا۔
یہی
سلینہ کے لئے غنیمت ہوا..... دوپہر کھانے پر وہ نہ گئی۔ بھوک نہ ہونے کا بہانہ بنا
۔ شام اس نے چائے کمرے میں منگوا لی اور رات کا کھانا جانے کس طرح اور کس
ے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر اہل خانہ کے ساتھ زہر مار کیا۔ یوسف مصروفیت کی وجہ
کھانے پر حاضر نہیں تھا۔
صبح چار بجے کی فلائیٹ سے میڈم لندن سدھاریں..... سلینہ حالانکہ رات بھر سو
کی تھی۔ پھر بھی آنکھیں ملتی نیند کی خماری کی آڑ لے کر ان سے ملنے آئی۔ یوسف
لنے پر بھی ایئر پورٹ نہ گئی اور واپس کمرے میں چلی آئی۔
اس کی حالت غیر ہو رہی تھی..... دماغ ابھی تک صحیح سوچ نہ پا رہا تھا کہ ہو اکیا ہے
ہونا کیا ہے۔ سوچتی تو اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔ نازوں پلی لڑکی آج تک کسی ناکامی
لاکھ سے سامنا ہی نہ ہوا تھا۔ یہ جذبے اس کے لئے نئے تھے۔

اس لئے کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔

صبح اتر رہی تھی۔ جب نیند کے قدرتی عمل نے اسے آ لیا تو وہ دن چڑھے تک بے خبری کے عالم میں سوتی رہی۔

یوسف نے ماسی جینا کو بھیج کر اس کا پتہ بھی کروایا۔ کیونکہ اسے اچانک ہی چار پانچ دن کے لئے لاہور سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور گجرات چمڑے کے سلسلے میں جانا پڑ رہا تھا۔ آفتاب کیانی اس کے ساتھ جا رہا تھا جانے سے پہلے وہ سلینہ کو مل کر بتانا چاہ رہا تھا کہ مما بھی نہیں ہوں گی اور وہ بھی جا رہا ہے..... اس لئے چاہے تو وہ بھی اپنے لاہور والے رشتہ داروں کے ہاں دو چار دن گزار آئے۔

لیکن

اس کی فلائیٹ نو بجے تھی اور سلینہ سوئی ہوئی تھی۔ وہ مختصراً سا نوٹ لکھ کر اس کے لئے چھوڑ گیا۔

ہاں جانے سے پہلے صبح اس نے رابی کو بلا کر سارے کام سمجھا دیئے..... اسے دو دن انعام مینشن جا کر بھی کام دیکھنا تھا اور باقی دن گھر کے آفس میں پوری ڈیوٹی دینا تھی۔ یہ احکامات اسے دیتے ہوئے بھی وہ چوٹ کرنے سے باز نہ آیا۔

"مس رابی..... میں چار پانچ دن کے لئے جا رہا ہوں۔ دو ایک دن زیادہ بھی لگ سکتے ہیں....."

"کوئی بات نہیں سر" وہ معمول کے مطابق فرمانبرداری سے بولی۔

"یہ نہ ہو....."

"جی"

"یہ نہ ہو میں ادھر اور آپ ادھر....."

"سر..... آپ کیا کہہ رہے ہیں....."

"آج کل آپ کی بیرونی سرگرمیاں کچھ زیادہ ہی ہو گئی ہیں۔ اس لئے وارننگ دے رہا ہوں۔ کوئی کام ادھورا نہ رہے....."

وہ روہانسی ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ جی چاہا چیخ چیخ کر پوچھے آخر تم میری کونسی بیرونی سرگرمیوں کے طعنے بار بار دیتے ہو۔

لیکن

اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ اپنے سفاک سے لہجے میں اسے دو ایک کام اور ونپ کر چلتا بنا.....

رابی کی آنکھیں سلگنے لگیں اور وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتی وہاں سے چل ی۔

وہ چلا گیا۔

انعام پیلس کچھ میڈم اور کچھ یوسف کے چلے جانے سے سونا سونا ہو گیا۔ یہ سونا ن سلینہ کو گھائل کرتا رہا.....

لیکن

یہ تنہائی کے دن اس کے لئے بڑے مددگار ثابت ہوئے۔ اسے حالات کو صحیح طرح چنے اور تجزیہ کرنے کا موقع ملا۔ جذباتی دور دو تین دن میں گزر گیا۔ تو اس نے سنبھالا ا..... یوسف اس کی دسترس سے باہر تھا۔ اس نے خود اپنے کانوں سے اس کے خیالات نے ہوتے تو شاید کسی فیصلے پر پہنچنے میں اسے تاخیر ہوتی۔

لیکن

حقیقت اس پر روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی تھی اور اس روشنی میں اسے مثبت از میں سوچنا تھا۔

وہ ایک آزاد ملک میں پیدا ہوئی تھی۔ گھریلو تربیت کے باوجود شخصی آزادی کا اسے ق حاصل تھا وہ جوان تھی اپنے فیصلے خود کرنے کی مجاز تھی۔ اپنا برا بھلا اسے خود سوچنا ا۔ یوسف کے متعلق بھی اس نے اب تک جو کچھ سوچا تھا' اس کا ذاتی فعل تھا۔ اب س سوچ بدلنا تھی تو یہ بھی اسے خود ہی کرنا تھا۔ وہ اپنے آپ کو یوسف پر زبردستی مسلط نہ کتی تھی۔ نہ ہی ایسا کرنے کا سوچ سکتی تھی دکھ اپنی جگہ

لیکن

فیصلہ اپنی جگہ۔

اس نے دکھ اور غم کے بھنوروں میں ڈوبتے ابھرتے یہی فیصلہ کیا کہ وہ یوسف سے نے آپ کو الگ کر لے گی۔ اگر وہ سارے تعلقات کو صرف دوستی کی حد تک رکھنا چاہتا ہے تو وہ بھی ایسا ہی کرے گی۔ اس پر کسی طور ظاہر نہ ہونے دے گی کہ اس کے دل میں زک اور لطیف جذبات بھی جنم لے چکے تھے اور اس کے ذہن میں رنگین و حسین مستقبل

کی نشاندہی کرنے والے سپنے ہمہ وقت لہراتے رہتے تھے۔

اس نے یہ فیصلہ بھی کرلیا کہ چند دنوں کے اندر وہ واپس چلی جائے گی اور اپنے ممی پپا کے پاس جہاں وہ اپنی زندگی اسی طرح شروع کردے گی۔ جس طور چھوڑ کر آئی تھی۔

کوئی بھی فیصلہ کرلینا شاید اتنا مشکل نہیں ہوتا۔ جتنا اس پر عمل پیرا ہونا ہوتا ہے۔ اپنے وجود اپنے ذہن کی نفی کر کے جس فیصلے پر عمل پیرا ہونا پڑے وہ مشکل ترین کام ہوتا ہے۔

سلینہ کو یوسف کی غیر حاضری کا وقفہ نہ ملتا تو شاید یہ کٹھن کام اس کی استطاعت سے باہر ہوتا۔

لیکن

وہ سات دن کے بعد واپس آیا۔ تو وہ ظاہر طور پر خاصی نارمل ہو چکی تھی۔

یوسف نے آتے ہی معذرت کی..... "سوری سلینہ..... میں گیا تو تم سو رہی تھیں۔ میں نے جگانا مناسب نہ سمجھا۔ اچانک ہی جانا پڑ گیا۔"

وہ معذرتانہ انداز میں اپنی اچانک روانگی اور وہاں کی دن رات کی مصروفیت کا ذکر کرتا رہا۔ سلینہ نے مسکرا کر اسے دیکھا اور بولی "کاروباری لوگ ہیں آپ۔ ایسی باتیں تو ہو ہی جاتی ہیں"

"تم نے تنہائی محسوس کی ہوگی" یوسف نے کہا۔

"تمہارا پیلس لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ مجھے خاص تنہائی محسوس نہیں ہوئی۔ ویسے بھی ہم لوگ باہر کے ملکوں میں رہنے والے ایسی تنہائیوں کے عادی ہوتے ہیں....."

"گڈ" یوسف خوش ہو گیا۔

"کام ہو گئے سارے"

"تقریباً"

"اچھی بات"

"اب تمہیں یوں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا"

وہ ہنس کر نمناک آواز میں بولی "اب میں تمہیں چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔"

کہاں؟" وہ جلدی سے بولا۔

"واپس جانے کا ارادہ کرلیا ہے۔"

"اے نہیں....."

"بس بہت دیکھ لیا پاکستان..... بہت رہ لیا یہاں"

"مما کے آنے تک تو رکو گی نا"

"جی تو چاہتا ہے ابھی چلی جاؤں....."

یوسف نے غور سے اسے دیکھا اور بولا "کچھ اداس لگتی ہو۔ مما بھی یہاں نہیں ان دنوں مجھے بھی کام اتنا ہے کہ تمہیں زیادہ وقت نہیں دے سکتا....."

"میں اداس نہیں ہوں یوسف..... ہاں شائد آنٹی کی کمی محسوس ہونے سے ممی پپا زیادہ ہی یاد آنے لگے ہیں....."

"مما کے آنے کا تمہیں انتظار کرنا ہوگا....."

وہ چپ ہو گئی۔

یوسف نے تھوڑی دیر ادھر ادھر کی باتیں کر کے اس کا دل بہلانے کی کوشش کی۔ پھر اس کا ملازم امیر دین اسے بلانے آ گیا۔

"کچھ لوگ آفس میں بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے ہیں جناب۔"

"اچھا میں آیا تم چلو....."

امیر دین چلا گیا تو وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ "سلینہ کوشش کروں گا شام کچھ وقت نکال کر تمہیں گھمانے باہر لے جاؤں....."

"شکریہ"

وہ بے حد جذباتی آواز میں بولی۔

یوسف اٹھ کر چلا گیا۔ تو وہ پھر سوچوں کے سمندر میں غرق ہو گئی۔ اسے اعتراف تھا کہ یوسف کی موجودگی اور ساتھ' اس کے ٹھہرے ہوئے جذبات میں ہلچل مچا گیا ہے۔ دیر تک بستر میں اوندھی پڑی رہی۔ چپکے چپکے بہتے آنسوؤں اور دل دہلا دینے والے غم و اندوہ میں ڈوبی سوچتی رہی..... کہ وہ کیسے اس بت کافر کو بھلا پائے گی۔ کیا یہ شخص ہمیشہ کے لئے اس کے دل کا روگ بن جائے گا۔ یا اپنے گھر جا کر اپنے ماحول میں کھو کر اسے بھلا سکے گی۔

خیالات سے خیالات کا سلسلہ جڑتا گیا۔

اور

وہ سوچتی گئی۔

اس کے ذہن میں رابی کا خیال بھی آیا۔ شائد یوسف رابی کی زلف گرہ کا اسیر ہے۔

لیکن

جو حالات و واقعات اس کے مشاہدے میں آئے تھے۔ یہ بات ناممکن سی لگی۔ وہ تو اس کا ازلی بیری لگتا تھا۔

"بعض اوقات یہ بیر ہی سنجیدہ محبت کی نشاندہی کرتا ہے۔" اس کے دل نے چپکے سے سرگوشی کی۔

لیکن

سلینہ نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

رابی اس خاندان کی ملازمہ تھی۔ سٹیٹس سٹینڈرڈ بھی تو کوئی شے ہوتا ہے۔ مانا کہ وہ بہت حسین ہے..... ٹیلنٹڈ ہے۔ لیکن ہے تو ملازمہ..... یوسف کا معیار ایسا نہیں ہو سکتا۔ جب وہ اس جیسی ہر طرح سے مکمل لڑکی کو نظرانداز کر سکتا ہے تو پھر رابی کا کیا سوال؟

اس نے ذہن سے رابی کا خیال ہی جھٹک دیا.....

خود رابی بیچاری بھی کونسا اس خوش فہمی میں مبتلا تھی۔ شروع میں یہ دل خوش کن خیال ذہن میں آئے بھی تھے تو اب رفو چکر ہو چکے تھے۔ یوسف کے ہاتھوں ہر وقت کی تذلیل اور سبکی سے تو بعض اوقات وہ اتنی دل برداشتہ ہو جاتی کہ استعفیٰ دے کر یہاں سے فوراً ہی چلے جانے کا سوچتی۔

لیکن

اس کی مجبوری بھی تو کم نہ تھی۔ ایسا سوچ تو سکتی تھی۔ عملاً کرنا ممکن نہ تھا۔ جوان بے سہارا لڑکی اسی محفوظ پناہ گاہ کو چھوڑ کر کہیں جانے کا سوچتی بھی تو حماقت تھی۔ صبر اور دل پر جبر کر کے وہ دن گزارے چلی جا رہی تھی۔

رہا یوسف

تو

وہ اس کے دل میں پوری طرح پاؤں گاڑے کھڑا تھا۔ اس بت کو وہ ہٹانے کیا

ہلانے جلانے پر بھی قادر نہ تھی۔

کبھی کبھی اپنی یک طرف محبت پر رونا بھی آتا غصہ بھی..... لیکن اپنے آپ ہی سے الجھ کر لڑ جھگڑ کر رہ جاتی اور کون تھا جس کے ساتھ اس بات کو شیئر کرتی۔ اس بات کا تو اس نے کبھی بھول کر فرح سے بھی ذکر نہیں کیا تھا۔ جو اس کی بہن تھی بھابی تھی اور مخلص دوست تھی۔ یک طرفہ محبت کا ذکر کرتی بھی کیونکر.....

بس چپ چاپ روتے دھوتے ہنستے مسکراتے دن گزارے چلی جا رہی تھی۔

یوسف کو آئے کئی دن ہو چکے تھے رابی نے اس کی عدم موجودگی میں ہر کام غیر معمولی ذمہ داری سے کیا تھا تاکہ یوسف کو کسی شکایت کا موقع نہ ملے.....

لیکن

اس کے باوجود اس نے دیکھا تھا کہ وہ ڈانٹنے ڈپٹنے کو کوئی نہ کوئی موضوع تلاش کر لیتا تھا۔

رابی کی سالگرہ تھی۔ اور اس کے لئے وہ تین چار دن سے تیاریوں میں لگی تھی..... اس دفعہ وہ سالگرہ فرح اور ریاض کے ساتھ ان کے ہاں منانے جا رہی تھی۔ مادام سے دو چھٹیوں کا زبانی وعدہ بھی مل گیا تھا۔

اس لئے

وہ بھرپور تیاریوں میں لگی تھی۔

اس بار اس نے منصورہ کو بھی مدعو کیا تھا۔

اور منصورہ نے بھی خوشی خوشی حامی بھر لی تھی۔

رابی نے مائرہ کے لئے ڈھیر سارے کھلونے اور پیارے پیارے فراک خریدے۔ کیک بھی بنوایا اور دوسری چیزیں بھی جانے والے دن کے لئے آرڈر کر دیں۔ اس نے جمعرات کو جانا تھا۔ جمعہ کی چھٹی ساتھ مل کر دو چھٹیاں خود ہی ہو گئی تھیں.....

وہ چیزیں پیک کر رہی تھی کہ منصورہ کمرے میں آ گئی اس کے ہاتھ میں رنگین پھولدار کاغذ میں لپٹا ایک پیکٹ تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے رابی" اس نے آتے ہی کہا۔

"ابھی نہیں منصورہ آپا" وہ مسکرائی "شام کو ریاض بھائی کے ہاں..... جب میں کیک کاٹوں گی..... ویسے آپا آج مجھے اپنے ممی ڈیڈی بہت یاد آ رہے ہیں..... میری ہر

سالگرہ وہ بڑی دھوم سے منایا کرتے تھے......"

منصورہ کچھ اداس لہجے میں بولی "نہ بھی مناتے ہوئے تب بھی ان کا یاد آنا قدرتی بات ہے رابی" اس نے جھک کر رابی کی پیشانی چوم لی..... "دل بڑا کرو..... ان کی دعاؤں ہی کے نتیجے میں تم اتنی اچھی جگہ پہنچ گئی ہو......"

دونوں کچھ دیر باتیں کرتی رہیں۔ پھر منصورہ نے پیکٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ میری طرف سے....."

"ابھی نہیں آپا شام کو"

"سوری رابی میں نہیں آسکوں گی"

"کیوں"

"میری بھتیجی ہسپتال میں ہے۔ شام میں اسے دیکھنے جا رہی ہوں۔ سچی مجھے بہت افسوس ہے میں تمہاری دعوت میں شریک نہیں ہو سکتی۔ وہ بہت بیمار ہے....."

رابی قدرے مایوس ہوئی پھر اس کا دیا ہوا پریزنٹ کھول کر دیکھا۔ یہ ایک خوبصورت سا جیولری باکس تھا۔

رابی نے اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

منصورہ کے جانے کے بعد اس نے سب چیزیں برابر کر کے رکھ دیں۔ کیک اور دوسرے لوازمات بھی آ گئے تھے..... سب اس نے ایک جگہ رکھ دیئے۔ ڈرائیور سے بھی کہلا دیا کہ دوپہر کے کھانے کے بعد اسے گھر چھوڑ آئے۔ چھٹی کی درخواست اس نے صبح ہی یوسف کی آفس ٹیبل پر رکھ دی تھی۔

سارے کام سمیٹ کر وہ اٹھی۔ کچھ دیر داؤ جی کے پاس بیٹھ کر ان کی دعائیں سمیٹنے کا خیال آیا۔

لیکن

کمرے سے نکلی ہی تھی کہ امیر دین آگیا۔

"رابی بی بی" وہ اسے روکتے ہوئے بولا۔

"کیا ہے امیر دین" اس نے پوچھا۔

"صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔" وہ بولا

رابی کا دل دھڑکا۔ جلدی سے بولی "کیوں؟"

"پتہ نہیں جی اپنے آفس میں بیٹھے ہیں اور بلا بھیجا ہے۔"

وہ داؤ جی کی طرف جانے کی بجائے آفس کی طرف چل دی۔

دفتر کے باہر رکتے ہوئے اس نے دستک دیتے ہوئے کہا۔ "اندر آ سکتی ہوں سر....."

"ہوں" یوسف نے سر اٹھائے بغیر کہا۔

وہ آکر کرسی کی آفس ٹیبل کے دوسری طرف کھڑی ہو گئی.....

یوسف فائل پر کچھ لکھنے میں مصروف تھا۔ اس لئے چند لمحے وہ خاموش کھڑی رہی۔

جب اس نے ہاتھ روکا

تو

وہ جلدی سے بولی "سر آپ نے مجھے بلایا ہے؟"

"ہاں" اس نے تیز کاٹ دار نگاہ اس پر ڈالی۔

وہ نگاہ نظر انداز کرتے ہوئے ڈرتے ہوئے بولی "جی فرمایئے....."

"یہ کیا ہے؟" یوسف نے غصے سے اس کی درخواست کا لفافہ اس کیطرف اچھال دیا۔ جسے دیکھتے ہی وہ گھبرا کر ہکلائی "سر چھٹی..... کی..... درخواست ہے۔"

"چھٹی..... چھٹی..... چھٹی..... آپ کو ہر وقت چھٹی ہی کی ضرورت رہتی ہے۔ کام جائیں جہنم میں آپ کو فرار چاہیے....."

"س..... ر..... سر..... کام میں نے..... سارے..... کر لئے ہیں..... اور چھٹی..... تو مجھے میڈم..... دو دن کی دے گئی ہیں....."

"میڈم یہاں نہیں ہیں" وہ غرایا "کام میں نے کروانے ہیں۔ اور ڈھیروں کام پڑے ہیں سوری..... چھٹی نہیں مل سکتی....."

"سر....." وہ رو دینے کو تھی۔

"جایئے..... فائل نمبر ۱۹ لے کر آئیں..... میں نے لیٹرز بھی لکھوانے ہیں۔ اور ڈکٹیشن بھی دینی ہے۔ یہ سارا کام رات تک ختم بھی ہونا چاہیے..... تاکہ لیٹرز ڈسپیچ ہو سکیں لیٹ رات کو سہی..... لیکن انتہائی ضروری ہیں....."

اس نے ایک بار پھر چھٹی کا کہنا چاہا..... وجہ بتانا چاہی۔

لیکن

وہ غرایا "کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہیں۔ آج آپ کہیں نہیں جا سکتیں۔ فون کر دیں جنہیں آپ کا انتظار ہے......"

وہ غصے سے پلٹی

اور

باہر نکل گئی

اس کی آنکھوں سے آنسو ساون بھادوں کی طرح برس رہے تھے۔

اس نے غصے میں کیک اور کھانے پینے کی دوسری چیزیں جو ریاض کے ہاں سالگرہ ہانے کے لئے منگوائی تھیں متین بابا کو بھجوا دیں...... ساتھ ہی کہلوا دیا کہ یہ سب کچھ روں میں بانٹ دیا جائے......

مائرہ کے لئے خریدے ہوئے پریزنٹ اس نے اٹھا کر الماری میں پھینک دیئے۔
ے غصہ بھی آ رہا تھا اور روئے بھی جا رہی تھی۔ آج کا دن یوں خوار ہو گا اس نے کب چا تھا۔ ریاض اور فرح اس کے انتظار میں بیٹھے ہوں گے۔ لیکن وہ انہیں مطلع بھی نہ سکتی تھی کہ ان کے ہاں فون وغیرہ نہیں تھا...... فون جب بھی ریاض کرتا اپنے دفتر یا ی ٹیلی فون بوتھ سے کیا کرتا تھا اپنے کپڑوں کا بیگ بھی اس نے کونے والی کرسی پر ھال دیا۔ پھر فائلیں اور کاغذات لے کر ملحقہ کمرے میں آ گئی۔

جی تو نہیں چاہ رہا تھا کہ ایک لیٹر بھی ٹائپ کرے۔

لیکن

مجبور تھی۔

روتے دھوتے وہ کرسی میز کے قریب کھینچ کر بیٹھ گئی۔ اور بے دلی سے ٹائپ کرنے ی۔

جتنا کام یوسف نے اسے دیا تھا۔ عام حالات میں وہ اتنا کام دو تین دنوں میں کیا رتی تھی

لیکن

یوسف نے صرف کام ہی نہیں دیا تھا، حکم بھی دیا تھا کہ لیٹرز لیٹ میل سے پوسٹ ی ہونے ہیں۔ اس لئے رات آٹھ نو بجے تک یہ سارا کام مکمل ہونا چاہئے۔

اس میں صرف میل ہونے والے لیٹرز نہیں تھے۔ ایسے کاغذات بھی تھے جو مادام کے آنے پر بھی ٹائپ ہو سکتے تھے...... انہیں میل بھی نہیں کرنا تھا۔ پتہ نہیں یوسف نے کام بھی کیوں اسے رات تک ختم کرنے کا آرڈر دیا تھا۔

وہ کام میں مصروف ہو گئی۔

پھر

اسے پتہ بھی نہ چلا کہ کب دن ڈھلا اور شام اتری۔

ہاں اس کی انگلیاں ٹائپ کرتے کرتے شل ہو گئیں اور اس کی کمر تختہ بن گئی۔ با بار وہ اپنی گردن کرسی کی پشت پر ڈال کر آنکھیں چند ثانیوں کے لئے بند کر لیتی کیونکہ کا کرتے ہوئے اس کی آنکھوں کے آگے نیلے پیلے دھبے سے ناچنے لگے تھے۔

رات نو بجے کے قریب وہ سارے کاغذات ٹائپ کر کے فارغ ہوئی۔ کاغذات ک ترتیب سے فائلوں میں لگایا..... اٹھی.....

تو

آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ وہ تیورا کر گرنے کو تھی کہ کرسی کی پشت تھام لی۔ او آہستہ آہستہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

کتنی ہی دیر وہ آنکھیں بند کئے بیٹھی رہی..... اسے خیال آیا کہ اس نے آج دوپہ کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ نہ ہی شام کو چائے پی تھی۔ بھوکی پیاسی کام میں جتی رہی تھی اس نے سوچا پہلے کچھ کھا پی لے پھر کاغذات یوسف کو دے آئے گی۔

لیکن

اس نے ایک بسکٹ پلیٹ میں سے اٹھا کر کھایا اور اس خیال سے کہیں کھانے پ میں دیر نہ ہو جائے فائلیں اکٹھی کیں۔

اور

یوسف کو دینے چل دی۔

یوسف آفس میں نہیں تھا۔ امیر دین نے بتایا کہ وہ اوپر والی لاؤنج میں ہے۔ چونک لیٹرز پر یوسف کے سائن ہونے تھے اور انہیں میل بھی رات ہی کو ہونا تھا۔ اس لئے سیدھی اوپر چلی آئی۔

لاؤنج میں یوسف اور سلینہ بیٹھے تھے..... یوسف کی دروازے کی طرف پشت تھ اور وہ سلینہ سے باتیں کر رہا تھا..... سلینہ صوفے کی پشت پر گردن ڈالے نیم دراز تھ اس نے گلابی پھولدار جدید قسم کا ڈریس زیب تن کر رکھا تھا.....

رابی نے ہولے سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔

سلینہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

اور

یوسف نے گردن موڑے بغیر کہا "آ جاؤ....."

"سر" وہ یوسف کے قریب آتے ہوئے بولی

"ہوں"

"سارا کام ہو گیا"

"لیٹرز بھی"

"جی ہاں آپ ان پر سائن کر دیں تاکہ رات کو ڈسپیچ کئے جا سکیں۔ اس نے ئلیں اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

یوسف نے ایک نگاہ رابی پر ڈالی..... "سارا کام کر لیا"

"جی سر....."

"تو یوں کریں۔ یہ فائلیں میرے آفس میں رکھ دیں۔ اس وقت میرا موڈ سائن رنے کا نہیں....."

"سر ڈاک....." وہ حیرانگی سے بڑبڑائی۔

"کل چلی جائے گی۔" وہ لاپرواہی سے بولا۔

"لیکن سر..... آپ نے تو کہا تھا انہیں آج ہی میل ہونا ہے۔" وہ جلدی سے لی۔

"کہا تھا....." وہ قدرے تلخی سے بولا۔ "اب میں ہی کہہ رہا ہوں کل میل کر دیں ے آپ جا کر آفس میں رکھ دیں ساری فائلیں۔"

"ج..... جی....."

"سنا نہیں....."

"اچھا....." اس کی آواز بھرا گئی۔

"میں اس وقت فارغ نہیں ہوں..... میں سلینہ کو باہر گھمانے لے جا رہا ہوں..... پ جائیں....."

وہ اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے پلٹی۔

اور

تقریباً بھاگتے ہوئے وہاں سے چلی گئی.....

"یوسف" سلینہ نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"ہوں" وہ مسکرایا۔

"کہاں لے جا رہے ہو مجھے۔"

"جہاں کہو....."

"کوئی پروگرام تو نہیں تھا۔"

"اب بن جاتا ہے"

"رابی سے تم نے یوں ہی کہہ دیا۔"

"کچھ تو کہنا تھا نا....."

وہ مسکرائے جا رہا تھا۔ لیکن سلینہ بے حد سنجیدہ تھی۔

چند لمے خاموشی چھائے رہی۔

پھر

سلینہ ٹھیک طرح سے بیٹھتے ہوئے بولی "مجھے کہیں نہیں جانا"

"کیوں"

"بس"

"تمہاری مرضی"

"مرضی تو تمہاری بھی یہی تھی"

"یعنی....."

"یعنی کہیں نہ جانے کی"

وہ ہنس پڑا..... تو سلینہ اسے لاتعلقی سے دیکھتے ہوئے بولی "تم مجھے رابی کے سلسلہ میں بطور ہتھیار استعمال کر رہے ہو.....؟"

"کیا مطلب" وہ جلدی سے بولا۔

"مطلب تم اچھی طرح سے جانتے ہو۔"

"سلینہ....."

"یوسف....." وہ اسی سنجیدہ لہجے میں بولی "میں کھیل تماشے کی شے نہیں ہوں"

"اوہو تم ناراض ہو گئیں....."

"نہ ہی اس بیچاری لڑکی پر اتنے ستم ڈھاؤ کہ تمہاری محبت خود چیخ اٹھے....."

یوسف چند لمحے ششدر سا ہوا۔ پھر آہستگی سے بولا۔ "کیا کہہ رہی ہو....."

"وہی جو حقیقت ہے"

"یعنی....."

"یعنی تم اس لڑکی سے محبت کرتے ہو....."

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ لیکن یہ ہنسی کھوکھلی تھی۔ حقیقت ان کھوکھلے قہقہوں سے
تھی.....

وہ ہنستے ہوئے بولا "بیوقوف لڑکی..... جس سے محبت ہو۔ اس سے کیا اس طرح کا
کیا جاتا ہے۔"

"شاید اس کی طرف سے تم نے کوئی لاشعوری چوٹ کھائی ہے۔ جس کا انتقام اس
لے رہے ہو۔"

یوسف حیرانگی سے سلینہ کا منہ تکنے لگا۔ اس کا کہنا کتنا صحیح تھا۔ وہ تو باور ہی نہیں
سکتا تھا کہ اس نوخیز اور الھڑ سی لڑکی کا مشاہدہ اور تجربہ اتنا حقیقت کے قریب بھی ہو
ہے اس نے چاہا کہ اس کی بات ہنسی میں اڑا دے۔ لیکن وہ ہنس نہ سکا۔

سلینہ اٹھ کر چلی گئی تھی۔

وہ وہیں بیٹھا رہا..... سوچوں میں کھویا کھویا.....

ادھر

رابی

آفس میں فائلیں پھینک کر غصے سے تلملاتی اور بے بسی سے آنسو بہاتی اپنے
ے میں چلی گئی..... اس نے کچھ کھایا نہ پیا بھوکی پیاسی بستر میں پڑی آنسو بہاتی رہی۔

اور

جب

منصورہ دس بجے کے قریب واپس آئی تو اس کے کمرے کی بتی جلتے دیکھ کر ادھر
ائی.....

"رابی" اس نے اندر آتے ہی پکارا۔

جواب ملے بغیر وہ بولی "تم گھر نہیں گئیں۔"

رابی نے آنکھیں پونچھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا جو اس پر جھک چکی تھی۔
"رو رہی ہو" منصورہ پلنگ کی پٹی پر بیٹھ گئی۔
رابی زوروں سے رونے لگی۔
"اے کیا ہوا..... رابی۔ میری بہن کچھ بتاؤ بھی....."
"کچھ نہیں....." وہ گہری سانس چھوڑتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔
"کیا ہوا....."
"کچھ نہیں ہوا....."
"آج تم نے گھر جانا تھا..... تمہاری سالگرہ....."
وہ بات کاٹتے ہوئے تلخی سے بولی۔ "جہنم میں گئی....."
"رابی....."
"وہ پھر رونے لگی۔
"کیک ویک کہاں ہے۔" منصورہ نے ادھر ادھر دیکھا۔
رابی کچھ نہ بولی۔
منصورہ اسے پیار کرتی رہی۔ بہلاتی رہی۔ پھر جب رابی قدرے سنبھلی تو اس نے ساری بات اس سے پوچھی.....
رابی نے سسکتے ہوئے اسے ساری بات بتائی۔
"تم پاگل ہو رابی" منصورہ بولی۔
"ہوں تو....."
"کہہ دیا ہوتا میری سالگرہ ہے اس لئے گھر جانا ہے۔"
"سر کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔ پتہ نہیں کیوں میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں ہر وقت ڈانٹتے رہتے ہیں....."
منصورہ چند لمحے چپ رہی اسے رابی کی سالگرہ اس طرح خراب ہونے پر افسوس ہو رہا تھا۔ کتنی خوش تھی وہ صبح..... گھر جانے اور اپنوں کے ساتھ سالگرہ منانے کے خیال سے.....
"چلو کوئی بات نہیں" منصورہ نے اسے تسلی دینا چاہی..... "پھر کسی دن چلی جانا اور اس دن سالگرہ منا لینا....."

"ہو نہہ....."
"کبھی کبھی ایسا ہو ہی جاتا ہے رابی..... مالکوں کے منہ کون لگے۔ وہ ہمیں پیسے ...ے ہیں۔ ہم سے کام لینا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ شائد ضروری ہی کام ہو....."
"ایک بھی ضروری نہیں تھا۔ جو لیٹرز انہوں نے لیٹ میل سے ڈسپیچ کرنے کے ...ے تھے وہ بھی نہیں کئے..... محض مجھے سزا دینا مقصود تھا....."
"سزا کس بات کی رابی۔ تم وہم نہ کرو۔ ہر کام وقت پر کرتی ہو..... تندہی سے کرتی ...پھر سزا کیسی....."
"لگتا تو ایسا ہی ہے....."
"نہیں بھئی"
"منصورہ آپا لگتا ہے میں انہیں بہت بری لگنے لگی ہوں۔" وہ سسک اٹھی۔ تو ...ورہ نے پیار سے اسے گلے لگا کر کہا "تو بھی کسی کو بری لگ سکتی ہے۔"
"پھر کیوں میرے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں وہ"
"یہ تو وہی جانیں..... ویسے تم دل پہ نہ لیا کرو....."
وہ تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھی اسے بہلاتی رہی پھر بولی "کھانا تو نہیں کھایا ہو گا یقیناً"
"مجھے بھوک نہیں۔"
"پاگل نہ بنو..... میں لائی ہوں۔ تھوڑا سا کھا لو۔ بھوکے پیٹ تو نیند بھی نہیں آئے ـ"
"نہیں آپا..... میں کچھ نہیں کھاؤں گی۔"
"بھوکی رہو گی"
"کچھ نہیں ہوتا ہم جیسوں کو....."
منصورہ بڑا اصرار کرتی رہی..... لیکن اس نے کچھ کھانے کی حامی نہ بھری..... ہاں ...ا کی آنکھیں بار بار برستی رہیں.....
اسے لٹا کر منصورہ کمرے کی بتی بند کر کے باہر نکل آئی اسے دکھ بھی ہو رہا تھا اور ...دل بھی..... یوسف پر غصہ بھی آ رہا تھا جس نے اس بیچاری کی خوشیوں کو ڈس لیا تھا۔

لیکن

وہ بھی تو ایک ملازمہ ہی تھی کر بھی کیا سکتی تھی.....

صبح رابی دیر تک پڑی سوتی رہی۔ رات کے جانے کس پہر اسے نیند نے آلیا تھا..... اسی لیئے منصورہ اسے دیکھنے تو گئی لیکن جگایا نہیں۔

وہ

رابی کے کمرے سے نکل آئی اور داؤ جی کے پاس جا بیٹھی..... فارغ وقت وہ ان کے پاس اکثر ہی جا بیٹھا کرتی تھی۔

داؤ جی ان سب سے بہت پیار سے پیش آتی تھیں..... یہ بھی ان کی تنہائی کی ساتھی تھیں۔ داؤ جی نے مسکرا کے منصورہ کو خوش آمدید کہا۔

''کل کہاں گئی تھیں۔'' انہوں نے پوچھا۔

''منصورہ اپنی بھتیجی کی بیماری کا انہیں بتانے لگی۔

''خدا اسے صحت دے'' داؤ جی نے دعا دی۔

''آمین.....''

''کل سے رابی کو نہیں دیکھا.....'' داؤ جی بولیں۔ ''گھر گئی ہوئی ہے کیا؟''

''گھر کہاں داؤ جی'' منصورہ دکھ سے بولی

''کیوں''

''بیچاری کی کل سالگرہ تھی''

''اچھا.....''

''گھر جا کر سالگرہ منانے کی پوری تیاری کر رکھی تھی۔ کیک بنوایا تھا..... اور بھی کئی کھانے پینے کی چیزیں منگوائی تھیں..... اور خوش تھی کہ اس دفعہ ذرا دھوم سے اپنی سالگرہ منائے گی۔''

''پھر کیا ہوا.....''

''غارت ہو گیا سب کچھ''

''کیوں''

''سر نے چھٹی ہی نہیں دی.....''

''اچھا..... کام ہو گا.....''

''کام ہی تو دے دیا..... جسے وہ رات نو بجے تک کرتی رہی..... گھر جا ہی نہ سکی..... نے صاف کہہ دیا کہ چھٹی نہیں ملے گی.....''

''یوسف نے؟''

''جی ہاں..... بے چاری نے ساری چیزیں نوکروں میں بانٹ دیں.....''

''اچھا.....''

''ہاں جی..... اور خود بھوکی پیاسی روتے روتے سو گئی.....''

منصورہ کی دروازے کی طرف پشت تھی۔ اور جب اس نے یہ جملہ کہا تو اسے پتہ نہ چلا کہ یوسف داؤ جی کی احوال پرسی کے لئے کمرے میں داخل ہو چکا ہے..... اس نے ادب سے داؤ جی کو سلام کیا۔

تو منصورہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

یوسف اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا..... ''کون بھوکا پیاسا روتے روتے سو گیا۔

منصورہ سخت گھبرائی، لیکن داؤ جی بولیں ''بیچاری رابی.....''

''کیوں کیا ہوا اسے'' یوسف جلدی سے بولا ''داؤ جی نے ساری بات اسے بتا دی۔

یوسف بے حد متاسف اور نادم نظر آیا۔ لیکن جلدی سے بولا ''عجیب بات ہے سننے میں تو یہی آیا ہے کہ اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں۔ پھر یہ گھر بار کس کا ہے.....''

''اس کے بھائی کا'' جلدی سے منصورہ بولی۔ ''بہن اور بھائی کا.....''

''اس کے اتنے قریبی رشتے دار ہیں؟'' یوسف حیران تھا۔

''رشتے صرف خون ہی کے نہیں ہوتے بیٹے.....'' داؤ جی جو رابی کی ساری سرگزشت سن چکی تھی بولیں ''خلوص اور دکھ درد کے رشتے بھی ہوتے ہیں..... رابی کے لئے یہ ایسے ہی رشتے ہیں.....''

''میں سمجھا نہیں داؤ جی۔'' وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

داؤ جی اور منصورہ نے رابی کی ساری کہانی اسے سنا دی..... وہ سر جھکائے ساری روداد سن کر متاثر ہوتا رہا۔

''ریاض اور فرح ہی کے گھر وہ کبھی کبھی چلی جاتی ہے۔'' منصورہ نے کہا۔ ''فرح اس کی بہن بھی ہے بھابی بھی اور جانے کیا حشر ہوتا..... رابی کو یہاں تک پہنچانے میں

ریاض اور فرح کی کاوشیں ہی ہیں..... کل رابی نے انہیں کے ساتھ سالگرہ منانے کا پروگرام بنایا ہوا تھا.....

یوسف کچھ نہیں بولا۔

داؤ جی اور منصورہ رابی ہی کی باتیں اسے بتاتی رہیں.....

یوسف نادم بھی تھا اور پشیمان بھی۔ رابی کی روئیداد سن کر اس کا چین و سکون جیسے ارت ہو گیا تھا۔ کتنی اکیلی بیچاری تھی وہ لڑکی..... سارے غم سارے دکھ اپنے اوپر ہی ہیل رہی تھی..... کتنا ناروا سلوک کر رہا تھا وہ پچھلے کئی ماہ سے اس کے ساتھ..... صرف اس لئے کہ اس نے اسے کسی نوجوان کے ساتھ دیکھ لیا تھا..... یہ کوئی جرم تو نہیں تھا۔ نہ ہی بری بات تھی۔ رابی جواں اور خودمختار لڑکی تھی۔ اگر اسے کوئی نوجوان پسند آگیا تھا یا اس نے کسی کی طرف دوستی کا ہاتھ پوری طرح بڑھا دیا تھا تو اس میں برائی کیا تھی..... کونسا اس نے اسے دھوکہ دیا تھا۔ اپنی محبت کا اظہار اس نے رابی پر کیا ہی کب تھا۔

محبت!

جسے وہ کبھی ماننے کو تیار ہی نہ ہوتا تھا۔ لیکن جس کا انکشاف اس پر بڑی شدت ے اکثر اوقات ہوتا رہتا تھا۔

اب وہ اپنی نشست گاہ میں بے تابی سے ادھر ادھر پھرتے بے چینی سے اٹھتے بیٹھتے کرب کی منزلوں سے گزرتے یہی بات سوچ رہا تھا..... اس کا رواں رواں انکشاف کر رہا تھا کہ وہ رابی کو اپنے پیار کی انتہاؤں سے چاہتا ہے۔ اس وقت سے جب اسے اس بات کا احساس نہیں تھا۔ اور اب جب پوری طرح احساس ہے پیار کی شدتیں ویسے کی ویسے ہی نہیں..... سلینہ نے سچ ہی کہا تھا کہ اس نے کوئی لاشعوری چوٹ کھائی ہے جو اس طرح اس بیچاری لڑکی کے پیچھے پڑ کر اپنے انتقام کی آگ ٹھنڈی کر رہا ہے۔

لیکن

آگ ٹھنڈی نہیں ہو رہی تھی..... رقابت کی تپش میں وہ خود جھلسا جا رہا تھا۔

اس نے کبھی بھی رابی پر اپنے پیار اپنی محبت اور اپنے عشق کا اظہار نہیں کیا تھا۔ لیکن یہ سارے جذبے اپنی پوری توانائیوں سے اس کے اندر موجود تھے۔

وہ

بڑا ہی مضطرب اور بے چین تھا۔ کبھی ٹیرس پر چلا جاتا کبھی کمرے میں آ جاتا۔

آفس میں بھی گیا لیکن کسی کام کو ہاتھ نہیں لگایا.....

رابی کو اس نے اتنا دکھ دیا تھا کہ وہ بھوکی پیاسی روتی دھوتی سو گئی تھی۔ یہ بات اس کے من میں کھلبلی مچا رہی تھی..... جسے دل کی گہرائیوں سے چاہا اسے اس طرح ستایا اتنا ذلیل و خوار کیا..... کیا یہ محبت کے پاکیزہ جذبوں کی توہین نہ تھی۔

بلاشبہ رابی کسی اور سے دل کے رابطے قائم کر چکی تھی۔ اس شخص کو اس نے دو دفعہ دیکھا بھی تھا..... ایک دفعہ وہ رابی کو انعام پیلس چھوڑنے آیا تھا۔ اور دوسری دفعہ رابی اسکے ساتھ شاپنگ کر کے نیر پلازہ سے باہر نکلی تھی اور پھر رکشے میں بیٹھ کر اس کے ساتھ چلی گئی تھی۔ وہ اس کا کسی اور کے ساتھ ایسا میل برداشت نہ کر سکا تھا۔ اس لئے ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔

کتنا رسوا کیا تھا اسے!

کتنی تلخی برتی تھی اس کے ساتھ!

کتنا رلایا تھا اسے!

کتنی خوشیاں مجروح کی تھیں اس کی!

وہ بار بار یہی سوچ کر نادم و متاسف ہو رہا تھا.....

چند لمحوں کے لئے وہ صوفے پر آنکھیں بند کر کے لیٹ بھی گیا۔ دماغ تھک چکا تھا۔ ذہن پراگندہ تھا۔

تبھی

ایک دم ہی اسے رابی کی کل کی خوشیاں لوٹا دینے کا خیال آیا۔

اس نے ایک ترکیب سوچی

اور

اسی وقت اس پر عمل پیرا ہونے کا ارادہ کرتے ہوئے وہ اٹھ کر فون کے قریب آیا۔ چند لمحوں بعد وہ ہالیڈے ان میں فون کر کے ایک ٹیبل بک کروانے کا آرڈر دے رہا تھا۔

"سالگرہ کا کیک بہت اچھا اور عمدہ ہونا چاہئے....." وہ بولا

"سر ایسا ہی ہو گا" مینجر کا جواب تھا۔

"کھانے پینے کے دیگر لوازمات بھی ہوں..... دو آدمیوں کے لئے"

"حکم کی تعمیل ہو گی جناب"

"چھ بجے تک ٹیبل تیار ہو"

"ہو جائے گی....."

"پھولوں کا بھی انتظام کرنا ہو گا۔"

"جی ہو جائے گا۔"

فون پر پوری تفصیل سے اس نے ایک بار پھر مینجر کو ہدایات دیں۔ اس کے بعد اپنے آفس میں آ گیا۔

اب وہ قدرے پر سکون اور مطمئن تھا۔

اس نے گھنٹی بجائی۔ اور اس کا ذاتی ملازم امیر دین حاضر ہو گیا۔

"جی سر" وہ ادب سے بولا۔

"ٹھہرو....."

"جی اچھا"

یوسف نے جلدی جلدی کاغذ پر کچھ لکھا..... پھر یہ کاغذ امیر دین کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مس رابی احتشام کو دے آؤ....."

"جی اچھا"

"جاؤ....."

"جواب بھی لانا ہے سر"

"نہیں یہی کافی ہے..... دے آؤ..... وہ غالباً اپنے کمرے میں ہی ہوں گی۔"

"اچھا جی....."

امیر دین رقعہ لے کر ادب سے جھکا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ تیز قدم اٹھاتے برآمدے سے ہوتا باہر آ گیا۔ پھر اس کے قدم رابی کی رہائش گاہ کی طرف اٹھنے لگے۔

رابی اپنے کمرے میں ہی تھی۔

"آؤ امیر دین" اس نے دروازے میں رک کر اجازت چاہنے والے امیر دین سے کہا۔

"صاحب نے یہ رقعہ دیا ہے۔" اس نے کاغذ رابی کی طرف بڑھایا
رابی نے منہ بناتے ہوئے بے دلی سے کاغذ پکڑا.....

امیردین واپس چلا گیا۔

وہ کمرے میں آ گئی..... اور رقعہ پڑھنے لگی۔

یوسف کی طرف سے آرڈر تھا کہ آج شام چھ سوا چھ بجے ہالیڈے ان میں میٹنگ تھی چند صحافی بھی آ رہے تھے..... اور دو بزنس مین بھی..... اس لئے اس کا سوا چھ بجے تک ہالیڈے ان میں پہنچنا ضروری تھا.....

اس نے رقعہ میز پر ڈال دیا اور خود بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ کل کے واقعے سے وہ یوسف سے بری طرح بدظن ہو گئی تھی..... یہاں اب کام کرنا اسے مشکل نظر آ رہا تھا۔ صبح سے وہ سوچ رہی تھی کہ میڈم کے واپس آنے پر وہ استعفیٰ دے ہی دے گی۔ اس طرح ذلیل و خوار ہو کر اپنی ضرورتوں کا منہ بند کرنا اپنی ہی توہین تھی.....

لیکن

جب تک استعفیٰ نہ دیتی کام تو جیتے مرتے کرنا ہی تھا۔ اس لئے شام کو ہولیڈے ان میں جانا ہی تھا۔ آج اس نے وہاں جانے کے لئے کسی تیاری کی ضرورت نہ سمجھی..... عام سے کپڑے پہنے تھے

اسی طرح چلی جائے گی بس.....

لیکن

عین ساڑھے پانچ بجے ریاض اور فرح آ گئے۔

"آپ لوگ....." وہ انہیں دیکھ کر خوش بھی ہوئی حیران بھی۔ ننھی مائرہ کو اس نے بڑے پیار سے فرح کی گود سے اچک لیا اور بے تحاشہ پیار کرتے ہوئے بولی "کتنی پیاری ہو گئی ہے....."

"تم کل آئی نہیں۔ ہم رات تک تمہارا انتظار کرتے رہے" فرح بولی "ہم تو بے حد فکرمند ہو گئے۔ اللہ جانے کیا بات ہو گی۔ اسی لئے تو میں بھی چلی آئی۔"

"چلو اچھا ہی کیا" رابی خوشی سے بولی "تم تو کبھی آئی ہی نہیں..... آج پہلی بار آئی ہو"

"دل چاہتا تھا اپنی بہن کا گھر بھی دیکھ لوں..... بہت شاندار جگہ ہے۔"

رابی نے کوئی جواب نہ دیا..... مائرہ کو اٹھائے اپنے کمرے کی طرف بڑھی "آؤ....." اس نے دونوں سے کہا.....

"کل کیوں نہیں آئی تھیں" ریاض کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"کام پڑ گیا تھا....." رابی فرح کو صوفے پر بیٹھتے ہوئے مائرہ کو پیار کرتے ہوئے بولی

"اداس تھیں تو دو تین چھٹیاں لے کر آ جاتیں" فرح نے شاکی انداز میں کہا "ہم لوگ تو یہاں زیادہ آ جا نہیں سکتے۔ تم تو آ سکتی ہو....."

"اب کیا بتاؤں تمہیں" رابی نے ایک گہری سانس لی۔ پھر مائرہ کو بیڈ پر لٹا کر گدگداتے ہوئے بولی۔

"کتنی موٹی ہو گئی ہے پارو پارو....."

"ماشاء اللہ کافی جلدی گین کر رہی ہے" ریاض بولا۔

"اسی کو ملنے کو تو جی بے قرار تھا"

"ہماری بات کا جواب ہی نہیں دے رہی ہو"

"کیا"

"آئی کیوں نہیں کل....."

"چھٹی نہیں ملی" وہ بے حد تلخ لہجے میں بولی۔

"اے لو....." فرح نے منہ بنایا "چھٹیاں تم لیتی ہی کونسی ہو۔ جو کبھی کبھار بھی چھٹی نہیں ملتی۔" ریاض نے کہا "تمہاری چھٹی تو ڈیو رہتی ہے۔"

"بس ریاض بھائی پرائیوٹ نوکری ہے..... مالکوں کی مرضی چاہیں تو دیں نہ چاہیں تو ان کی مرضی"

"یہ تو غلط بات ہے پرائیوٹ اداروں پر بھی چھٹیوں کا کوٹہ لاگو ہوتا ہے۔"

"یہاں ایسا نہیں ہوتا....."

"بڑی غلط بات ہے"

"اب کیا کیا جائے۔ ایک ہی صورت ہے کہ نوکری چھوڑ دوں۔"

فرح حیران ہو کر جھٹ سے بولی "ہائے ہائے۔ اتنی اچھی نوکری چھوڑنے کی باتیں کر رہی ہو۔ اتنی تنخواہ اور رہنے کو شاندار جگہ..... پاگل تو نہیں ہو گئیں....."

رابی مسکرا کر بولی "پاگل تو نہیں۔ اس نوکری سے تنگ ضرور ہو گئی ہوں۔"

"کیوں" ریاض بولا۔

"ریاض بھائی کیا بتاؤں..... سیکرٹری تو میں بیگم انعام کی ہوں۔ لیکن ان کے صاحبزادے اب ان کا کام سنبھال رہے ہیں اور وہ ضرورت سے زیادہ ہی سختی سے کام لیتے ہیں....."

"ہمت نہ ہارو" فرح بولی۔ "ایسی نوکری میرے تو خیال میں تمہیں کہیں نہیں ملے گی۔"

"میڈم بھی اسی طرح کام لیتی ہیں۔" ریاض نے پوچھا۔

"نہیں وہ تو بہت ہی مشفق اور پیار کرنے والی خاتون ہیں....."

"پھر ٹھیک ہے۔ نوکری کئے جاؤ ایسا موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا..... سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ تم ایک محفوظ چھت تلے رہ رہی ہو....."

"اف جگہ کتنی شاندار ہے..... انعام پیلس....." فرح بولی۔ رابی مسکرانے لگی۔

کچھ دیر وہ باتیں کرتے رہے پھر فرح کو مائرہ پکڑاتے ہوئے رابی بولی "میں ابھی آتی ہوں۔"

"ارے دیکھو بھئی تکلف نہ کرنا....." فرح بولی۔

"تکلف کیا کروں گی وہ تو کل کیا تھا۔ سارا بیکار ہی گیا۔ آپ بیٹھیں میں ابھی آتی ہوں۔" اس نے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔

آج یوسف نے اسے ہولیڈے ان میں بھی میٹنگ پر بلایا ہوا تھا۔ لیکن ریاض اور خاص کر فرح کے پہلی بار آنے کی وجہ سے اس نے ارادہ ترک کر دیا تھا۔ سوچا یوسف زیادہ سے زیادہ ناراض ہی ہو گا۔ گرج برس لے گا۔ پہلے کونسا اس کا غصہ کم ہوتا ہے کوئی بات نہیں سہار لے گی..... اس لئے اس نے اپنی جگہ آفتاب کیانی کو میٹنگ میں بھیجنے کا سوچا۔

اور

اس سوچ کے ساتھ ہی وہ فون کی طرف بڑھی۔

آفتاب کیانی دفتر میں ہی تھا۔ ویسے بھی وہ ہوٹلوں ریسٹورانوں میں میٹنگیں اٹینڈ کرنے کا بہت شوقین تھا.....

رابی نے بتایا کہ اس کے بہت عزیز مہمان آ گئے ہیں جس کی وجہ سے وہ نہیں جا

سکتی۔

"کوئی بات نہیں میں چلا جاتا ہوں۔ ویسے بھی اب میں فارغ ہی تھا۔"

"صرف نوٹس ہی لینا ہوں گے....."

"کچھ بھی ہو جی میں چلا جاؤں گا۔"

"چھ سوا چھ کے درمیان وہاں پہنچ جایئے گا۔ دیر ہو گئی تو سر ناراض ہوں گے۔"

"نہیں ہو گی بی بی۔ میں وقت مقررہ پر پہنچ جاؤں گا۔"

"شکریہ"

رابی نے سکون کا سانس لیا اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اپنے مہمانوں کی خاطر مدارات پورے خلوص اور محبت سے کرنا چاہتی تھی.....

متین بابا تو وہاں نہیں تھا صغیر چائے کی ٹرے بنا بنا کے مختلف کمروں میں بھیج رہا تھا۔ رابی نے چائے اور اس کے ساتھ کچھ لوازمات لانے کا اسے کہا

"چند منٹ میں لایا جی" وہ بولا۔

رابی واپس کمرے میں آ گئی۔ اب وہ ہولیڈے ان میں ہونے والی میٹنگ سے مطمئن تھی۔ اس لئے فرح اور ریاض کے ساتھ خوب گپ شپ لگائی۔ اس نے مائرہ کے لئے خریدے ہوئے کھلونے اور فراک بھی الماری سے نکالے۔

"ہائے اللہ رابی" فرح بولی "اتنی چیزیں....."

"تمہارے لئے ایک بھی نہیں" رابی شان تفاخر سے بولی "اپنی اس ننھی منی بھانجی کے لئے ہیں....."

ریاض ہنس کر بولا "بھانجی نہیں بھتیجی....."

"دونوں....." رابی ہنسی "اب وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

فرح بھی اس کے لئے تحفہ لائی تھی۔

پیکٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی "بھئی ہم تمہاری طرح امیر تو نہیں ہیں..... پھر بھی یہ ناچیز تحفہ قبول کر لو....."

"اس کی کیا ضرورت تھی فرح..... تمہارا آ جانا ہی میرے لیئے صد ہا خوشیوں کا باعث ہے....."

رابی نے خوشی خوشی پیکٹ کھولا۔ اس میں ایک ریشمی قمیص تھی جس کا گریبان

فرح نے خود کاڑھا تھا۔

"اتنا پیارا....." رابی نے کرتا ساتھ لگالیا "شکریہ فرح..... تم نے اتنی محنت کی..... بہت خوبصورت بنایا ہے....."

"تمہیں پسند آیا۔ میں نے داد پالی....."

تینوں گھل مل کر باتیں کرتے رہے..... چائے بھی آ گئی..... سب نے خوشی خوشی چائے لی۔

ادھر

ہالیڈے ان میں یوسف کی بیقراریوں کو قرار نہیں آ رہا تھا۔ وہ خود چھ بجے سے پہلے ہی وہاں پہنچ گیا تھا۔ میز پر کیک اور دیگر چیزیں چھ بجے ہی رکھ دی گئی تھیں..... پھولوں کا گلدستہ بھی آ گیا تھا۔

وہ بار بار اپنی آستین ہٹا کر وقت دیکھ رہا تھا۔ ایک ایک منٹ گراں گزر رہا تھا..... رابی کو اب تک آ جانا چاہئے تھا..... سوچتے ہوئے اس کا مزاج قدرے برہم ہو رہا تھا..... جی چاہ رہا تھا۔ اسے آتے ہی وقت کی پابندی پر کڑی اور تلخ ڈانٹ پلا دے

لیکن

آج

وہ ڈانٹ نہیں پلا سکتا تھا۔ وہ تو کل کے کیئے کی تلافی کرنا چاہتا تھا۔ اس نے را
کی برتھ ڈے پارٹی ضائع کی تھی۔ آج یہ پارٹی منا کر وہ اس اذیت کی تلافی کرنا چاہتا تھا جو کل اس نے اسے دی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ بات گو اب بھی تھی کہ رابی ک
دوسرے نوجوان کے ساتھ گھومتی پھرتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ اسے اس کی کل
خوشی لوٹا دینا چاہتا تھا..... یہ خوشی لوٹانا اس پر کوئی احسان نہیں تھا بلکہ یہ اس کی ا
خواہش تھی۔ رابی اس سے خوش ہو یا نہ ہو۔ وہ خود کو ہلکا پھلکا ضرور محسوس کرنے گا.....

انتظار کی جان لیوا کیفیت سے گزرنا سہل نہیں ہوتا۔ لمحہ لمحہ بھاری ہو جاتا
سرکنے کا نام ہی نہیں لیتا گھڑی کی سوئیاں تو لگتا ہے پوری ڈھٹائی سے ایک جگہ جم
ہیں..... یوسف دو تین بار اٹھ کر مین گیٹ تک بھی ہو آیا تھا۔

وہ تیسری بار ہو کر آیا ہی تھا کہ آفتاب کیانی اسے اپنی طرف آتا نظر آیا وہ جلد

ے اس کی طرف بڑھا۔

"کیانی آپ کیسے آئے؟" وہ عجلت میں بولا۔

کیانی مودبانہ بولا "سر میٹنگ کے لئے"

"آپ کو کس نے بلایا"

"سر مس رابی نے بھیجا ہے۔"

"کیوں"

"ان کے کوئی عزیز مہمان آ گئے تھے..... اس لئے اپنی جگہ انہوں نے مجھے بھجوا دیا۔"

"آپ تشریف لے جائیے۔" یوسف کے غصے کا پارہ ایک دم چڑھ گیا۔ "ایسے کون سے مہمان آ گئے تھے جو انہیں ڈیوٹی دینا بھی یاد نہ رہا..... آپ جائیے۔"

کیانی کھسیانا سا ہو کر مڑ گیا..... یوسف نے زور سے پاؤں زمین پر مارا..... مٹھیاں بھینچیں..... دانت پیسے غصے سے اس کا برا حال تھا۔

وہ چند لمحے وہیں کھڑا جزبز ہوتا رہا..... پھر مینجر کو بلا کر ساری چیزیں اٹھا لینے کا آرڈر دیتے ہوئے بل منگوایا.....

کچھ ہی دیر بعد وہ گاڑی اڑائے انعام پیلس کی طرف جا رہا تھا..... اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ یہ غصہ وہ سارے کا سارا رابی پر اتارنا چاہتا تھا۔

اسی لئے

گاڑی کھڑی کر کے وہ ادھر آ گیا

اور

جب وہ وہاں پہنچا تو رابی ریاض اور فرح کو رخصت کرنے کمرے سے نکل رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ رابی کی نگاہ لال بھبوکا یوسف پر پڑتی۔

یوسف کی نظر ریاض پر پڑی۔ اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی.....

"مس رابی احتشام....." اس نے بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ رابی ایک دم ٹھٹکی..... یوسف کو دیکھ کر حیران و پریشان ہوتے ہوئے بولی

"سر"

"آج ہولیڈے ان میں میٹنگ تھی۔" وہ کڑے لہجے میں بولا۔

"سر..... میرے بھائی جان اور بہن آ گئے تھے اس لئے....."

ریاض قدرے آگے بڑھا اور یوسف سے ہاتھ ملانے کو ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "میں رابی کا بھائی ہوں سر..... ریاض....."

"اور میں اس کی بہن بھی اور بھابی بھی۔" فرح نے قدرے مسکراتے ہوئے اس خوبرو اور شکیل نوجوان کو دیکھا۔

"سوری....." ریاض ہاتھ ملاتے ہوئے بولا..... "ہماری وجہ سے رابی میٹنگ اٹینڈ کر سکی۔"

یوسف کا غصہ ہرن ہو چکا تھا..... اور وہ ایک ٹک اس نوجوان کو دیکھ رہا تھا جو را کا بھائی بھی تھا باپ بھی تھا سرپرست بھی تھا..... منصورہ اور داؤ جی کی باتیں اس کے میں گونجنے لگیں.....

اور یوسف..... پریشان پریشان ریاض کو تکے جا رہا تھا۔

جس کے متعلق اس کے ذہن میں انتہائی گھناؤنی غلط فہمی نے جنم لے لیا تھا۔

یوسف کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ وہ پریشان بھی تھا پشیمان بھی۔ اس نے غلط فہمی کا ہو کر ایک معصوم سی لڑکی پر ظلم کیا تھا۔ اس کے ساتھ بہیمانہ رویہ اپنایا تھا۔ اسے قدم پر ذلیل کیا تھا..... کونسی تحقیر تھی جو اس کی جھولی میں نہ ڈالی تھی..... ذلت و ئی تو ایک طرف اس نے تو اس کی خوشیاں بھی چھین لی تھیں..... سالگرہ کا واقعہ اس ہن پر ہتھوڑے برسا رہا تھا

لیکن

ان ساری اذیتوں کے باوجود اس کے من کے اند کسی گوشے میں خوشی بھی چمک تھی۔ رابی اور ریاض جو اس کے ذہن میں نوکیلے کانٹوں کی طرح چبھتے رہتے تھے۔ مطلع صاف ہو گیا تھا۔ غلط فہمی اور شک رفع ہوتے ہی یوسف اپنے آپ کو ہلکا پھلکا ں کرنے لگا تھا۔ اب یہ بھی احساس واضح اور شدید ہو گیا تھا۔

کہ

وہ

رابی

کو

دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہے۔ روز اول ہی وہ اس کے دل میں بس گئی تھی۔ کتنا وہ اس حقیقت سے آنکھیں چراتا رہا تھا۔ اپنے آپ کو دھوکا دیتا رہا تھا..... اعتراف نے سے گریزاں رہا تھا۔

لیکن

اب

اب وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ محبتوں اور چاہتوں کا غلبہ اتنا شدید تھا کہ انکار کی ں ہی نہ تھی۔

رات بھر اسے ٹھیک سے نیند نہیں آئی۔ کبھی کروٹیں بدلیں۔ کبھی اٹھ کر ٹہلا۔

کبھی ٹیرس پر نکل آیا اور چاندنی کے فسوں میں کھو کر چاند ستاروں کو تکتا رہا۔ ہر طرف اسے رابی ہی کا چہرہ نظر آتا تھا۔ کبھی افسردہ کبھی خاموش اور کبھی آنسوؤں سے دھویا ہوا۔

یہ

ساری اذیتیں اس نے تو اسے دی تھیں۔ ہنسی اور مسکراہٹ تو اس نے اس کے لبوں پر بھولے سے بھی نہ دیکھی تھی۔ کتنی سہمی سہمی ڈری ڈری رہتی تھی وہ۔ اب تو کبھی کھل کر بات بھی نہ کی تھی۔ کام کیا اور چل دی۔

بس!

صبح وہ آفس میں جلد ہی آ گیا۔ ان دنوں سلینہ بھی اس سے بیگانہ سی رہتی تھی۔ اور واپسی کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ اس کے ایک دم بدلے رویے سے یوسف بہت کچھ سمجھا ہوا تھا۔ لیکن مصلحت اسی میں سمجھی تھی کہ خاموشی سے ہی سب کچھ تکے جائے..... سلینہ کے اس طرح واپس جانے کا اسے افسوس ضرور تھا۔ لیکن وہ دکھی ہرگز نہیں تھا۔ بلکہ اسے لگ رہا تھا کہ اس کے جانے کے بعد اس کا ذہن ہر طرح کے بوجھ سے آزاد ہو جائے گا.....

وہ

دفتر میں آ چکا تھا۔ لیکن کوئی فائل کھولی تھی نہ کاغذات چیک کئے تھے۔ کرسی میں ہولے ہولے ادھر سے ادھر گھوم رہا تھا..... ابھی رابی نے کام لینے آنا تھا۔ وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ کافی دیر گزرنے کے بعد دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ پھر حسب معمول رابی کی سہمی ہوئی آواز آئی

"آ جاؤں سر....."

"یس....." اس نے قدرے خوشگوار لہجے میں کہا۔

رابی دروازہ کھول کر اندر آئی فائل اس نے سینے سے لگا رکھی تھی نپے تلے قدم اٹھاتے آگے بڑھی اور یوسف کو سلام کیا۔

یوسف نے بغور اسے دیکھا۔ اس کی نظریں رابی کے لئے بچھ بچھ گئیں۔ لیکن رابی ان سب باتوں سے بے خبر تھی..... وہ تو اپنے معمول کے مطابق لیٹرز اور ڈکٹیشن لینے آئی تھی۔

میز کے دوسری طرف آ کر وہ رک گئی۔ فائیل میز پر رکھ کر کھڑی رہی۔

"بیٹھئے" یوسف نے ہاتھ سے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ دائیں ہاتھ والی کرسی سرکا کر بیٹھ گئی۔ اور ہاتھ میں پکڑے پن کو فائل پر یونہی ...نے لگی۔ چند لمحے خاموش رہی۔

لیکن یہ خاموشی چپ نہ تھی۔ یوسف برابر اسے بغور تکے جا رہا تھا۔

اس نے نظروں کی حدت محسوس کیا اور آہستگی سے بولی "سر..... آج....."

"آج....." وہ مسکرا کر بولا..... "کوئی کام نہیں ہو گا۔"

"سر....." اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی سرخ سرخ آنکھیں دیکھ کر وہ ڈر گئی۔

"ہاں رابی....." اس نے آج پہلی بار اسے بے تکلفی سے پکارا۔

"جی....." وہ کچھ نہ سمجھی۔

"کام تو آپ نے اسی دن سارا کر لیا تھا....."

"کس دن سر....."

"جس دن آپکی برتھ ڈے تھی....."

"اوہ..... آپ کو کس نے بتایا سر....."

"کسی نے بھی....."

"میری برتھ ڈے کا کیا....." ہوئی ہوئی نہ ہوئی نہ سہی۔

"رابی..... آپ اس دن بتا دیتیں۔ تو شاید میں کام دوسرے دن پر ڈال دیتا۔ آپ ...بتایا ہی نہیں تھا۔ کہ آپ چھٹی کیوں لے رہی ہیں....."

"کوئی بات نہیں سر....." وہ اس کے نرم لہجے سے پریشان ہوئی جا رہی تھی۔

یوسف خاموشی سے اسے تکے گیا۔

چند لمحوں کی خاموشی بھی اک بار تھی۔ اسی لئے رابی نے فائل کھولی..... لیکن ...رے ہی لمحے یوسف نے ہاتھ بڑھا کر فائل ایک طرف کر دی۔

رابی کا دل اچھل گیا۔ اس نے یوسف کی طرف دیکھا جو بڑے مسحور کن انداز میں ...ا رہا تھا۔ وہ ڈر گئی.....

"رابی....." وہ چند لمحوں کے توقف کے بعد بولا

"یس سر....." اس نے سنبھلتے ہوئے سر جھکا لیا۔

"آپ اس دن گھر جانا چاہ رہی تھیں نا"

"ج..... جی....."

"ایک بات پوچھوں....."

"جی....."

"مجھے اب تک یہی پتہ چلا تھا کہ آپ اس دنیا میں بالکل اکیلی ہیں۔ آپ کا کوئی نہیں۔ اسی لئے آپ کے ساتھ کسی گھر کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔"

رابی نے ایک گہری سانس لی۔ اور چپ بیٹھی رہی۔

"رابی" وہ پھر بے تکلفی سے بولا۔

"جی"

"آپ اپنے متعلق بتانا پسند کریں گی۔ آپ کون ہیں کہاں سے آئی ہیں آپ کے عزیز رشتہ دار....."

"ہوں گے سر..... رشتہ دار بھی عزیز بھی۔ لیکن میرا ریاض بھائی اور فرح کے سوا کوئی بھی نہیں....."

"آپ کراچی ہی کی رہنے والی ہیں....."

"نہیں سر یہاں تو دارلامان سے بھاگ کر پناہ لی تھی۔" اس کے منہ سے بے اختیارانہ نکل گیا۔ تو یوسف انتہائی تجسس سے اصرار کرتے ہوئے بولا "دارلامان! کچھ بتایئے نا"

"جی سر..... میرے ماں باپ ایک ایکسیڈنٹ میں مارے گئے..... میں بچ گئی۔ کسی مہربان رشتہ دار نے درالامان پہنچا دیا....."

یوسف نے اس کی پوری کہانی سننے پر اصرار کیا۔

رابی حیران ہوئی اتنا اکھڑ اور انتہائی ترش رو یوسف آج اس قدر مہربان اور ہمدرد کیسے ہو گیا تھا۔ مزاج کی یہ ایکا ایکی تبدیلی کیا معنی رکھتی تھی۔ کیا یہ بات بھی وقتی تھی؟

یوسف نے پھر اصرار کیا

تو

رابی نے اپنی داستان حیات رکتے جھجکتے اسے سنا ہی ڈالی۔ یوسف کبھی حیران ہوا۔ کبھی چپ کا چپ رہ گیا۔ کبھی رابی کی بلند ہمتی کی بے اختیارانہ داد دے ڈالی۔ اسے خوشی

ہوئی تھی کہ رابی کسی ایرے غیرے خاندان کی لڑکی نہیں..... بلکہ اس کے ماں باپ صاحب حیثیت بھی تھے اور ڈاکٹر بھی..... اسی لڑکی سے اپنے رویوں کی وجہ سے اسے اور بھی ندامت اور پشیمانی محسوس ہو رہی تھی۔

رابی بھی اپنی کہانی کہتے کہتے افسردہ سی ہو گئی تھی۔

وہ چپ ہوئی تو یوسف بڑی رسانیت سے بولا "کافی پئیں گی۔"

"شکریہ سر" حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے رابی نے کہا۔

لیکن

اس کے انکار کے باوجود یوسف نے گھنٹی بجائی۔ تھوڑی دیر بعد امیر دین آ گیا۔

"عمدہ سی کافی بنا کر لاؤ ہم دونوں کے لئے" اس نے آرڈر دیا۔

"بہت اچھا جناب ابھی لایا" امیر دین واپس ہوتے ہوئے بولا۔

"آج موسم بہت اچھا ہے" یوسف نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے سرسری سی بات کی۔

"جی سر..... آج خلاف توقع موسم بہت اچھا ہے" وہ ایک نظر اس پر ڈالتے ہوئے بولی۔

یوسف اس کی ذو معنی بات پر صرف مسکرا کر رہ گیا۔

یہ مسکراہٹ رابی کو اجنبی اور عجیب سی لگی.....

کچھ دیر یوسف ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ اس نے مما کے آنے کا ذکر بھی کیا۔

"کب آ رہی ہیں میڈم" رابی نے پوچھا۔

"اس ہفتے..... شاید بدھ کو آ جائیں....."

"ہوں"

"اور شاید....." وہ پھر بولا۔

رابی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اس کے دو ایک دن بعد سلینہ واپس چلی جائے" یوسف نے بغور رابی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس کی نگاہوں کی تپش سے وہ پریشان ہو گئی.....

"سلینہ واپس جا رہی ہیں۔" وہ قدرے توقف کے بعد اس انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"جی" اس نے یونہی کہہ دیا۔

"مس سلینہ واپس جا رہی ہیں..... رابی....." وہ بولا۔

رابی کو الجھن سی ہونے لگی..... آخر اتنی مہربانیوں اور بے تکلفیوں کے پس پردہ کیا جذبہ تھا؟

"آپ نے کچھ کہا نہیں..... وہ چند لمحے اسے تکے جانے کے بعد بولا۔

"جی"

"سلینہ واپس جا رہی ہے....."

"سر..... ان کی مرضی..... یہاں رہیں یا واپس چلی جائیں....."

وہ شوخ سی مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتے ہوئے بولا "آپ کو کچھ فرق نہیں پڑے گا۔"

"جی....." وہ بے طرح گھبرا گئی۔

"اچھا چھوڑیئے....." وہ زیر لب مسکرایا۔

رابی ڈر سی گئی..... اسے یوسف کے رویے اور باتوں کی جیسے سمجھ ہی نہ آ رہی تھی۔

یوسف نے شاید اس کی پریشانی محسوس کر لی۔ اس لئے کرسی پر ٹھک سے بیٹھتے ہوئے اس کی فائل اپنے سامنے سرکاتے ہوئے بولا "چلئے صاحب باتیں بہت ہو لیں۔ اب کچھ کام کر لیا جائے....."

"یس سر....." رابی بھی سیدھی ہو بیٹھی۔

دونوں کچھ دیر چمڑے کی مصنوعات ہی کو ڈسکس کرتے رہے۔ بیرون ملک ان کی ڈیمانڈ زیادہ تھی۔ اس لئے ان کی پروڈکشن بڑھنے کی ضرورت تھی۔ رابی کا تعلق گو ان باتوں سے براہ راست تو نہیں تھا۔ لیکن چونکہ یوسف بول رہا تھا اس لئے وہ ہمہ تن گوش تھی۔

امیر دین کافی لے آیا۔ وہ پرلی میز پر ٹرے رکھ کر کافی بنانے کو تھا کہ یوسف بولا

"تم جاؤ..... جب پینا ہو گی ہم بنا لیں گے۔"

"اچھا جناب۔ امیر دین چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی یوسف اپنی کرسی سے اٹھا..... اور میز کے گرد گھوم کر اس

فے پر آ بیٹھا جس کے سامنے رکھی میز پر امیر دین کافی رکھ گیا تھا۔

"رابی" اس نے پکارا۔

"جی"

"ادھر آ جایئے"

رابی اٹھی..... اور جھجکتے ہوئے ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"اب بنایئے کافی....." یوسف مسکرایا۔

رابی کا جی چاہا اس سے پوچھے "سر ان عنایتوں اور نوازشوں کا مطلب کیا ہے؟"

لیکن

خوشی کے جو لمحے اسے میسر آ رہے تھے وہ انہیں بھی تو داؤ پر لگانا نہیں چاہتی تھی۔

لئے میز اپنی طرف کھسکائی۔

اور

نفیس مگوں میں کافی بنانے لگی۔

اس نے ایک مگ یوسف کی طرف بڑھایا۔ یوسف نے مگ پکڑا۔ تو اس کا ہاتھ

کی انگلیوں سے چھو گیا۔

رابی کا ہاتھ کانپ گیا چہرہ سرخ ہو گیا آنکھیں جھک گئیں.....

بجلی کی لپک یوسف نے بھی محسوس کی۔ لیکن وہ شرمایا نہ لجایا..... بلکہ بڑی شوخی سکراتے ہوئے بولا.....

"رابی آپ تو کافی گرانے لگی تھیں۔ کیا بات ہے۔"

"کچھ نہیں سر"

"اوں ہوں..... کچھ تو ہے"

"جی نہیں....."

"میں بتاؤں"

"کیا؟"

"آپ حیران ہو رہی ہیں..... ہیں نا....."

وہ چپ رہا

"ہو رہی ہیں نا....." وہ مسکرایا

"جی ہاں..." اس نے جرأت کر کے کہہ ہی دیا۔

"کس بات پر..." وہ شوخ ہوا جا رہا تھا...

"بس حیران ہو رہی ہوں" وہ سر جھکاتے ہوئے مگ میں چمچ سے چینی ہلاتے ہوئے بولی۔

"بتائیں گی نہیں..."

"ضرورت تو نہیں..."

"میں بتا دوں..."

"جی... نہیں، میں نے کہا نا ضرورت نہیں..."

"کیوں"

"مزاج ہی کی بات ہے نا... بدلتے دیر تھوڑا ہی لگتی ہے۔" وہ ہمت کر کے کہہ ہی گئی۔

یوسف نے مگ میز پر رکھتے ہوئے اسے بغور دیکھا اور ہولے سے بولا "آپ بڑی ذہین ہیں۔"

"شکریہ" وہ اسی انداز میں بیٹھے بیٹھے بولی۔

کچھ دیر ایسی ہی باتیں ہوتی رہیں۔ یوسف گو دل سے سنجیدہ تھا۔ لیکن رابی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ یہ مہربانی یہ عنایت اور یہ لگاؤ مزاج کے تنوع کا حصہ بھی ہو سکتے ہیں... تنگ کر کر کے سبکی اور تحقیر کر کر کے دل بھر گیا تو رخ ادھر کو موڑ لیا۔ بڑے لوگوں کی بڑی باتیں۔ ورنہ راتوں رات کیا ہو گیا تھا۔ جو مزاج میں اتنی تبدیلی آ گئی...

کافی پینے کے بعد بھی دونوں وہیں بیٹھے رہے...

یوسف پھر کام کی طرف آتے ہوئے بولا "رابی..."

"جی"

"اگلے دن تین دن ہمیں باہر والے آفس میں کام کرنا ہے۔ انعام مینشن..."

"ٹھیک ہے سر..."

"آپ صبح میرے ساتھ ہی چلی جایا کیجئے گا۔"

"سر دوسری گاڑی بھی تو جاتی ہے..."

"میرے ساتھ جانے میں کوئی ہرج... کوئی اعتراض..."

"میری کیا مجال سر... ویسے ہی کہہ دیا... میں آپ کے ساتھ ہی چلی جایا کروں گی"

"آپا بھی میرے ساتھ ہی کریں گی۔"

"جو حکم..."

"بڑی فرمانبردار ہیں۔"

"ہمیشہ سے ہوں۔"

"سچ؟" وہ خوشی سے جیسے جھوم کر قدرے آگے کو ہوتے ہوئے بولا۔

رابی پیچھے ہٹ گئی... یوسف بھی سنبھل گیا۔

تھوڑی دیر بعد دونوں واپس میز پر آ بیٹھے۔

یوسف نے ایک لیٹر لکھوایا... اور چند پوائنٹس دیئے... یہ تھوڑا سا کام ہی آج کے لئے تھا...

"لیٹر کب چاہئے سر..." رابی اٹھنے کو تھی۔

"جب چاہیں شام تک دے دیں..."

"چند منٹ کا کام ہے ابھی کر دوں؟"

"ابھی نہیں..."

"کیوں؟"

"ابھی آپ یہیں بیٹھیں... کیانی آنے والا ہو گا۔ وہ دوسرے دفتر کی ڈاک یہیں لا رہا ہے..."

"رابی پھر بیٹھ گئی۔ فائل بند کر کے اس نے اپنے سامنے کر لی۔ آج یوسف اس کے لئے معمہ بنا جا رہا تھا... اور وہ چپ چاپ بیٹھی اسی کے متعلق سوچے جا رہی تھی۔

آدھ گھنٹے بعد کیانی آ گیا... اس نے ڈاک یوسف کے سامنے رکھ دی۔ لیکن اس میں کوئی خط بھی رابی کے لئے نہیں تھا...

"میں جاؤں سر..." اس نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

یوسف نے گہری نگاہ اس پر ڈالی اور بولا "جایئے..."

وہ مڑی

تو

یوسف نے یاددہانی کرائی کل انعام مینشن جانا ہے۔ آٹھ بجے تک تیار رہئے گا۔"

"جی اچھا....."

وہ کمرے سے نکل گئی۔

واپس آکر اس نے خطوط تو چند منٹوں میں ٹائپ کر لیا۔

لیکن

گھنٹوں سوچنے پر بھی جان نہ پائی کہ یوسف کو آج ہوا کیا؟ کیا وہ سنجیدہ تھا؟ یا وقتی دل بہلاوے کے لئے ایسی باتیں کر رہا تھا..... ؟

رابی کا کام تقریباً دو بجے ختم ہو گیا۔ وہ تین دنوں سے انعام مینشن یوسف کے یہاں والے دفتر میں آ رہی تھی۔ صبح یوسف ہی کے ساتھ آتی اور دو بجے اسی کے ساتھ واپس جاتی۔ ان تین دنوں میں یوسف کی مہربانیاں اور شفقتیں جو محبت ہی کا دوسرا نام تھیں بہت بڑھ گئی تھیں۔ گو رابی انہیں محبت کا نام دیتے ہوئے ڈرتی تھی۔ لیکن کچھ باتیں ایسی بھی تو ہوتی ہیں جو بے نام ہوتے ہوئے بھی بڑا نام رکھتی ہیں۔ کچھ نہیں سمجھتے ہوئے بھی بڑے بڑے دقیق نکتے سمجھا دیتی ہیں۔

محبت ہو جانا کوئی ایسی بڑی بات نہیں..... یہ فطری عمل ہے..... کسی غیر محسوس سے واقعے یا بات سے بھی وقوع پذیر ہو سکتا ہے..... کوئی ادا پسند آجائے تو محبت کی بنیاد بن جاتی ہے۔ کوئی حرکت دل کو چھو جائے تو محبت کی آبیاری ہو جاتی ہے..... رابی کے لئے یہ بات قطعاً" حیران کن نہ تھی۔

حیرانی تو اسے اس بات سے تھی کہ یوسف یکسر بدل گیا تھا۔ اور وہ بھی ایکا ایکی نہ کوئی بات ہوئی تھی' نہ کوئی وقوعہ پیش آیا تھا۔ نہ ہی کوئی غیر معمولی حرکت سرزد ہوئی تھی۔

پھر

پھر؟

اسے کیا ہوا تھا..... اتنی بے تکلفی اتنی مہر و محبت۔ رابی تو وہی تھی۔ یوسف بھی وہی تھا.....

لیکن

اب وہ تو جیسے اس کا دیوانہ ہو رہا تھا.....

یہ دیوانگی

یہ جنون محبت

یہ بیساختگی مروت

رابی کو یقین نہیں آتا تھا کہ یہ سب کچھ سنجیدگی سے ہو رہا ہے۔ وہ اب بھی یہی

سمجھتی تھی کہ مزاج شاہاں میں کوئی جدت واقع ہوئی ہے۔ چند دن وہ ایسے رویوں سے محظوظ ہو گا

اور

پھر

وہ

وہی رابی ہو گی

جس کے پیچھے وہ ہاتھ دھو کر پڑا تھا۔ سبکی و تذلیل کا کوئی موقع نہ گنواتا تھا۔ دوسروں کے سامنے رسوائیاں اس کی جھولی میں ڈال کر حظ اٹھاتا تھا۔

اسی لئے

قربتوں کے باوجود رابی مخصوص فاصلے اپنانے پر مجبور تھی وہ جس طرح ذات و رسوائی جھیل رہی تھی اسی طرح اب خلوص و پیار کے مظاہرے برداشت کر رہی تھی.....

اس کی محبت اپنی جگہ اٹل تھی

لیکن

وہ یوسف کی محبت پر یقین کرنے کو تیار نہ تھی۔ اس نے بہت سوچا تھا۔ دن رات غور کیا تھا..... اپنے اور یوسف کے درمیان جو فرق تھا اس کو اچھی طرح جانچا اور سمجھا تھا۔ اس لیئے وہ چپ چاپ بغیر کسی جوابی رویے کے سب کچھ تکے جا رہی تھی.....

اس دن وہ کام ختم کر کے اٹھی.....

وہ اکثر کام ختم کر کے لاؤنج میں آ بیٹھتی تھی۔ ریسپشن پر بیٹھی لڑکی سے کبھی گپ شپ ہو جاتی کبھی کوئی کلائنٹ بیٹھا ہوتا تو اس سے بات چیت کر کے وقت گزارتی.....

یوسف عام طور پر اڑھائی تین بجے تک آفس سے باہر آتا تھا۔

رابی لاؤنج میں آئی..... تو اسے پتہ چلا کہ ایک گاڑی انعام پیلس جا رہی ہے۔ رابی کو زوروں کی بھوک لگ رہی تھی۔ آج صبح دیر ہو جانے کی وجہ سے ناشتہ نہیں کیا تھا..... یوسف سے ملنے ایک اور پارٹی آئی بیٹھی تھی۔ جہاں تک رابی کا خیال تھا یوسف چار بجے سے پہلے فارغ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس نے سوچا گاڑی تو جا ہی رہی ہے کیوں نہ وہ اسی میں چلی جائے۔ وہ مین گیٹ کے قریب کھڑے ڈرائیور کے پاس آئی۔

"سلطان" اس نے کہا۔

"جی" وہ مودبانہ بولا۔

"تم انعام پیلس جا رہے ہو نا۔" وہ بولی۔

"جی..... یہ بنڈل گھر پہنچانے ہیں۔" اس نے سیٹ پر رکھے پیکٹس کی طرف اشارہ کیا

"میں نے بھی جانا ہے ذرا رکو"

"بہتر جناب"

"میں سر کو بتا آؤں"

"اچھا جی..... میں انتظار کرتا ہوں۔"

رابی مڑی.....

اور

ماربل لگی چمکتی لاؤنج میں سے ہوتی یوسف کے دفتر کی طرف آئی۔

دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

"یس" یوسف بولا۔

رابی نے دروازہ تھوڑا سا کھولا۔

تو

وہ مسکراتے ہوئے بولا "کیوں؟"

"سر" وہ آہستگی سے بولی۔

"ہوں"

"ایک پارٹی آپ سے ملنے آئی ہے۔"

"مجھے اطلاع ہو چکی ہے۔"

وہ چند لمحے چپ رہی

یوسف بولا "کیا بات ہے رابی"

"سر..... ایک گاڑی گھر جا رہی ہے۔"

"ہاں مجھے پتہ ہے سلطان کو میں نے بنڈل دے کر بھیجا ہے۔"

"سر..... وہ ابھی یہیں ہے۔"

"بس جانے والا ہی ہو گا....."

"سر..... آپ اجازت دیں تو..... میں بھی اس کے ساتھ چلی جاؤں"

"کہاں؟"

یوسف کی آواز ایک دم ہی تیز ہو گئی۔

رابی گھبرا کر بولی "سر گاڑی گھر جا رہی ہے۔ میں بھی گھر....."

اس نے گھور کر ایک تلخ نگاہ رابی پر ڈالی۔ رابی بے طرح گھبرا گئی۔

"وہ..... دراصل....."

"میرے ساتھ جانے میں اعتراض ہے کوئی" وہ غرایا..... "رابی ڈر گئی۔ لگا پہلے والا یوسف پھر کہیں سے آن دھمکا ہے۔"

اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا "تو سر....."

"جا کر بیٹھیے..... آپ میرے ساتھ ہی جائیں گی....." وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔

پھر قدرے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے کہا "ہاں اگر آپ میرے ساتھ نہیں جانا چاہتیں۔ تو بے شک چلی جایئے....."

اس نے فائل پر کچھ لکھنے کو سر جھکا لیا۔

رابی چند لمحے کھڑی رہی..... وہ ناراض ہو گیا تھا۔

رابی دروازہ پھیر کر ہٹ گئی..... اس کا دل بے طرح دھڑک رہا تھا..... یوسف کی ناراضگی اس نے ناحق مول لی تھی.....

وہ ایک آرام کرسی میں ڈھے سی گئی.....

یوسف اس سے ناراض ہو گیا تھا؟

کیوں؟

کیا اسے اپنے ساتھ لے جا کر اسے خوشی ہوتی ہے؟

تو

کیا

وہ سچ مچ اس پر مہربان ہو چکا ہے۔

اس سے.....

اس سے

واقعی

محبت کرنے لگا ہے؟

رابی کا سر کچھ بھوک اور کچھ ان خیالات کی یلغار سے چکرانے لگا۔ صوفے کی پشت پر گردن ڈال کر اس نے آنکھیں بند کر لیں.....

اس نے بالآخر یوسف کے ساتھ ہی گھر جانے کا فیصلہ کیا..... خواہ وہ دو گھنٹے بعد ہی فارغ کیوں نہ ہو..... آخر یوسف کی قربت اس کے لئے باعث انبساط تو ہوتی ہی تھی نا.....

خلاف توقع یوسف تین بجے کے قریب ہی فارغ ہو گیا..... آنے والی پارٹی سے کل چھ بجے سارے مذاکرات کرنا طے پائے۔ پارٹی کو باہر نکلتے دیکھا تو رابی صوفے میں سیدھی ہو بیٹھی..... بھوک کی وجہ سے اسے نقاہت محسوس ہو رہی تھی..... اسے خیال ہی نہیں آیا تھا..... کہ کینٹین سے چائے یا کھانے پینے کی کوئی چیز منگوا لیتی۔

کوئی پندرہ منٹ بعد یوسف کا ملازم دفتر سے فائلیں اٹھائے باہر نکلا اور اس کے دو ہی منٹ بعد یوسف بھی باہر آ گیا۔

رابی اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

یوسف نے اک نگاہ اس پر ڈالی..... لیکن ایک لفظ کہے بغیر آگے بڑھ گیا۔

رابی کے ہونٹوں پر ایک دلفریب سی مسکراہٹ بکھر گئی..... وہ اس سے واقعی ناراض ہو گیا تھا.....

وہ

ناراضگی کو طول نہ دینا چاہتی تھی۔

دوسرے یہ بھی ڈر تھا کہ وہ اسے یہیں چھوڑ گیا تو پھر رکشے پر گھر جانا پڑے گا۔ بھوک سے پہلے ہی دم نکلا جا رہا تھا..... اس لئے جلدی سے بیگ کندھے پر ڈالتے ہوئے اٹھی..... اور یوسف کے پیچھے آتے ہوئے بولی۔

"سر..... میں نے بھی جانا ہے۔"

"آپ گئی کیوں نہیں گاڑی تو گئی تھی۔" وہ جیسے منہ پھلائے تھا۔

رابی جانے کیوں اس کے رویے پر اترا سی گئی بولی "بس..... نہیں گئی۔"

یوسف کے چہرے پر مسکراہٹ لو دے گئی.....

رابی اس سے ایک قدم پیچھے چلتے ہوئے بولی "سر۔ مجھے ساتھ لے جائیں یا میں رکشے سے جاؤں....."

یوسف نے گردن موڑ کر مسکراتی ہوئی رابی پر ایک دلفریب نگاہ ڈالی اور کچھ کہے بغیر گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے ملازم کے ہوتے ہوئے رابی کے لئے گاڑی کا دروازہ کھولا.....

رابی اس اعزاز پر من ہی من میں جھوم اٹھی۔

ملازم نے فائلیں پچھلی نشست پر رکھ دیں۔ یوسف نے رابی کے برابر اپنی نشست سنبھالی اور ملازم کو چند ضروری ہدایات دینے کے بعد گاڑی چلا دی.....

رابی خاموش تھی۔ لیکن اس کا انگ انگ لہک رہا تھا۔ جانے کیوں آج یوسف سے خود بھی بے تکلف ہونے کو جی چاہ رہا تھا۔ بار بار وہ اسے تک رہی تھی.....

"آج اتنی جلدی کیا پڑ گئی تھی گھر جانے کی" یوسف مین سڑک پر آتے ہوئے بولا۔

"وہ....." رابی پہلے تو ہچکچائی پھر ہمت کر کے بولی "سر آج میں نے صبح ناشتہ نہیں کیا تھا۔ بہت بھوک لگ رہی تھی....."

"اوہ....." یوسف کو افسوس ہوا.....جلدی سے بولا "اب تک بھوکی بیٹھی ہیں....."

"آپ کے حکم کی تعمیل بھی تو کرنا تھی نا....." وہ ہولے سے مسکراتے ہوئے بولی۔

"پاگل لڑکی" وہ بولا "یہاں کینٹین سے کچھ منگوا لیا ہوتا.....یا مجھے ہی بتا دیا ہوتا کہ ناشتہ نہیں کیا....."

وہ ادائے ناز سے اپنے خوبصورت ریشمی بال جھٹکتے ہوئے اسے دیکھ کر ہولے سے بولی "معاف کیجئے گا سر۔ آپ کبھی وضاحت کرنے کا موقع بھی دیتے ہیں؟؟"

وہ ہنسا اور بولا "یہ بات ٹھیک کہی آپ نے....."

"رابی بھی نگاہیں نیچی کر کے مسکرا دی.....

گاڑی فاصلے سمیٹتی چلی جا رہی تھی۔ دونوں میں کبھی کبھی ذو معنی اور بے معنی بات کا تبادلہ ہو جاتا..... یوسف گاڑی انعام پیلس لے جانے کی بجائے تاج محل میں لے آیا.....

"سر..... گھر نہیں جانا" رابی اس کا مقصد سمجھ چکی تھی۔

وہ مسکرا کر بولا..... "گھر جانے تک بھوک سے آپ فوت ہی نہ ہو جائیں....."

"اتنی کمزور نہیں ہوں....."

"چلئے آج یہاں اکٹھے کھانا کھاتے ہیں۔ بھوک مجھے بھی بہت لگ رہی ہے....."

رابی پہلے تو جھجکی

لیکن

جب یوسف نے گاڑی سے اتر کر اس کی طرف کا دروازہ کھولا..... تو وہ بھی باہر آ گئی۔

تاج کے ایک خوبصورت اور رومانوی سے گوشے میں دونوں ایک ٹیبل پر آ بیٹھے..... بیرہ مینو بک لے آیا.....

یوسف نے اپنی مینو بک رکھ کر کہا "آپ آرڈر کریں۔ میں آج آپ کی پسند کا کھانا کھاؤں گا....."

رابی بولی "میری پسند کیا ہے سر۔ پیٹ بھر لیا بس..... آپ اپنی پسند کی چیزیں منگوائیں۔"

"نو....." وہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے بولا.....

"جو آپ منگوائیں گی۔ میں کھا لوں گا۔ ناپسند ہوا تب بھی زہر مار کر لوں گا۔

"یہ زیادتی ہے۔"

"مجھے منظور ہے۔"

رابی چپ ہو گئی۔

پھر

مینو دیکھنے لگی.....

ڈرتے ڈرتے اس نے چند ڈشیں آرڈر کیں۔

پھر

یوسف سے پوچھا "ڈرنک لیں گے۔"

"ضرور....." وہ بولا۔

"کونسی" رابی نے پوچھا۔

"شیمپین" وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"جی؟"

"کیوں؟ آپ کوک سیون اپ لیں۔ میں شیمپین....."

"آ..... آپ ڈرنک کرتے ہیں....."

"آپ بھی تو کرتی ہیں۔ اس میں ایسی حیرانگی کی کیا بات' آپ سیون اپ کوک ڈرنک کرتی ہیں..... میں....."

لیکن....."

"شراب" وہ ہنسا۔

رابی نے سرہلایا۔

"کیا فرق پڑتا ہے مس رابی احتشام....."

وہ سر نفی میں ہلا کر رہ گئی۔

تو

یوسف کھلکھلا کر ہنستے ہوئے بولا "ڈر گئیں۔"

"آپ کو شراب..... نہیں پینا چاہئے....." وہ جلدی سے کہہ گئی۔

"آخر کیوں" وہ مسکراہٹیں چھپاتے ہوئے بولا.....

"ہمارے مذہب میں منع ہے....."

"اوہ..... ٹھیک..... چلو نہیں پیتے....."

رابی نے یوسف کی طرف دیکھا..... وہ مذاق کے موڈ میں تھایا سنجیدہ اسے پتہ نہ چل سکا۔ آرڈر دینے کے بعد اس نے یوسف کی طرف دیکھا۔ جو بڑے ہی مسحور انداز میں اسے تک رہا تھا۔ "آپ خاصی سادہ لڑکی ہیں۔" وہ بولا۔

"جی....."

"مذاق بھی نہیں سمجھتیں....."

"یعنی آپ....."

"شیمپیئن نہیں پیتا..... یعنی ڈرنک ہی نہیں کرتا..... ہمارے گھر میں کوئی بھی نہیں پیتا..... آپ کے سامنے دعوتیں بھی ہوئی ہیں۔ لیکن شراب کا استعمال کبھی نہیں ہوا....."

"رابی نے اطمینان کا ایک سانس لیتے ہوئے کہا "کہا تو آپ نے اس طرح تھا جیسے عادی ہوں کھانے سے پہلے ڈرنک کرنے کے....."

وہ زیر لب مسکراتے ہوئے بولا "آپ کا ردعمل دیکھنا چاہتا تھا۔"

رابی نے اس پر ایک دلفریب نگاہ ڈالی

اور

نگاہیں نیچی کر کے مسکرانے لگی۔

کھانا آگیا۔

"واہ....." یوسف بولا "آپ کو کیسے پتہ چلا کہ یہ سب میری پسندیدہ ڈشیں ہیں....."

"واقعی؟" وہ جلدی سے بولی۔

"بالکل....."

"شکر ہے"

"کیوں"

"آپ کی پسندیدہ ڈشیں نہ ہوتیں تو آپ کو کھانا زہر مار کرنا پڑتا....."

یہ بات تو تھی..... آپکی خاطر کھانا پڑتا....."

یوسف کی بات پر رابی کترا گئی۔ اس کا دل اچھل اچھل گیا۔

سلینہ کندھے پر بیگ ڈالے گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ کہ یوسف ادھر آ گیا۔

"کہاں جا رہی ہو سلینہ۔" اس نے جلدی سے پوچھا۔

"بازار"

"شاپنگ"

"بس تھوڑی سی چیزیں رہ گئی تھیں۔ سوچا جا کر لے آؤں"

"تم واقعی واپس کی تیاری کر رہی ہو۔"

"بالکل....."

"کچھ دیر اور رک جاتیں ابھی تو مما بھی واپس نہیں آئیں"

"ان کے آنے کے بعد ہی جاؤں گی۔ دوسرے یا تیسرے دن"

"ہوں"

"ممی ڈیڈی کا کوئی فون آیا"

"ہاں کل ہی آیا تھا..... آنٹی ان سے مل چکی ہیں..... مونا بھی ان سے ملنے گئی....."

"اب بازار جا رہی ہو"

"جی ہاں"

"میں چلوں ساتھ....."

سلینہ نے ایک نگاہ یوسف پر ڈالی بیگانہ سی نگاہ یوسف کا دل ہلا گئی۔ اسے سلینہ ایک دم انتہائی اکیلی اور بیچاری بیچاری سی لگی۔ بڑا ہی ترس آیا اس پر۔ اس لئے قریب آتے ہوئے بولا۔

"چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

"میں چلی جاؤں گی۔ کل بھی گئی تھی۔"

"آج میرے ساتھ چلو۔ اچھی شاپنگ کراؤں گا۔"

"مرضی ہے چلو....."

وہ اسکے ساتھ گاڑی میں آ بیٹھا۔ سلینہ کے چہرے پر خوشی کا کوئی تاثر نہ تھا.....

یوسف خود ہی اس سے باتیں کرتا رہا۔

دونوں شاپنگ پلازہ پہنچے۔ یوسف تو ادھر ادھر گھومتا رہا۔ سلینہ نے اپنی مطلوب چیزیں خرید لیں۔

یوسف نے سلینہ کے لئے چند خوبصورت تحائف خریدے۔

تحائف اسے دکھائے تو وہ آہستگی سے بولی "ان کی کیا ضرورت تھی؟"

"تم جا رہی ہو نا"

"تو کیا ہوا"

"سلینہ"

"ہوں"

"تم مجھ سے ناراض لگتی ہو"

"نہیں....."

"کوئی بات تو ہے ورنہ دوستی....."

"دوستی ہے اور رہے گی"

"شکریہ"

"اس میں شکریئے کی کیا بات۔ ہم دونوں بچپن سے دوستی کے بندھن میں بندھے ہوئے ہیں....."

"سلینہ" یوسف نے چند لمحوں کے توقف کے بعد سنجیدگی سے کہا۔

"ہوں" وہ اسی انداز میں بیٹھے بیٹھے بولی۔

"میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے خوش نہیں ہو..... شاید..... میں نے....."

"زیادہ سوچنے کی ضرورت ہے نہ کچھ کہنے کی....." وہ مستحکم لہجے میں بولی "تمہارا کوئی قصور نہیں۔ شاید میں نے ہی کچھ حدود نادانستگی میں پھلانگ لی تھی۔ اس کا بھی مجھے افسوس نہیں۔ اس لئے کہ میرے قدم میری مرضی کے تابع ہیں اور میں نے جہاں تک لئے رک گئے....."

"سلینہ..... آئی ایم رئیلی ویری سوری....."

"مجھ پر ترس مت کھاؤ..... میری اپنی ذات ہے۔ وجود ہے..... میں کوئی بیکار شے نہیں ہوں۔"

یوسف چپ رہا۔

سلینہ بولی "ہمیں دوستی کی حدود کے اندر رہنا ہے۔ تم کبھی لندن آئے تو سلینہ میں کوئی فرق نہیں پاؤ گے....."

"تم بہت عظیم ہو" وہ بالآخر بولا۔

"شکریہ" وہ اک نگاہ تبسم اس پر ڈالتے ہوئے بولی۔

دونوں اسی طرح کی باتیں کرتے چلے جا رہے تھے۔ یوسف کا ضمیر شاید مطمئن نہیں تھا۔ اس لئے وہ اپنے رویوں کی تلافی کرنا چاہتا تھا.....

وہ سلینہ کے انکار کے باوجود اسے کھانے کے لئے ہولیڈے ان لے گیا۔ کچھ وقت انہوں نے وہاں گزارا۔ ہرچند کہ سلینہ لاپرواہی اور بے تکلفی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ لیکن یوسف صاف طور پر محسوس کر رہا تھا کہ وہ پہلی سی سلینہ نہیں رہی..... بہت سنجیدہ اور رنجیدہ ہو رہی ہے۔

لیکن

وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ بار بار دل کو ٹٹولتا..... سلینہ کے لئے دوستی کے جذبوں کے سوا وہاں کچھ نہ تھا۔ ہر جگہ تو رابی قدم جما چکی تھی..... گو اس بات کا اپنے آپ سے اعتراف یوسف نے بہت بعد میں کیا تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ شروع ہی سے رابی نے اس کے دل میں اپنا مقام بنا لیا تھا۔

ادھر ادھر کی باتوں کے درمیان کھانا ختم ہوا.....

یوسف بل ادا کر کے اٹھا۔ سلینہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی..... سلینہ جب سے آئی تھی کئی بار یوسف کے ساتھ کھانے کے لئے آ چکی تھی۔ ہمیشہ اس نے اس کے ساتھ سے فرحت تازگی اور تسکین محسوس کی تھی۔ لیکن آج لگ رہا تھا..... زبردستی وہ اس کے ساتھ بیٹھی کھانا زہر مار کر رہی ہے۔

گھر پہنچ کر سلینہ نے یوسف کے تحائف کھولے..... خوبصورت چیزیں تھیں۔ اس نے اس کا شکریہ بھی ادا کیا اور چیزوں کی تعریف بھی کی.....

اگلے دو تین دن یوسف نے سلینہ کو زیادہ سے زیادہ کمپنی دی۔ اس نے واپسی کا

ارادہ مصمم کر لیا تھا۔ بیگم انعام کے آنے کی دیر تھی۔ اور وہ دو تین دن ہی میں واپس آ رہی تھیں..... ان دنوں میں یوسف رابی سے دفتر تک ہی محدود رہا..... اسے کہیں گھمانے پھرانے نہیں لے جا سکا..... اسے تسلی تھی کہ وہ یہیں ہے..... سلینہ کے جانے کے بعد وہ اپنے آپ پر کوئی اخلاقی دباؤ محسوس نہیں کرے گا۔ وقت اپنا ہو گا..... اور حالات اپنے.....

بیگم انعام واپس آ گئیں۔ سلینہ اور یوسف انعام صاحب کے ساتھ انہیں ایئرپورٹ پر لینے گئے..... وہ سب سے اس طرح ملیں جیسے بہت عرصے کے بعد مل رہی ہوں.....

اسی رات کھانے کے بعد خاصی دیر تک محفل جمی۔

انعام صاحب تو جلدی اٹھ گئے۔ ہاں سلینہ اور یوسف دیر تک ان کے پاس بیٹھے رہے۔

سلینہ بار بار اپنے ممی پپا کا پوچھ رہی تھی۔

"وہ کیسے تھے آنٹی"

"بالکل ٹھیک"

"مجھ سے اداس نہیں ہوئے"

"بہت ہو رہے تھے۔ خاص کر تمہارے پپا..... اور ہاں تمہاری دو تین دوست بھی ملی تھیں۔ بہت پوچھ رہی تھیں....."

"بس اب میں جا ہی رہی ہوں۔"

"کیوں؟"

یوسف جلدی سے بولا "مما اس نے اپنا بوریا بستر باندھ رکھا ہے۔ آپ کے انتظار میں بیٹھی تھی..... کہ آپ آئیں اور یہ جائے۔"

"اے نہیں بیٹی" وہ بولیں "ابھی دو تین ہفتے تم اور رہو گی۔"

"نہیں آنٹی..... اب میرا جی اچاٹ ہو گیا ہے۔"

"میں مونا کی صحت یابی کی خوشی میں تقریب منانے والی ہوں....."

یوسف بولا "تو کیا مونا واقعی بیمار تھی؟"

"بس کچھ طبیعت ٹھیک نہ تھی"

"وہ تو جب بھی یہاں سے جاتی ہے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی کچھ عرصہ"

یوسف ہنسا۔

"بیچاری اداس ہو جاتی ہے۔" مما بیٹی کا ذکر بڑے پیار سے کرتے ہوئے بولی۔ "ہم لوگوں کو بہت مس کرتی ہے۔"

"آنٹی....." سلینہ مسکرائی۔

"جی" وہ پیار سے بولیں۔

"میں بھی مونا کی طرح اپنے ممی پپا کو بہت مس کر رہی ہوں۔"

یوسف نے اس پر اک نگاہ ڈالی سلینہ دوسری طرف دیکھنے لگی۔

اسے رکنے پر بیگم انعام نے بہت مجبور کیا۔ لیکن وہ معذرت کئے گئی.....

"آنٹی میں تو پہلے ہی چلے جانا چاہتی تھی..... اچھا نہیں لگا کہ آپ گھر پہ نہ ہوں اور میں چلی جاؤں"

"جیتی رہو....."

"لیکن اب میں نہیں رکوں گی۔ سارا بندوبست میں نے کر لیا ہے۔"

"کیا؟" یوسف بولا.....

"جی" سلینہ اطمینان سے بولی "واپسی کے سارے تکلفات میں نے پورے کر لئے ہیں۔ ٹکٹ بھی آ چکا ہے۔"

"واقعی" یوسف بولا "تم نے مجھے یہ بتایا ہی نہیں..... میں کر دیتا سارے انتظام"

"تم شاید مجھے رکنے کے لئے کہتے....." وہ بولی "اور میں اب ایک دن بھی اور رکنا پسند نہ کروں گی"

وہ چپ رہا

بیگم انعام نے ایک بھرپور نگاہ سلینہ پر ڈالی۔ وہ یقیناً خوش نہیں تھی۔

کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں

پھر

سلینہ بھی اٹھ کر چلی گئی۔

دونوں ماں بیٹا وہیں بیٹھے رہے۔ بیگم انعام چند لمحے کچھ کھوئی سی رہیں..... یوسف نے انہیں دیکھا اور پوچھا "کیا بات ہے مما....."

"مما نے ایک گہری نگاہ یوسف پر ڈالی اور بولیں "سلینہ ناخوش نظر آتی ہے"

"ہوں" وہ ہولے سے بولا۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہے....."

"جی....."

"تم نے اسے مایوس کیا ہے"

وہ چپ رہا

"اور میرا خیال ہے اسے پتہ بھی چل گیا ہے....."

"ہاں..... میرا بھی یہی خیال ہے"

"بری بات ہے"

"نہیں مما" وہ مستحکم لہجے میں بولا "یہ اچھا ہی ہوا۔ کوئی غلط فہمی نہیں رہنا چاہئے تھی....."

بیگم چند لمحے چپ رہیں۔

پھر ہولے سے بولیں "سلینہ کے والدین بھی منتظر تھے کہ شاید میں تمہارے لئے سلینہ کو ان سے مانگوں گی....."

یوسف سر جھکائے بیٹھا رہا۔

"اور تو اور مونا کا بھی یہی خیال تھا....."

"اسے آپ نے بتایا....." وہ جلدی سے بولا۔

"ہاں بتا دیا"

"کیا کہتی تھی"

"کہنا کیا تھا....."

"اسے بھی مایوسی تو نہیں ہوئی"

"مایوسی کیا ہونا تھی..... ان لوگوں کے نظریات ہم جیسے تو رہے نہیں..... پسند تمہاری بات تمہاری"

"اور....." وہ قدرے مسکراتے ہوئے بولا "آپ؟....."

"میں؟"

"ہاں آپ کی پسند....."

"یقیناً سلینہ مجھے بہت پسند ہے۔"

"مما....."

"ہوں"

"کیا صرف اس لئے کہ سلینہ بہت خوبصورت ہے اور ایک امیر والدین کی بیٹی بھی....."

بیگم انعام نے چونک کر بیٹے کیطرف دیکھا اور جلدی سے بولیں "تم ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتے۔ شکل و صورت کے ساتھ اگر پس منظر بھی اچھا ہو تو اور کیا چاہئے۔ ماں باپ خاندان بہت اہمیت رکھتے ہیں یوسف....."

یوسف کا حال ایک لمحہ کے لئے دھک سا ہوا..... رابی کے متعلق وہ مما کو کچھ بتا بھی دیتا۔ لیکن ان کی بات سن کر اس وقت کچھ کہنے کا حوصلہ نہ ہوا.....

رابی بے شک بہت خوبصورت تھی لیکن اس کے خاندان اور ماں باپ کا کسی کو کچھ پتہ نہ تھا یوسف کے لئے یہ بات قطعاً اہم نہ تھی

لیکن

مم؟

کیا وہ رابی کو کسی پس منظر کے بغیر قبول کرلیں گی؟

یہ بڑا دقیق اور اہم مسئلہ تھا۔ اس لئے اس پر گفتگو کرنے سے اس نے احتراز کیا۔ کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھی یہ بات۔

مما بھی شاید شک میں پڑ گئی تھیں۔ گھر میں دو ہی تو لڑکیاں تھیں سلینہ اور رابی..... کسی تیسری لڑکی کو اس نے یوسف کے ساتھ کبھی نہیں دیکھا تھا۔

تو

کیا

یوسف رابی میں دلچسپی رکھتا ہے..... اس کے لئے سلینہ جیسی لڑکی سے منہ موڑ لیا ہے.....؟

رابی اچھی لڑکی تھی۔ انہیں بھی پسند تھی۔ لیکن یہ پسند ان حدوں کو نہ چھوتی تھی کہ وہ ان کی بہو بن جائے۔

ایک ملازم لڑکی کے متعلق انہوں نے یہاں تک تو کبھی سوچا ہی نہ تھا.....

یوسف چند لمحے چپ بیٹھا رہا۔

"مما اب اٹھیں..... رات بہت ہو گئی ہے آرام کریں جا کر....." وہ بولا

"یوسف" وہ بولیں "بیٹھو ابھی"

"کل دیر تک بیٹھیں گے" وہ اٹھنے کو تھا۔

"نہیں..... میں نے تم سے کچھ باتیں کرنا ہیں....."

وہ بیٹھ گیا

لیکن کترایا کترایا سا۔ وہ جانتا تھا کہ مما اس سے کس موضوع پر بات کریں گی۔

"یوسف بیٹے" وہ کئی لمحے چپ رہنے کے بعد بولیں

"جی مما....." اس نے تعظیم سے کہا۔

"تم نے سلینہ....."

"مما میں نے کئی بار کہا ہے کہ وہ میری دوست ہے۔ بچپن سے میرے دل میں اس کے لئے خلوص' عزت اور دوستی کے پیار کے جذبات ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے..... لیکن....."

"لیکن کیا؟"

"یہ کہ میں ان جذبات کو کوئی دوسرا رنگ نہیں دے سکا۔ میں نے بہت سوچا۔ لیکن اس رنگ کو میرے ذہن نے کبھی قبول نہیں کیا....."

"ہوں....."

"کیا یہ ضروری تھا..... کہ وہ چونکہ میری دوست ہے دوست اور امیر فیملی کی بیٹی ہے۔ اس لئے میں اسے جیون ساتھی بنا لوں....."

"ہرج ہی کیا تھا....."

"ہرج تھا"

"یعنی....."

"مما....."

"ہوں"

"سنئے"

"کہو....."

"اول تو یہ کہ میں دوستی کو کسی دوسرے رشتے میں بدلنے پر قادر ہی نہیں تھا۔ دوسرے....."

"ہاں ہاں کہو....."

"دوسرے مجھے سلینہ کی کچھ عادتیں بھی پسند نہ تھیں۔ یہ عادتیں بحیثیت دوست تو گذارا کی جاسکتی ہیں لیکن بحیثیت بیوی کے نہیں....."

بیگم انعام نے ایک گہری نگاہ بیٹے پر ڈالی۔

اور

سنجیدہ اور پروقار لہجے میں بولیں..... "شادی اور چیز ہے بہت سی عادتیں لڑکی کو بدلنا پڑتی ہیں..... اور بہت سی لڑکے کو....."

"پتہ نہیں مما..... عادتیں بدلی جا بھی سکتی ہیں یا نہیں....."

"عادتیں، جبلتیں نہیں ہوتیں..... بدلی جاسکتی ہیں۔"

"ان کے لئے ایک عمر چاہیئے....."

"بہرحال تمہاری مرضی....."

"شکریہ"

"لیکن ایک بات ضرور پوچھوں گی"

"جی پوچھئے....." وہ قدرے خائف ہوتے ہوئے بولا۔

"کیا کوئی ایسی لڑکی پسند کرلی ہے جس کی عادتیں بدلنے کی تم ضرورت محسوس نہ کرو گے۔"

سوال براہ راست داغا گیا تھا۔

اس لئے

یوسف چند لمحوں کے لئے کچھ بوکھلایا..... لیکن جلد ہی اپنے اوپر قابو پاتے ہوئے بولا..... "یہ بات کسی اور وقت کریں گے مما....."

"ابھی کیوں نہیں....."

"بہت وقت پڑا ہے ابھی"

"میں زیادہ دیر انتظار نہیں کروں گی۔ بات اب طے ہو جانا چاہیئے۔"

"ٹھیک ہے"

"تو پھر....."

"کہا نا کسی وقت آرام سے بیٹھ کر بات کریں گے..... مجھے اس وقت نیند آ رہی ہے۔"

"جھوٹ مت بولو بیٹے....." وہ مسکرائیں لیکن یہ مسکراہٹ مصنوعی سی تھی۔ ان کا شک پختہ ہو گیا تھا کہ بیٹے کے من میں رابی ہی سمائی ہوئی ہے۔ اس لئے چند لمحوں کے توقف کے بعد بولیں.....

"شادی تو تمہاری ہو گی..... اور تم جہاں چاہو گے وہیں ہو گی۔ لیکن ایک بات ضرور ذہن میں رکھنا"

"جی مما....."

وہ اٹھتے ہوئے بولیں "لڑکی کی شکل و صورت اور عادات تو تمہارے معیار کا معاملہ ہے۔ لیکن اس کا پس منظر یعنی ماں باپ گھربار خاندان ہم سے کم بے شک ہو لیکن کم تر ہو....."

وہ بغیر یوسف کے جواب کا انتظار کئے کمرے سے نکل گئیں.....

اور

یوسف کتنی ہی دیر وہیں گم صم سا بیٹھا رہا۔

فرح جب سے رابی سے مل کر آئی تھی۔ اس کی زبان تعریفیں کرتے نہ تھکتی تھی۔
حالانکہ اس نے انعام محل اندر سے نہیں دیکھا تھا۔ صرف رابی والا پورشن ہی دیکھ پائی
تھی۔ پھر بھی وہ اتنی متاثر و مرعوب تھی کہ ہروقت رابی کے گھر ہی کی باتیں کرتی رہتی۔

"کتنا خوبصورت کمرہ ہے رابی کا"

"بیڈ' صوفہ' ڈریسنگ ٹیبل شاندار ہیں۔"

"کارپٹ اور پردے کتنے خوبصورت ہیں۔"

"اتنی عمدہ رہائش ساتھ اتنی زیادہ تنخواہ۔ خوش قسمت ہے رابی"

تعریفوں کے ساتھ اسے خدشہ بھی تھا۔ اس دن رابی بہت اداس و مایوس تھی۔
اس نے نوکری چھوڑ دینے کی بھی بات کی تھی۔ فرح کو ڈر تھا کہ جذباتی ہو کر وہ اتنی
شاندار نوکری کو چھوڑ ہی نہ دے۔ ایسی نوکری بھلا اسے کہیں مل سکتی تھی؟

فرح کو ایک حقیقی بہن کی طرح اس کی نوکری کی خوشی بھی تھی۔ اور فکر مندی بھی
کہ کہیں وہ نوکری چھوڑ ہی نہ دے۔ وہ کئی بار ریاض سے کہہ چکی تھی۔ کہ وہ یا تو رابی
گھر آنے کے لئے فون کرے یا اسے ایک بار پھر اس کے پاس لے جائے تاکہ وہ اسے
اچھی طرح سمجھا سکے کہ ایسے مواقع زندگی میں بار بار نہیں ملتے۔

اور

اور

پھر

اسے یوسف بھی تو بہت اچھا لگا تھا۔ باوجودیکہ اس کی سختی ہی کی وجہ سے ر
نوکری چھوڑنا چاہتی تھی۔

لیکن

فرح اسے حماقت ہی سمجھتی تھی۔ وہ تو یوسف کے متعلق کچھ اور ہی سوچنے
تھی۔ سہانے خواب دیکھنے لگی تھی۔ اس کا دل کئی بار چاہا کہ ان خوابوں کا ذکر ریاض

ے..... لیکن بات زبان پر نہ آتی..... انہونی سی جو لگتی تھی۔

لیکن اس دن وہ رابی کی باتیں کرتے کرتے یہ بات زبان پر لے ہی آئی۔

ریاض مائرہ کو گود میں لئے بیٹھا تھا۔

اور

فرح سبزی بنا رہی تھی' رابی کا ذکر چھڑ گیا۔

"بہت دنوں سے وہ آئی نہیں....." فرح نے رابی کے متعلق کہا۔

"کام زیادہ ہو گا" ریاض بچی کو پیار کرتے ہوئے بولا۔

"کسی دن پھر چلو نا اس کے ہاں"

"کیوں..... بہت اداس ہو گئی ہو"

"ہاں..... یا تو اسے فون کرو..... یا مجھے لے چلو..... کتنی بار کہا ہے"

"بار بار وہاں جانا اچھا نہیں لگتا..... وہ مصروف ہوتی ہے اس دن بھی وہ ہماری وجہ
سے میٹنگ پر نہ جا سکی۔ باس نے جانے اس کا بعد میں کیا حشر کیا ہو گا۔"

"اے ہے باس شکل سے تو ایسا لگتا نہیں....."

"کیوں۔ کیا اس کی شکل پر لکھا ہوتا کہ وہ کام لینے کے معاملے میں کافی سخت
ہے۔"

وہ چپ ہو گئی

پھر

چند لمحوں بعد مسکراتے ہوئے بولی "ریاض"

"ہاں"

"اب رابی کو شادی کر لینا چاہئے"

ریاض سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا "یہ کیا سوجھی جناب کو"

"کیوں؟" بہن ہوں اس کی سوجھے گی نہیں؟"

"تو پھر ڈھونڈو اس کے لئے کوئی مناسب سا رشتہ..... بہن بھی ہو بھابی بھی.....
تمہارا فرض ہے۔"

"رشتہ بھی تو کوئی ایسا ویسا نہیں چلے گا نا"

بالکل..... رابی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ اتنی اچھی نوکری پہ ہے اس کے لئے رشتہ بھی

تو اس کی حیثیت کا چاہئے.....“

”جو ہمارے اردگرد تو ہے نہیں...“

”پھر بھی.....“

وہ چند لمحے چپ رہی پھر سبزی بناتے بناتے ہاتھ روک کر مسکرائی اور بولی ”ا
رشتہ میں نے دیکھا ہے ریاض.....“

”کہاں؟ کون ہے وہ؟“ ریاض جلدی سے بولا۔ ”رابی کے سٹینڈرڈ کا ہے؟“

وہ پھر مسکرائی اور شوخی سے بولی ”پتہ نہیں رابی اس کے سٹینڈرڈ پہ پوری ا
ہے یا نہیں.....“

”تمہارا مطلب کس سے ہے؟“

وہ ہنس کر بولی ”اس کے باس سے۔“

”کیا؟“ ریاض اس کی بات سن کر جیسے بھونچکا سا رہ گیا۔

”ہائے ریاض۔ کتنا ہینڈسم ہے وہ۔ اس دن دونوں کھڑے تھے تو میرے دا
دونوں کی جوڑی بہت اچھی لگی۔“

”پاگل ہو تم تو..... کہاں وہ اور کہاں رابی“

”کیوں رابی کسی سے کم ہے شکل و صورت.....“

”پگلی صرف شکل و صورت سے بات نہیں بنتی۔ وہ اونچے [illegible] کروڑوں
مالک اور رابی ان کی ایک ملازمہ.....“

”تو کیا ہوا..... کبھی کبھی حسن اتفاق.....“

”حسن اتفاق افسانوں میں تو ہو جاتا ہے لیکن حقیقت کی دنیا میں نہیں.....“

وہ کچھ مایوس سی ہوئی۔

پھر منہ بناتے ہوئے بولی۔ ”ہرج بھی کیا ہے جو یہ بات ہو جائے۔“

”تم الٹی سیدھی باتیں مت سوچا کرو..... کہیں یہ بات رابی کے دماغ میں بھ
ڈال دینا.....“

”اے ہے“ میں اتنی بے وقوف تو نہیں..... دل چاہتا تھا..... کہ رابی کا رشتہ ا
کے باس سے ہو جائے..... تو کتنا خوبصورت جوڑا بنے.....“

”انہونی باتیں سوچا نہیں کرتے۔ دل کو سمجھایا کرتے ہیں.....“

ریاض نے اسے اچھا خاصہ لیکچر دے ڈالا..... وہ چپ چاپ سنتی رہی..... مسکراتی
رہی اور جھلاتی بھی رہی..... سہانے خواب دیکھنے میں کسی کا کیا بگڑتا تھا.....

مائرہ ریاض کی گود میں ہی سو گئی تھی۔ اس نے اسے آہستگی سے پلنگ پر لگا کر
یا۔ فرح بھی سبزی کاٹ کر اٹھی۔ دوپہر کا کھانا بنانا تھا۔ آج ریاض کو چھٹی تھی۔
ں خود بھی مائرہ کے ساتھ لیٹ کر اخبار دیکھنے لگا

اور

فرح باورچی خانے میں چلی گئی.....

کھانا بناتے ہوئے بھی وہ رابی اور یوسف ہی کی جوڑی بنا رہی تھی۔ جانتی تھی۔ یہ
ممکنات میں سے نہیں۔ پھر بھی دل تھا کہ یہ بات سوچنے پر جیسے مجبور کر دیا تھا۔
ی کبھی کبھی ہونی بھی تو ہو جاتی ہے.....

وہ کھانا بنا ہی رہی تھی۔ کہ باہر دروازے پر دستک ہوئی۔

”کون؟“ فرح کے پوچھنے سے پہلے ہی کمرے سے ریاض نے آواز لگائی۔

”کھولئے دروازہ ریاض بھائی“ یہ رابی کی آواز تھی۔

”آہا رابی آ گئی.....“ ریاض کے اٹھتے اٹھتے فرح باورچی خانے سے نکل کر ڈیوڑھی
رف دوڑی دروازہ کھولا۔

رابی حسب معمول دو تین رنگین پیکٹ لئے بیگ کندھے پر ڈالے کھڑی مسکرا رہی

دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئیں۔

”رابی..... عمر دراز.....“ فرح الگ ہوتے ہوئے مسکرائی۔

”اچھا.....“ رابی مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

”ہم تمہیں ہی یاد کر رہے تھے۔“

”سچ“

”ہاں بہت دنوں بعد آئی ہو نا“

”بس.....“

”کام زیادہ تھا“۔

”تو پھر آئی کیوں نہیں.....“

"مصروف تھی بہت" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ فرح نے محسوس کیا کہ آج رابی بے حد خوش ہے۔ اس کا انگ انگ جیسے خوشی سے مست ہے۔ آنکھوں میں بڑی رسیلی چمک بھی اس نے دیکھی۔

"کیا بات ہے" فرح نے پوچھا "آج پہلی بار تمہیں اتنا خوش دیکھ رہی ہوں....."

اس کے جواب دینے سے پہلے ہی ریاض آ گیا۔

رابی نے اسے دیکھتے ہی سلام کیا۔

جواب میں ریاض نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "تمہاری بھابی تم سے بہت اداس ہو رہی تھی....."

فرح جھٹ سے بولی "بھابی نہیں بہن....."

"اچھا یہی سہی..... دیکھو تم نے رابی کو دل سے یاد کیا اور وہ آ گئی....."

"بالکل" رابی شوخ لہجے میں بولی۔ "آج دل سے یاد کیا ہو گا نا..... پہلے یونہی یاد کر لیتی ہو گی"

"تم کیا جانو رابی..... میں تمہیں کتنا یاد کرتی ہوں....."

رابی نے فرح کو پیار کر لیا۔

تینوں باتیں کرتے ہوئے کمرے میں آ گئے۔ رابی پیکٹ پلنگ پر ڈالتے ہوئے مائرہ کی طرف بڑھی اور جھک کر سوئی ہوئی مائرہ کو پیار کر لیا۔

"رابی" فرح پیکٹ دیکھتے ہوئے بولی

"ہوں"

"یہ زیادتی ہے"

"کیا"

"ہر دفعہ تم یہ چیزیں....."

وہ بات کاٹ کر بولی "معاف کرنا تمہارے لئے کچھ نہیں ہے۔ یہ تو میری پیاری پیاری مائرہ کی چیزیں ہیں۔"

"ویسے" ریاض بولا "رابی واقعی ہر بار تم اتنے تکلف نہ کیا کرو....."

"یہ تکلف نہیں ہے بھائی" وہ بولی "تکلف تو غیروں میں ہوتا ہے۔ آپ سب تو میرے اپنے ہیں؟"

وہ چپ ہو گیا۔

تو رابی مصنوعی ناراضگی سے بولی "کیا آپ مجھے اپنا نہیں سمجھتے....."

"ہائے رابی ایسی باتیں تو نہ کرو....." فرح بولی

ریاض نے جلدی سے کہا "اور ہمارا ہے ہی کون رابی..... ایسا کبھی سوچنا بھی نہ....."

"چلو اسی خوشی میں چائے پیتے ہیں" رابی نے ہنس کر کہا۔

"میں ابھی بنا کر لاتی ہوں" فرح بولی

"میں بناتی ہوں....." رابی اس کے ساتھ مڑی۔

"تم بیٹھو۔ میں کچن ہی میں تھی۔ کھانا بنا رہی تھی۔" فرح بولی

"کھانا آج باہر کھائیں گے" رابی خوشی سے چہک رہی تھی "تم آج میرے مہمان ہو"

"لو اور سنو" ریاض بولا۔

"کچھ نہیں سننا ریاض بھائی" وہ بولی "کھانا میری طرف سے آج ہو گا۔ ہولیڈے ان میں"

"اوئی اللہ....." فرح بے اختیارانہ بولی "ہولیڈے ان میں..... کیا لاٹری نکل آئی ہے"

وہ شوخی سے اترا کر بولی "یہی سمجھ لو....."

پھر اس نے فرح کو کندھوں سے پکڑا اور گھما کر بولی "سمجھو لاٹری ہی نکل آئی ہے"

رابی

واقعی بہت خوش تھی..... اس کا انگ انگ مسکرا رہا تھا..... لگتا تھا ہواؤں میں تیرتی رہی ہے..... دھنک رنگوں میں ڈوبی ہے..... سنہری رنگیلے سہانے سپنوں کی تعبیر بنی ہے۔ وہ خوش تھی۔

کل

یوسف نے اپنے من کی بات جو کہہ دی تھی.....

وہ

کل اسے لانگ ڈرائیو پہ لے گیا تھا..... صبح کی فلائٹ سے سلینہ لندن چلی گئی تھی۔ پچھلے پہر وہ اسے ساتھ لے گیا تھا.....

"آج میں بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں" اس نے گاڑی میں برابر کی سیٹ پر بیٹھی رابی سے کہا تھا

"کیوں" وہ بولی تھی

"آج سلینہ واپس چلی گئی ہے۔"

"ہوں"

"تم خوش نہیں ہو" آج پہلی بار اس نے آپ کی جگہ رابی کو تم کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

"اس میں خوشی کی کیا بات" وہ سادگی سے بولی۔

"بنو نہیں....." وہ شوخ نظروں سے اسے دیکھ کر بولا.....

وہ چپ ہو گئی..... یوسف کی نوازشیں بڑھتی جا رہی تھیں..... لیکن اس کے باوجود وہ ابھی تک یقین نہ کر پائی تھی کہ جو کچھ وہ کہتا ہے یا کرتا ہے اس میں سنجیدہ بھی ہے۔ ویسے بھی پچھلے دو دن یوسف کچھ الجھا الجھا سا رہا تھا۔

یوسف کی الجھن مما کے اس فقرے سے تھی جو انہوں نے اٹھتے اٹھتے یوسف سے کہا تھا کہ لڑکی کا گھر بار ماں باپ اور خاندان ہم سے بے شک کم ہوں لیکن کم تر نہ ہوں۔

وہ خاصا پریشان ہوا تھا رابی کی بیک گراؤنڈ کے متعلق اسے یہی پتا تھا کہ وہ دارالامان سے کراچی آئی تھی..... اس کے ماں باپ ڈاکٹر تھے۔ اور بس..... اس کے علاوہ اسے کچھ پتہ نہ تھا۔ لیکن دونوں کی سوچ بچار کے بعد وہ مطمئن ہو گیا تھا۔ اس نے جو فیصلہ کیا تھا۔ اس پر کاربند تھا۔

دل کے فیصلے مستحکم ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن جو فیصلے دماغ کی معیت میں دل کرتا ہے ان کی پختگی اور استحکام میں شک کی گنجائش نہیں ہوتی..... اسی فیصلے کی روشنی میں اس نے اپنے آپ کو مما کے ہر سوال کے جواب کے لئے تیار کر لیا تھا۔

اور

اسی لئے وہ رابی کو بے تکلفی سے لانگ ڈرائیو پر بھی لے گیا تھا۔

رابی خوش ضرور تھی لیکن پوری طرح مطمئن نہ تھی

دونوں باتیں کر رہے تھے۔ یوسف بڑے لگاؤ سے باتیں کر رہا تھا۔ رابی جواب بھی
ے رہی تھی۔ لیکن کچھ جھجکی جھجکی بھی تھی.....

موسم بہت خوشگوار تھا۔ من خوش ہو۔ تو یہ خوشگواری اور بھی بڑھ جاتی ہے۔
ؤں ڈرائیو کو انجوائے بھی کر رہے تھے..... ہاں رابی کا دل کبھی کبھی سہم جاتا اسے
ب کا سا گماں ہوتا..... سوچتی آنکھ کھل گئی تو کیا ہو گا؟

"رابی" یوسف سٹیرنگ پر ہاتھ رکھے مسحور سا بولا۔

"جی" وہ سر جھکائے بولی

"تم نے کچھ فرق محسوس نہیں کیا؟"

"کیسا فرق سر"

"میں آج تمہیں آپ کی بجائے تم کہہ کر مخاطب کر رہا ہوں"

وہ قدرے جھجکی پھر اسی طرح بیٹھے بیٹھے بولی "آج آپ بے تکلفی پہ اترے ہوئے
ں"

وہ اس کی بات پر ہنس دیا..... پھر سنجیدگی سے بولا "آج سے تکلف کی دیوار ٹوٹ
ا سمجھو"

"جی" وہ حیران اور خوبصورت آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بڑے دلاویز انداز میں مسکرایا۔

چند لمحے خاموشی رہی۔

پھر رابی کی الجھنوں اور وسوسوں نے اسے زبان کھولنے پر مجبور کر دیا۔ آج اس
ہ سوچا کہ دو ٹوک بات کر ہی لے۔

اس لئے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "سر ایک بات پوچھوں۔"

"سو باتیں پوچھو جناب۔ جواب دینے کو بادولت حاضر ہیں۔"

"سر"

"ہوں کہو....."

"سر..... اگر منفی رویے ایک دم مثبت ہو جائیں تو ان سے کیا مطلب لینا
ہئے۔"

وہ اس کی بات سمجھ گیا۔ شوخی میں دل مچل رہا تھا اس لئے جلدی سے بولا "یہ

کونسی مشکل بات ہے؟"

"پھر بھی سر....."

"یہی کہ مثبت رویے پھر منفی بھی ہو سکتے ہیں ایک دم ہی" وہ نظر نیم باز سے اسے دیکھتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر بولا۔

رابی کا دل دھک سے رہ گیا۔ رنگت پھیکی پڑ گئی اس بے رحم جملے پر آنکھیں پھیلا کر اسے تکنے لگی۔ وہ زیادہ دیر مسکراہٹ ضبط نہ کر سکا۔

بلکہ

کھلکھلا کر ہنس پڑا..... رابی کچھ نہیں سمجھی۔

وہ چند لمحے ہنستا رہا پھر گردن اس کی طرف جھکا کر بولا "رابی یہ رویوں کی بات میرے حوالے سے کر رہی ہو؟"

وہ چپ رہی۔

"ہاں میرے حوالے سے ہی کر رہی ہو..... تو سنو میں پوری سنجیدگی سے بات کر رہا ہوں..... میرے جذبے کبھی منفی تھے نہ ہیں..... یہ ہمیشہ سے مستحکم رہے ہیں..... میں نے جب سے تمہیں دیکھا یہ جذبے یہ رویے از خود پیدا ہو گئے..... ہاں....."

وہ چند لمحے چپ رہا

پھر

استحکام سے مسکراتے ہوئے بولا "کچھ..... غلط فہمی سی ہو گئی تھی رابی..... میں نے تمہیں بہت تنگ کیا۔ ستایا رلایا..... معذرت خواہ ہوں..... معاف کر دو گی!" کہتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ رابی کے ہاتھ پر رکھ دیا.....

رابی تھرا گئی..... اس میں ہمت نہ رہی کہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکال لیتی۔

یوسف کی گرفت بھی تو بڑی مضبوط تھی.....

چند خوبصورت لمحے یونہی بیت گئے..... پھر رابی نے سر اٹھا کر یوسف کو دیکھا وہ بڑے پیار سے اسے تک رہا تھا۔

"سر....." وہ ہولے سے سر جھکاتے ہوئے بولی۔

"ہوں" وہ مخمور آواز میں بولا۔

"سر مجھے کسی مذاق یا غلط فہمی کے مغالطے میں..... نہ ڈالئے گا..... میں ان کی سزا

بھگتنے کی متحمل نہیں ہو سکوں گی....."

اس نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا لیا اور سسکیوں سے رونے لگی۔

"رابی" یوسف نے بے تکلفی سے اپنا بازو اس کے گرد لے جاتے ہوئے اسے قریب کر لیا..... اور سنجیدگی سے بولا "میری محبت میری زندگی کی سب سے بڑی سچائی ہے رابی....."

رابی تو بے ہوش ہونے کو تھی..... لگتا تھا خوشی کا یہ بار اس کی برداشت سے باہر ہے..... اس کا سر خود بخود دائیں جھکا اور یوسف کے کندھے پر ٹک گیا۔

بڑا حسین موسم تھا۔ آسمان پر ہلکے ہلکے بادل تیر رہے تھے کبھی سورج نکل آتا..... چمکیلی رسیلی سی دھوپ نکل آتی..... کبھی دھندلاہٹ چھا جاتی..... فضا میں بہاروں کے رنگ پھیلے تھے۔ اور پھولوں کی مہک چار سو اڑتی پھر رہی تھی..... ہوائیں ہولے ہولے درختوں بیلوں اور پودوں سے رومانوی سی چھیڑ چھاڑ کرتی چل رہی تھی۔

بیگم انعام باہر کے وسیع و عریض اور پھولوں سے آراستہ لان میں کین کی سفید کرسی پر بیٹھی تھیں کچھ دیر پہلے سمیرا ان سے شام کے ڈریس کا پوچھنے آئی تھی۔ چند لمحے منصورہ بھی اپنے کسی کام سے ان کے پاس آئی تھی۔

اور

اب

رابی انکے دائیں ہاتھ کھڑی تھی۔ فائل سینے سے لگا رکھی تھی۔ کچھ اہم باتیں ان سے پوچھنا چاہتی تھی۔

"رابی" بیگم نے اسے غور سے دیکھا۔

"جی میڈم" وہ تعظیم سے بولی

"بیٹھو" انہوں نے قریبی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ بیٹھ گئی۔ فائل اس نے میز پر رکھ دی۔

"کل والے لیٹر....."

"وہ ٹائپ کر کے ڈسپیچ کر دیئے تھے۔"

"اچھا....."

"جی"

"اب"

"یہ فائل لائی ہوں۔ چند اہم نکتوں کی وضاحت کے لئے"

اس نے فائل اٹھائی..... تو بیگم نے فائل اس کے ہاتھ سے لے کر واپس میز پر رکھ

دی۔ رابی نے حیرانگی سے انہیں دیکھا..... اسے محسوس ہوا کہ میڈم آج کچھ ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ نظر آ رہی ہیں۔ وہ دل ہی دل میں ڈر سی گئی۔

"رابی"

"جی میڈم"

"آج ان نقطوں سے زیادہ اہم نکتوں پر میں تم سے کچھ وضاحتیں لینا چاہتی ہوں۔"

"جی؟" رابی کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"میں تم سے تمہارے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں۔" وہ اسی جان لیوہ سی سنجیدگی سے بولیں۔

"میرے متعلق"

"ہاں"

"آپ..... جانتی ہیں..... میڈم....."

"پھر بھی..... کچھ اور وضاحتیں"

"یعنی....."

وہ سیدھی ہو کر کرسی میں بیٹھ گئیں..... چند لمحے چپ رہیں..... غور سے رابی کو دیکھنے لگیں۔ رابی نظروں کی تاب نہ لا کر گھاس کے سرسبز فرش کو تکنے لگی..... میڈم کا انداز جو کچھ بتا رہا تھا وہ کچھ کچھ جان گئی تھی۔

کیا انہیں میرے اور یوسف کے تعلقات کا علم ہو گیا ہے؟

یہ سوچ کر رابی کا دل پھڑکنے لگا۔ ہونٹ خشک ہو گئے اور حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے۔

"ہاں تو رابی..... جو میں پوچھوں وہ بتاؤ....."

"جی..... میڈم....."

"تمہارے ماں باپ ڈاکٹر تھے۔"

"جی میڈم....."

"جب ان کا حادثہ ہوا تمہاری عمر کتنی تھی"

"شاید پندرہ سولہ سال.....؟"

"ہوں"

"وہ ان کے اگلے سوالوں کی منتظر رہی..... وہ چند لمحوں بعد بولیں "پھر تو تمہیں اپنے گھر بار' خاندان کے دوسرے افراد ان کے سٹیٹس وغیرہ کا کچھ نہ کچھ تو یاد ہو گا....."

رابی نے ایک گہری سانس لی اور بولی "میڈم میرے والدین پہلے امریکہ میں رہے۔ تب میں تین چار سال کی تھی....."

"پھر....."

"وہ سعودیہ آ گئے..... مجھے اپنا سعودی عرب والا گھر اچھی طرح یاد ہے۔"

"لاہور کے رہنے والے ہو نا"

"جی میڈم....."

"حادثہ لاہور میں ہوا تھا؟"

لاہور سے پنڈی جاتے ہوئے"

"لاہور میں بھی تو گھر ہو گا۔ رشتہ دار ہوں گے.....؟"

"ضرور ہوں گے....." وہ گہرے دکھ سے بولی "لیکن شاید قریبی رشتہ دار نہ تھے۔ جو مجھے دارالامان میں چھوڑ گئے تھے....."

"کسی نہ کسی کو تو تم جانتی پہچانتی ہو گی۔"

"شاید۔ دیکھوں تو پہچان لوں..... اور یہ بھی ہو سکتا ہے نہ پہچان پاؤں..... اتنے سال جو بیت گئے ہیں میڈم..... سب کچھ بدل گیا....."

"لاہور میں اپنا گھر تو ہو گا؟"

"پتہ نہیں..... میڈم..... ویسے جب بھی ہم لاہور آتے تھے..... اسی گھر میں ٹھہرتے تھے..... وہ ہمارا تھا یا کسی اور کا مجھے نہیں پتہ؟....."

"اب وہاں جاؤ تو پہچان لو گی!....."

وہ ایک دکھ بھری گہری نظر میڈم پر ڈالتے ہوئے بولی "پتہ نہیں..... وہ گھر تھا کس علاقے میں..... شاید گلبرگ کے کسی حصے میں تھا....."

"ہوں"

وہ چپ ہو گئیں

اور

جب خاموشی چبھنے لگی تو رابی جان بوجھ کر ساختہ سے مسکراہٹ چہرے پر پھیلاتے ہوئے دھک دھک کرتے دل سے بولی "میڈم..... آج آپ یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہی ہیں....."

انہوں نے بغور اسے دیکھا۔

اور بولیں "کوئی خاص بات نہیں..... یونہی..... تمہارے متعلق کرید سی لگی تھی..... باتیں کرنے کی غرض سے پوچھ لیا..... تمہیں کسی رشتہ دار کا پتہ ہی نہیں....."

"میڈم حادثے اور ممی ڈیڈی کی جدائی نے اتنا بوکھلا دیا تھا۔ کہ کچھ عرصہ تو جیسے ہوش ہی جاتے رہے تھے..... ویسے ڈیڈی کے دو ایک کزن امریکہ میں سیٹل تھے۔ ممی کے کچھ رشتہ دار لندن میں تھے..... کبھی کبھی ہم لوگ ان سے ملنے جایا کرتے تھے....."

"میڈم نے ترچھی نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے کہا "گویا تم لندن اور امریکہ دیکھ چکی ہو....."

"جی..... لیکن وہی بات کہ اب کچھ یاد ہی نہیں..... شاید ان لوگوں سے ملوں تو انہیں پہچان سکوں..... جس سال حادثہ ہوا ہم لندن سے ہی پاکستان آئے تھے....."

"خوب"

"جی میڈم....."

وہ چپ ہو گئیں۔ رابی کی باتیں سن کر وہ قدرے مطمئن تو ہوئی تھیں..... لیکن پرسکون نہیں رابی کی شخصیت پر لگا دارلامان کا داغ انہیں کھل رہا تھا.....

رابی بھی چپ ہو گئی۔ اس کے اندر ادھیڑبن لگی تھی۔ اپنا پس منظر بتاتے ہوئے وہ بے طرح اداس ہو گئی تھی.....

اور

میڈم کے پوچھنے کے انداز اور رویے نے اسے بہت حد تک مایوس اور بد دل کر دیا تھا۔ چنانچہ جب میڈم یہ موضوع ختم کر کے کاروباری نکتوں کی وضاحت کر رہی تھیں وہ بے دلی سے سن رہی تھی۔ اسکے پلے کچھ بھی نہیں پڑ رہا تھا۔

کافی دیر بعد میڈم نے اسے فارغ کرتے ہوئے کہا "یہ فائل آفس میں رکھ آؤ۔ یوسف شاید انعام مینشن گیا ہوا ہے شام کو وہ فائل دیکھ لے گا۔"

"جی بہت اچھا....." کہتے ہوئے وہ فائل لے کر اٹھی..... اور میڈم کو سلام کر کے

برآمدے کی طرف بڑھنے لگی.....

میڈم اسے ہر خیال اور تنقیدی نظروں سے دیکھتی رہیں.....

ابی برآمدے سے اندر کے کوریڈور میں آ گئی اور وہاں سے آفس کی طرف بڑھی اس نے روازہ دستک دیئے بغیر کھولا.....

خلاف توقع یوسف آفس میں بیٹھا تھا.....

وہ اندر چلی آئی..... اب یوسف نے دستک دینے کی روایت ترک کروا دی تھی۔ اسے حق دیا تھا کہ تم جب چاہے بے دھڑک اندر چلی آیا کرو.....

وہ سے دیکھ کر ریوالونگ چیئر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آؤ....."

"یہ فائل" وہ بولی۔

"کیا کروں" اس نے میز کے دوسری طرف اس کے سامنے آتے ہوئے فائل پکڑی۔

"دیکھ لیں..... میڈم نے کہا ہے" وہ ٹھنڈے لہجے میں بولی۔

"دیکھ لوں گا" وہ فائل میز پر رکھتے ہوئے اس کے سامنے آتے ہوئے بولا "پہلے تمہیں تو دیکھ لوں....."

وہ مسکرا رہا تھا.....

لیکن

رابی کے چہرے پر مسکراہٹ نہ تھی۔

"کیا بات ہے؟" وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"کچھ نہیں"

"کچھ تو ہے"

"کچھ نہیں"

"اتنی اداس ایسی بوکھلائی ہوئی کیوں ہو؟"

اس نے صرف یوسف کی طرف دیکھا۔ وہ گھبرا کر جلدی سے بولا "مما کے پاس سے آ رہی ہو.....؟"

"جی"

"کوئی بات ہوئی"

اس نے ہولے سے اثبات میں سر ہلایا۔

یوسف اسے کندھے سے تھامے تھامے صوفے تک لے گیا اور بٹھا کر خود پاس بیٹھتے ہوئے بولا..... "کیا کہا انہوں نے؟"

وہ گھبرا کر بولی "کچھ نہیں....."

"رابی جھوٹ نہیں بولو..... کچھ تو کہا ہے جو....."

"سر....."

"ہوں"

"آپ نے..... ان سے..... میرے متعلق کچھ کہا؟"

"فی الحال تو نہیں" وہ بولا "لیکن آج کل میں کہنے والا ہوں....."

"وہ شاید....."

"کیا"

"جان گئی ہیں....."

"یہ تو اچھی بات ہے مجھے بھی کچھ کچھ احساس ہوتا ہے کہ وہ جان گئی ہوئی ہیں۔ لیکن یہ تو اچھی بات ہے۔"

"نہیں سر"

"کیوں؟"

وہ چند لمحے چپ رہی..... پھر دھندلائی آنکھوں سے یوسف کو دیکھتے ہوئے بولی "وہ..... وہ..... شاید مجھ جیسی لڑکی..... کو..... قبول نہ کر سکیں....."

"رابی" وہ غصے سے اس کا کندھا جھٹکتے ہوئے بولا..... "کیوں کیا خرابی ہے تم میں"

وہ آنسو آنکھوں ہی میں پیتے ہوئے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "کیا یہ خرابی کم ہے..... کہ میرے حسب و نسب کا پتہ ہی نہیں۔ اور میری شخصیت پر دارالامان کا داغ....."

"رابی" اس نے اس کی بات کاٹ دی..... "مجھے تمہارے حسب و نسب کی ضرورت ہے..... نہ اس داغ کی پرواہ..... تم کیا تھیں میں جاننا نہیں چاہتا۔ تم کیا ہو؟ میں اچھی طرح جانتا ہوں..... تم جیسی لڑکی جو نامساعد حالات کا بڑی بہادری اور جرات مندی

سے مقابلہ کر کے اس مقام تک پہنچی ہے۔ اس کے برابر کون ہو سکتا ہے۔"

"یہ..... یہ آپ کہتے ہیں نا....."

"تمہیں قبول بھی میں نے ہی کیا ہے۔ اور تم سے شادی بھی میں نے ہی کرنا ہے۔"

"سر....." وہ گھبرا کر بولی۔

"ہاں رابی....." وہ مستحکم لہجے میں بولا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "مما نے تم سے کیا کہا....."

"وہ ہچکچائی پھر بولی "میرے پس منظر کے متعلق پوچھ رہی تھیں..... میرا..... انٹرویو لیا....."

"ہوں"

"اور....." وہ دل فگار انداز میں ہنسی۔ "اور ان کے چہرے کے تاثرات نے نتیجہ بھی اسی وقت سنا دیا....."

یعنی....."

"یعنی..... وہ مجھ جیسی لڑکی کو شاید قبول نہ کر سکیں....."

"پھر وہی بات" وہ جلدی سے بولا "یہ قبول کرنے والی بات ان کی درد سری نہیں....."

"سر میری وجہ سے آپ....."

"تمہاری وجہ سے نہیں" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا "تمہیں میں نے اپنے لئے حاصل کرنا ہے..... یہ میرا ذاتی معاملہ ہے....."

رابی کی آنکھوں میں چمک آ گئی..... چہرے پر شگفتگی کی لہر دوڑ گئی۔ ان الفاظ نے اس کے ادھ موئے بدن میں جیسے زندگی کی حرارت دوڑا دی..... مسکراتے ہوئے یوسف کو دیکھا اور اسی متبسم انداز میں بولی "سر..... آپ کی باتوں کی سچائی پر یقین کر لوں!"

یوسف مسکرانے کی بجائے غصے میں آ گیا شعلے برساتی آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے بولا "تم ابھی یقین اور بے یقینی کے مرحلوں ہی میں ہو....."

"سر....." وہ ڈر گئی

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا ہے کہ تم اور تمہاری محبت میری زندگی کی سب سے

بڑی سچائی ہے۔"

"سر....." وہ مرعوب ہو گئی۔

"آئندہ" وہ قدرے سنبھلتے ہوئے بولا۔ "تمہاری زبان سے میں محرومی اور نامرادی کے کلمات نہ سنوں..... سمجھیں....."

"جی" اس نے سر جھکا لیا۔

"میں آج ہی مما سے بات کروں گا..... اور انہیں وہی کرنا ہو گا جو میں چاہوں گا..... بات ختم....."

وہ چپکے چپکے ڈرتی بھی رہی اور مسکراتی بھی رہی.....

اسی رات کھانے کے بعد یوسف نے مما سے بات کرنے کی ٹھانی..... میز پر سے جب انعام اٹھ گئے اور مما بھی اٹھیں تو یوسف بولا "مما....."

"جی بیٹے"

"آپ تھوڑی دیر کے لئے رکیں گی....."

"کیوں"

"بتاتا ہوں۔ چلئے آپ کی نشست گاہ میں بیٹھتے ہیں....."

"چلو....."

دونوں اسی کمرے میں آ گئے۔ مما ایک صوفے میں دھنس کر بیٹھ گئیں..... جبکہ یوسف ان کے سامنے کھڑا ہو گیا.....

"کہو کیا کہنا ہے" مما نے پوچھا۔

"اس دن آپ پوچھنا چاہ رہی تھیں نا....."

"کیا"

"اس لڑکی کے بارے میں جو مجھے پسند ہے۔"

"ہوں....."

"تو مما سنئے....."

"ہوں"

"اس کا نام رابی ہے۔" اس نے جھٹ سے کہا۔

مما نہ تو چونکیں نہ ہی حیران ہو کر اسے دیکھا۔ یہ بات ایسے سنی جیسے سنی ہوئی بات

دوبارہ سنی جاتی ہے۔ لیکن وہ کچھ بولیں بھی نہیں....

یوسف چند لمحے ان کے جواب کا منتظر رہا.... لیکن وہاں خاموشی چھائی تھی۔ وہ جلدی سے گھٹنے پر جھکتے ہوئے ماں کے قدموں کے قریب ہوتے ہوئے بولا "مما آپ نے کچھ کہا نہیں...."

"ہوں....." انہوں نے ایک لمبا ہنکارا بھرا۔

"آپ کو حیرانی نہیں ہوئی....."

"میں یہ بات جانتی تھی یوسف....."

"جانتی تھیں؟ کیسے؟"

"تمہارے طور و طریق بتا رہے تھے....."

"اوہ" وہ ہنس پڑا..... پھر بولا "کیسا ہے میرا انتخاب مما....."

"اتنا اچھا بھی نہیں....." وہ رکھائی سے بولیں۔

"مما....." وہ چیخنے کو تھا۔

"یوسف....." وہ سنبھل کر بیٹھتے ہوئے بولیں۔ "رابی اچھی لڑکی ہے۔ صورت و شکل اخلاق و کردار سب اچھا ہے..... لیکن....."

"لیکن کیا مما....."

"اس کے پس منظر کا کچھ پتہ نہیں..... وہ کون ہے کہاں سے آئی ہے..... کس خاندان سے تعلق ہے؟"

وہ ان کی بات کاٹتے ہوئے بولا..... "یہ سب کچھ آپ جانتی ہیں..... رابی کے ماں باپ دونوں ڈاکٹر تھے..... کسی بھلے خاندان ہی کے ہوں گے ناں....."

"یہ سب رابی ہی نے بتایا ہے۔"

"تو..... تو کیا اس نے جھوٹ موٹ کہانی گھڑی ہے۔"

"کیا پتہ.....؟ پردہ پوشی کے لئے جھوٹ کا سہارا بھی لیا جا سکتا ہے۔ اب ہم تحقیق تھوڑا ہی کر سکتے ہیں....."

"نہیں مما۔ رابی جھوٹ نہیں بول سکتی۔"

"تم ایسا کہہ سکتے ہو..... مجھے یقین نہیں..... اور پھر یوسف..... ہم لوگ....."

"بہت اونچے بہت امیر ہیں" یوسف نے ماں کی بات طنز سے کاٹی۔

"اس میں کیا شک ہے۔ ہمارا ایک مقام ہے ہمارا ایک خاندان ہمارے عزیز و اقارب سب باوقار ہیں۔ اور یہ لڑکی اچھے خاندان سے ہو بھی تو بھی اسکے دامن پر جو دارلامان کی مہر لگی ہے ہمارے لئے باعث فخر تو نہیں....."

"وہ دارالامان میں کیسے گئی آپ یہ بھی جانتی ہیں؟" وہ مایوسی سے بولا۔

"کس کس کو بتاتے پھریں گے۔ صفائیاں پیش کریں گے" وہ تنک کر بولیں۔

"مما..... آپ اتنی براڈ مائنڈڈ ہو کر بھی ایسی باتیں کر رہی ہیں....."

"مجھے اپنے خاندان کا وقار عزیز ہے....."

"اور مجھے....." وہ اٹھتے ہوئے مستحکم لہجے میں بولا "رابی ہر شے سے زیادہ عزیز ہے۔"

اس نے ماں کا جواب نہیں سنا۔

اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

ماں بیٹے میں کئی روز بحث و تکرار ہوتی رہی..... یوسف اپنی بات پر سختی سے قائم تھا اور مما رابی کے حسب و نسب خاندان اور رشتہ داروں کا رونا روتی تھیں..... یوسف ساری باتیں رابی کو بھی بتا دیتا تھا۔

رابی

بیچاری

چکی کے دو پاٹوں میں پس رہی تھی..... مما کی باتوں سے مایوسی ہوتی رونا آتا.....

لیکن یوسف کو اس کی مایوسی اور رونے دھونے سے سخت چڑ تھی..... وہ چاہتا تھا جیسے وہ خود اپنی بات پر ڈٹا ہے رابی بھی اسی طرح ثابت قدمی کا ثبوت دے کر خوش و خرم رہے۔

رابی سخت دل برداشتہ تھی۔ یوسف کے سامنے خوش رہنے کی کوشش کرتی..... آگے پیچھے مضمحل نڈھال ہوتی' روتی بھی رہتی..... منصورہ اکثر اس سے افسردگی کی وجہ پوچھتی۔ دو ایک بار داؤ جی نے بھی اس کی اداسی کو محسوس کرتے ہوئے وجہ پوچھی اور تو اور متین بابا بھی پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

لیکن

وہ کسی کو کیا بتاتی..... بات زبان پر لا بھی کیسے سکتی تھی.....

لیکن دل کا بار اتارنے کے لئے اسے کسی نہ کسی کو تو روگ بتانا ہی تھا۔ اور یہ فرح کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ اس نے آج تک فرح کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ اس دن جب وہ بہت خوش تھی اور انہیں ہولیڈے ان میں کھانا کھلانے بھی لے گئی تھی اپنی خوشی کی وجہ نہ بتائی تھی۔

لیکن اب وہ سوچتی تھی فرح سے سب کچھ کہہ دے اس کی طرف سے تسلی کے دو بول ہی کافی ہوں گے۔

چنانچہ اس دن وہ چھٹی لے کر فرح کے ہاں آ گئی..... یوسف نے صرف دن بھر کی چھٹی دی تھی۔

"شام کو واپس آنا ہے" اس نے کہا تھا۔

"آ جاؤں گی سر....." وہ بولی تھی۔

اور یوسف نے مسکراتے ہوئے کہا تھا "نہ آئیں تو سزا ملے گی"

وہ بھی مسکرا دی تھی.....

فرح حسب عادت اسے دیکھتے ہی لپٹ گئی "آج کیسے آ گئیں؟؟"

"بس آ گئی" وہ گلے لگی لگی بولی "مائرہ بہت یاد آ رہی تھی....."

"اچھا جی..... ہم کچھ نہیں لگتے تمہارے..... ہم یاد نہیں آئے مائرہ ہی یاد آتی ہے۔" فرح نے ہنستے ہوئے اتراتے ہوئے شکوہ کیا۔

"ہائے فرح..... اور یاد آنے والا اپنا ہے ہی کون تم ہی لوگ تو ہو....." وہ اس سے لگ ہوتی ہوئے بولی۔

فرح نے اس کو پیار کرتے ہوئے کہا "اپنا بھی تمہارے سوا کون ہے رابی۔"

"دونوں باتیں کرتی اندر آ گئیں۔ مائرہ بستر پر پڑی ہاتھ پاؤں چلاتے ہوئے غوں غاں ر رہی تھی..... خوب صحت مند ہو گئی تھی۔ اور بال تو بڑے ہی پیارے اور گھنگریالے لے تھے اس کی سرخ و سپید رنگت باپ پر گئی تھی اور ناک نقشہ کچھ کچھ ماں پر تھا..... اف ستھری سی بچی بہت پیاری تھی۔

رابی نے اندر آتے ہی اسے گود میں اٹھا کر خوب خوب پیار کیا۔

"کتنی پیاری نکل رہی ہے"

"پہلے دبلی تھی نا"

"ہاں اب خوب موٹو ہو رہی ہے۔"

"اب تو فیرکس لیتی ہے..... انڈا بھی کھاتی ہے۔ خرچہ بڑھا دیا ہے اس نے۔"

"ریاض بھائی کی تنخواہ بھی تو بڑھ گئی ہے نا"

"اللہ کا شکر ہے رابی....."

دونوں باتیں کرنے لگیں۔

"تم اس سے کھیلو" فرح اٹھتے ہوئے بولی "میں تمہارے لئے چائے بنا لاؤں۔"

"اچھا" رابی نے بچی کو اچھالا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس دی رابی کچھ دیر اس کو یونہی مال اچھال کر ہنستی رہی۔

فرح چائے اور بسکٹ لے آئی۔

رابی نے بچی کو بیڈ پر لٹا دیا۔ فرح نے چائے کی پیالی اس کی طرف بڑھا دی۔

"ریاض بھائی کا کیا حال ہے؟" اس نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے پوچھا۔

"اچھے ہیں..... آج کل کام زیادہ ہے شام لیٹ ہی آتے ہیں....."

"تم اکیلے کیا کرتی رہتی ہو.....؟"

"اکیلے؟" وہ ہنس کر بولی "میرے تو کام ہی ختم نہیں ہوتے۔ مائرہ جاگ رہی ہو تو کچھ کرنے ہی نہیں دیتی۔ سو جائے تو جلدی جلدی کام نپٹا لیتی ہوں..... اور..... سب کچھ خود ہی تو کرنا ہوتا ہے۔"

"صفائی کے لئے تو عورت آتی ہے نا"

"ہاں برتن بھی دھو جاتی ہے۔"

"پھر باقی کام کیا رہ گیا"

"تم نے کبھی گھر کا کام کیا ہو تو پتہ چلے نا..... موج میں ہو ہر چیز تیار مل جاتی ہے۔"

رابی نے افسردگی سے ایک ٹھنڈی گہری سانس لی

تو

فرح چونک گئی "کیوں"

"کچھ نہیں....."

"کہیں نوکری تو نہیں چھوڑ آئیں....." وہ جلدی سے بولی۔

رابی نے پھیکی سی مسکراہٹ میں سر ہلایا۔

"پھر....."

"کچھ نہیں....."

"کچھ پریشان و اداس لگتی ہو....."

"ہاں فرح بہت پریشان اور بہت اداس ہوں..... اسی لئے آج تمہاری طرف چلی آئی۔"

"خیر تو ہے....."

"خیر ہی تو نہیں....."

"کچھ بتاؤ تو..... کیا بات ہے؟"

وہ ہولے سے مسکرائی..... پھر بولی "آج تمہیں سب کچھ بتا کر دل ہلکا کرنے آئی

ہوں"

"یا اللہ خیر....."

"گھبراؤ نہیں..... کوئی بڑی بات نہیں..... ہم جیسے لوگوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"اب کہہ بھی چکو۔ میرا تو کلیجہ منہ کو آنے لگا ہے..... کیا ہوا آخر....."

"رابی

نے

کیا ہوا تھا

سب کچھ شروع سے آخر تک فرح کو بتا دیا.....

فرح یہ سن کر بے حد خوش ہوئی کہ یوسف اور رابی ایک دوسرے کو چاہتے ہیں..... جھٹ سے بولی "میں نے اس دن تمہیں اور یوسف صاحب کو ساتھ ساتھ کھڑے دیکھا تو میرے دل سے دعا نکلی کہ خدا اس جوڑی کو سلامت رکھے....."

"فرح..... جوڑی کہاں کی..... یوسف کی مما کو یہ بات پسند ہی نہیں....."

"مما کے باپ کو بھی پسند کرنا پڑے گی" فرح نے فی البدیہہ لہجے میں کہا تو رابی کو ہنسی آگئی۔

دونوں باتیں کرتی رہیں۔

"میں نے تو اس خواہش کا اظہار ریاض سے بھی کیا تھا رابی....." فرح خوشی سے بولی "لیکن وہ کہتے تھے کہ میں افسانوی باتیں کرتی ہوں۔ ہوئی نا میری بات سچ....."

"فرح سچ ہونے کے باوجود یہ بات مجھے تو ممکن نظر نہیں آتی۔" رابی گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔

"مجھے تو ناممکن نظر نہیں آتی" فرح بولی "بیٹا ثابت قدم ہے تو ماں کو جھکنا ہی پڑے گا۔"

"لیکن....."

"لیکن کیا"

"فرح انہیں صرف دارالامان کی وجہ سے اعتراض ہے؟"

"دارالامان کیا ہم لوگ اپنی خوشی سے گئے تھے؟"

"وہ تو نہیں جانتی نا....."

"لاہور جا کر پتہ کرلیں" فرح نے غصے سے کہا۔ رابی پھر ہنس پڑی۔ ساری باتیں فرح سے کہہ دینے سے اس کے دل کا بوجھ واقعی ہلکا ہو گیا تھا۔

"وہاں کیا پتہ کریں گی۔ انہیں تو شاید یہ بھی شک ہے کہ میرے والدین ڈاکٹر تھے۔"

"اسی لئے تو کہہ رہی ہوں..... دارالامان کے ریکارڈ میں ہو گی یہ بات تسلی کرلیں جا کر....."

رابی مایوس ہو کر بولی "یہ کیسے ممکن ہے..... کون کہے ان سے..... جب وہ راضی ہی نہیں تو....."

"بیٹا تو راضی ہے نا....."

"ہوں"

"اس کی ثابت قدمی مشکوک تو نہیں....."

رابی نے نفی میں سرہلاتے ہوئے کہا "فرح وہ تو مجھ سے خفا ہو جاتے ہیں جو میں ذرا سی بھی مایوس نظر آؤں۔"

"پھر اداسی کیسی....."

"ان کی مما کی وجہ سے دل ڈوب ڈوب جاتا ہے۔"

"میاں بیوی راضی کیا کرے گا قاضی"

"سب کہاوتیں ہیں فرح....."

"تم ان کو حقیقت بنا دو نا"

"کیسے"

"جیسے یوسف ثابت قدم ہے تم بھی رہو۔ مایوس تو میں نہیں ہوں۔ ایسے معاملات میں وقت لگ ہی جاتا ہے..... اور سنو....."

"کیا؟"

"یوسف کے ڈیڈی کو بھی علم ہے؟"

"نہیں۔ ابھی بات مما تک ہے۔"

"اسی لئے....."

"کیا؟"

"انعام صاحب کو پتہ چلے تو وہ کبھی یہ بات ناپسند نہیں کریں گے۔ مرد بہت فراخ دل ہوتے ہیں۔"

"کیا پتہ انہیں اپنا خاندانی وقار اور اس کا پس منظر میڈم سے بھی زیادہ مقدم نظر آئے۔"

"نہیں میں نہیں مانتی....."

دونوں کافی دیر یہی باتیں کرتی رہیں..... مائرہ فیڈ لے کر سو گئی۔ تو دونوں کچن میں آ گئیں۔ مل کر کھانا بنایا اور اسی موضوع پر باتیں بھی کرتی رہیں.....

سہ پہر ڈھلنے کو تھی..... جب رابی نے فرح سے کہا "اب میں چلوں"

"ریاض سے نہیں ملو گی۔"

"دیر ہو جائے گی..... اور ہاں فرح ریاض بھائی کو کچھ نہیں بتانا۔"

فرح ہنس کر بولی "تم جانتی ہو۔ میں ریاض سے کوئی بات نہیں چھپاتی۔"

"ہائے اللہ وہ کیا سوچیں گے۔"

"خوش ہوں گے اور کوئی حل بھی شائد سوچ لیں"

"میری مانو تو ان سے نہ ہی کہنا فرح پلیز۔"

"تم جاؤ..... میں جانوں اور میرا کام..... یقین رکھو ہم تمہارے بھلے ہی کی سوچیں گے۔"

"وہ تو میں جانتی ہوں..... تم ہی تو ہو میرا حسب و نسب خاندان" وہ مسکرا کر بولی۔

"میرا تو جی چاہ رہا ہے کہ خود بیگم انعام سے جا کر ملوں"

"اب اتنی جذباتی نہ ہو جاؤ..... کچھ نہیں بننے کا....."

"سب کچھ بنے گا انشاء اللہ..... تم فکر نہ کرو....."

"بہت اچھا" وہ مسکرائی

پھر

مائرہ کو پیار کر کے اور فرح سے گلے مل کر رابی وہاں سے چلی آئی.....

فرح بے حد خوش تھی۔ وہ کمرے میں ادھر ادھر یونہی پھر رہی تھی۔ اسے اس بات کا بالکل فکر نہ تھی کہ یوسف کی مما رابی کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہوں گی۔

اسے تو محبت کی پختگی پر کامیابی کا سو فیصد یقین تھا۔ رابی جتنی مایوس و فکر مند تھی وہ اتنی ہی پرامید اور خوش۔ وہ بے چینی سے ریاض کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ آئے تو اسے اتنی بڑی خوشخبری سنا دے۔ گو رابی نے اسے منع کیا تھا۔

لیکن اس کے پیٹ میں اتنی بڑی بات پچ کیسے سکتی تھی۔ دوسرے اس نے ریاض سے کبھی کوئی بات چھپائی ہی نہ تھی۔ یہ بات کیونکر نہ کہتی۔

ریاض شام گئے آیا

تو

وہ اٹھلاتی پھر رہی تھی چہک رہی تھی۔

"کیا بات ہے" اس کے خلاف معمول رویے سے ریاض نے خود ہی پوچھا۔

"کیوں" وہ اترائی

"بہت خوش نظر آ رہی ہو....."

"اللہ میاں نے بہت بڑی خوشی دی ہے ریاض"

"کیا" وہ اس کی طرف بڑھا۔

"بس" وہ مسکرائی

"کہو بھی"

اس نے ریاض کے گلے میں بے اختیارانہ بانہیں ڈال کر کہا "آج رابی آئی تھی۔"

"چلی بھی گئی" ریاض نے کہا

"ہاں"

"اچھا"

"اس نے ایک بات بتائی"

"کیا؟"

"وہ جس کی میں نے خواہش کی تھی ریاض۔"

"خواہشیں تو تم پچھتر ہزار چیزوں کی کرتی ہو"

"میں اپنی بات نہیں کر رہی۔"

"رابی کی کر رہی ہو!"

"ہاں"

"کیا ہوا اسے"

وہ بانہیں اس کے گلے سے نکال کر قدرے پیچھے ہٹتے ہوئے کمر پر ہاتھ رکھ کر اکڑتے ہوئے بولی "مسٹر یوسف انعام نے اسے پسند کر لیا۔"

"کیا؟" وہ حیرت زدہ سا بولا۔

"ہاں ریاض..... وہ رابی کو چاہتا ہے۔ رابی بھی اسے..... یعنی دونوں" وہ ہنس پڑی۔

لیکن

ریاض ہنسا نہیں..... قدرے سنجیدگی سے بولا "ان امیرزادوں کی کیا بات فرح....."

"مذاق نہیں وہ بہت سنجیدہ ہے رابی کو اپنانے کے لئے....."

"یقین نہیں آتا....."

"لیکن ایک بات ہے" وہ اس کی ان سنی کرتے ہوئے بولی۔

"کیا؟" ریاض نے پوچھا۔

"یوسف کی اماں صاحبہ معترض ہیں....."

"ظاہر ہے ضرور ہوں گی..... کہاں وہ لوگ اور کہاں رابی..... ان کی معمولی ملازمہ..... ایسی محبتیں پروان نہیں چڑھا کرتیں فرح....."

"تم تو ہمیشہ ہر بات کا تاریک پہلو ہی دیکھو گے"

"میں حقیقت کو نظرانداز نہیں کرتا....."

فرح نے منہ بنایا..... "کیوں رابی کسی سے کم ہے....."

وہ بے لاگ لہجے میں بولا "یوسف سے"

فرح ناراض ہو گئی..... ریاض دیر تک اس سے حقیقت پسندانہ لہجے میں باتیں کرتا رہا۔ اسے رابی کی ناکامی کا سو فیصد یقین تھا..... بیشک یوسف کو رابی سے محبت ہو بھی گئی ہو..... لیکن اس کے گھر والے رابی کو کسی طور قبول نہیں کریں گے..... یہ اس کا پختہ یقین تھا۔

رابی گلی سے نکل کر سڑک پر آ گئی۔ ویگنیں اور بسیں تو آجا رہی تھیں۔ لیکن اس نے رکشہ لینا تھا۔ اس لئے چند منٹ اسے رکشے کے لئے سڑک کے کنارے رکنا پڑا۔ یہ شاہراہ بڑی مصروف تھی۔ رکشے ٹیکسیاں بھی آ جا رہے تھے۔ سکوٹر اور موٹر سائیکل سوار بھی تھے۔ فٹ پاتھوں پر پیدل لوگ بھی رواں دواں تھے۔ شاہراہ کے دو رویہ دکانوں اور پلازہ میں بھی خاصہ رش تھا..... شور شرابہ بھی تھا۔

رابی ایک طرف ہو کر کھڑی تھی۔ اسکے ذہن میں آج کی باتیں گھوم رہی تھیں۔ فرح سے اس نے سب کچھ کہہ دیا تھا۔ اس کا دل وقتی طور پر اس کی پر امید باتوں سے پر سکون بھی ہوا تھا۔

لیکن اب پھر مایوسی اسے گھیر رہی تھی۔ بیگم انعام کا رویہ ان دنوں اسکے ساتھ خاصا سرد ہو گیا تھا۔ اور وہ ان کا سامنا کرتے ہوئے بے طرح گھبراتی بھی تھی..... جی نہیں چاہ رہا تھا واپس جانے کو۔ لیکن یوسف نے شام واپس آنے کا وعدہ لے لیا تھا۔ اسے شام تک گھر پہنچنا ہی تھا۔

اور

شام اترنے میں ابھی خاصا وقت بھی تھا۔

وہ سوچوں میں گم تھی کہ ایک خالی رکشہ اس کے قریب آ کر رکا۔

"چلنا ہے بی بی" رکشے والے نے سواری اٹھانے کی غرض سے کھڑکی سے سر نکالتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں" وہ آگے بڑھی۔ رکشے والے نے گردن قدرے گھما کر ہاتھ سے پچھلا دروازہ کھول دیا۔

وہ رکشے میں بیٹھ گئی۔

"چلو" وہ ٹھیک سے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"کہاں جانا ہے بی بی"

"اس نے انعام پیلس کا پتہ بتایا.....

رکشہ چل پڑا.....

وہ پھر اپنی سوچوں میں گم ہو گئی۔ رکشہ شاہراہ سے ہوتا کئی موڑ مڑتا تیزی سے چلا جا رہا تھا۔

اچانک ہی رابی کو خیال آیا کہ اس نے شاپنگ پلازہ سے کچھ ذاتی چیزیں خریدنا تھیں۔ شیمپو اس نے رکشے والے سے مطلوبہ بازار کی طرف چلنے کا کہا۔

"آپ نے تو انعام پیلس کہا تھا" رکشے والا بولا۔

"بھئی چیزیں یاد آ گئیں وہ لینا ہے۔ تم انتظار کر سکو تو رک جانا..... نہیں تو یہاں سواری تمہیں آسانی سے مل جائے گی....."

رکشے والے کو اس کی بات کچھ اچھی نہیں لگی۔ برا سا منہ بناتے ہوئے اسے پلازہ کے سامنے لے آیا۔

"بھائی برا نہیں مانو....." رابی نے پیسے اسے دیتے ہوئے کہا۔ "لو تم انعام پیلس تک کا کرایہ لے لو....."

وہ کچھ شرمندہ سا ہوا۔ انعام پیلس تک کا کرایہ نہیں لیا ہاں دو چار روپے زائد ضرور یہاں تک کے لے لئے۔

رابی اتر کر پلازہ میں چلی گئی..... پہلی منزل پر ہی کوسمیٹکس کی دکان تھی۔ پلازہ کی پہلی منزل پر بھی بے شمار دکانیں تھیں۔ اور حسب معمول رش بھی بہت تھا۔ عورتیں' مرد' بچے' بوڑھے' جوان سبھی کاؤنٹروں پر کھڑے خریداری کر رہے تھے۔ کچھ گھوم پھر کر چیزیں دیکھ رہے تھے۔ کچھ آ رہے تھے کچھ واپس جا رہے تھے۔ کچھ دکانوں پر سیل لگی تھی اس لئے وہاں رش بہت تھا۔

رابی نے سیل مین سے اپنی مطلوبہ چیزیں نکالنے کو کہا۔ شیمپو تو وہ ایک ہی برانڈ کا استعمال کرتی تھی۔ وہ تو سیل مین نے نکال دیا۔ اب وہ دوسری چیزیں دیکھنے لگی تھی۔ پرفیومز لپ اسٹکس اور نیل پالشیں کھول کھول کر دیکھ رہی تھی..... اس کے دائیں ہاتھ ایک فربہ سی عورت کھڑی اپنی مطلوبہ چیزیں نکلوا کر دیکھ رہی تھی..... دائیں طرف دو نوجوان آفٹر شیو لوشن مانگ رہے تھے۔

چیزیں دیکھتے ہوئے رابی نے سر اٹھا کر یوں ہی ان کاؤنٹروں کی طرف دیکھا جدھر

سیل لگی تھی اور لوگوں کا بے تحاشہ رش تھا۔
رابی نے دیکھا
تو
اس کی نظر ایک شخص پر پڑی۔
جو
اس کی طرف حیرانی اور بے یقینی سے آنکھیں پھاڑے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
پہلی نظر میں وہ اسے صرف دیکھ پائی۔
لیکن
ایک دم ہی دل دھک سے رہ گیا۔
وہ
وہ
شخص!!
رابی نے پھر ادھر دیکھا
وہ شخص اب بھیڑ کو جلدی سے چیرتا ہوا ادھر ہی آ رہا تھا۔
رابی کے لئے اسے پہچان لینا مشکل نہ رہا تھا۔
وہ
وہ
شکور تھا۔
دارالامان کا محافظ چوکیدار.....
جس نے انہیں پکڑنے کے لئے سٹیشن اور پھر ویگن اور بس سٹینڈ تک پیچھا کیا تھا
رابی کی رنگت اڑ گئی۔
ہونٹ تک سپید پڑ گئے.....
جسم لرزنے لگا
لیکن
ایک دم ہی اس کے ذہن میں بھاگ لینے کی بات آئی۔ شیمپو اور دوسری چیزیں وہیں چھوڑ کر وہ تیزی سے باہر کی طرف لپکی۔ دوڑتے ہوئے مڑ مڑ کر دیکھتے ہوئے برآمدہ

عبور کیا
اور
سامنے ہی کھڑے رکشے میں دھم سے کودتے ہوئے بولی "جلدی چلو....."
رکشے والے نے گھوم کر اسے دیکھا۔
رابی نے پچھلے روزن سے نگاہ باہر ڈالتے ہوئے کہا "چلاؤ بھی رکشہ....."
اس نے شکور کو برآمدے میں آتے ہوئے دیکھ لیا تھا.....
رکشے والے نے رکشہ سٹارٹ کر دیا
"جلدی چلو جلد کرو....." وہ بے طرح گھبرا رہی تھی۔
"کہاں جانا ہے بی بی"
اس نے جلدی سے انعام پیلس کا بتایا۔
رکشہ دوڑنے لگا۔
وہ بار بار مڑ مڑ کر پیچھے دیکھ رہی تھی۔ لیکن پھر اسے شکور نظر نہیں آیا۔ اس کے نظر نہ آنے کے باوجود وہ پسینے پسینے ہو رہی تھی۔ گھبرا رہی تھی۔ بے دم ہوئی جا رہی تھی۔
رکشے والا اس کی گھبراہٹ سے جانے کا مطلب لے رہا تھا۔ وہ بھی گردن گھما گھما کر اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ بات کوئی غیر معمولی ہی لگ رہی تھی۔ اس سے نہ رہا گیا پوچھ ہی لیا
"کیا بات ہے بی بی۔ کیا کوئی آپ کا پیچھا کر رہا ہے۔"
"تم رکشہ بھگاؤ۔ مجھے جلدی انعام پیلس پہنچا دو" رابی نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے جلدی سے کہا۔
"بہت اچھا"
"اس نے رکشے کی رفتار تیز کر دی۔ اور چند چھوٹی بڑی سڑکیں عبور کرنے کے بعد وہ اس بڑی سڑک پر آ گیا جس پر انعام پیلس بڑی تمکنت سے کھڑا تھا۔
مین گیٹ پر تیزی سے اترتے ہوئے رابی نے ہاتھ میں پہلے سے پکڑے ہوئے پیسے رکشے والے کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔
اور بیگ اٹھائے تیزی سے رکشے سے نکل کر اندر بھاگی.....
وہ کاریڈور میں بھی بھاگتے ہوئے آئی اور اپنے پورشن کی طرف بھی تقریباً اسی تیز

رفتاری سے آئی۔ اس کا سانس پھول رہا تھا۔ اور چہرے کی رنگت اب بھی اڑی ہوئی تھی۔ شکر ہے اس کا کسی سے آمنا سامنا نہ ہوا۔

اور

وہ تیزی سے بھاگتی اپنے کمرے میں چلی گئی..... کھٹاک سے اس نے دروازہ بند کر کے اندر سے لاک کر لیا۔ وہ اتنی سہمی اور ڈری ہوئی تھی کہ لگتا تھا کہ دروازہ لاک نہ کیا۔ تو شکورا سے یہیں آ لے گا۔

وہ دھم سے بستر میں گر گئی۔

اس کا دماغ چکرا رہا تھا.....

شکور نے اسے دیکھ نہ لیا ہوتا تو بات اور تھی۔ اب تو وہ اسے دیکھ چکا تھا اور اس کا پلازہ کے باہر تک پیچھا بھی کیا تھا۔

کیا خبر

اس نے

رکشے میں بھی اس کا پیچھا کیا ہو

اگر

ایسا ہوا..... تو وہ کیا کرے گی؟؟؟

یہ دھکتا ہوا سوال اس کا ذہن داغ رہا تھا۔ اس کا خوف بڑھتا جا رہا تھا۔ اور وہ بے طرح سہمی جا رہی تھی.....

کتنی ہی دیر وہ اسی طرح پڑی رہی۔ لگتا تھا سوچنے سمجھنے کی ساری قوتیں مفلوج ہو گئی ہیں شام اتر رہی تھی۔ جب دروازے پر کسی نے دستک دی۔

"کون؟" وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے حواس بجا کرتے ہوئے بولی۔

جواب یوسف کے ذاتی نوکر امیر دین نے دیا۔

"کیا ہے امیر دین" اس نے حوصلہ کر کے دروازہ کھولا۔

"صاحب نے آپ کا پوچھا ہے۔" وہ بولا

"کیا؟"

"یہی کہ آپ آ گئی ہیں۔"

"ہاں۔ دیکھ تو رہے ہو۔"

امیر دین مسکراتے ہوئے سر ہلانے لگا۔

"سر کہاں ہیں؟" رابی نے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں"

"اچھا بتا دینا میں شام سے پہلے ہی آ گئی تھی....."

"بہتر جی"

وہ چلا گیا۔

رابی نے سر جھٹکا۔ اپنا حوصلہ خوب مضبوط کیا وہ اس وقت انعام پیلس کی چھت تلے تھی اسے شکور سے اتنا خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے تھا.....

لیکن

یہ حقیقت بھی تو ہے کہ شکور نے اسے دیکھ لیا تھا اور اسکا پیچھا بھی کیا تھا۔

اپنے ذہن سے خوف و ہراس کے سایے دور کرنے کے لئے اس کا جی تو چاہا کہ یوسف کے پاس چلی جائے اسے سب کچھ بتا دے۔

لیکن

اس وقت وہ اپنے کمرے میں تھا..... وہاں جانا مشکل تھا۔

رابی داؤ جی کے پاس آ بیٹھی..... وہاں منصورہ بھی تھی.....

"ہو آئیں گھر" منصورہ نے پوچھا۔

"گھر گئی تھیں" داؤ جی بولیں۔

"ہاں داؤ جی..... گھر گئی تھی....." اس نے کہا

"آج رات نہیں رہیں وہاں" منصورہ نے کہا۔

"شام تک چھٹی ملی تھی....." وہ بولی

"چلو مل تو آئیں" منصورہ نے کہا۔

"ہاں....." وہ جیسے بے خیالی میں باتیں کر رہی تھی۔ منصورہ نے چند باتوں ہی میں بات محسوس کر لی اس لئے ہنس کر بولی "کیا بات ہے..... بھابی سے لڑائی تو نہیں ہو گئی۔

"نہیں منصورہ آپا۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ فرح بھابی ہی نہیں بہن بھی ہے اور ست بھی۔ وہاں جا کر تو میں بہت پر سکون ہوئی تھی۔"

"پر سکون لگ تو نہیں رہیں" وہ بولی

"یہ بھی ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ"

"تم اب بہت پریشان رہنے لگی ہو۔"

"ہاں منصورہ آپا ایک پریشانی ختم نہیں ہوتی کہ دوسری آلیتی ہے۔"

"بیٹی" داؤ جی بڑے پیار سے بولیں "کیا پریشانی ہے۔ بتا دینے سے دل کا بار ہلکا ہو جاتا ہے ہم بھی تمہارے خیر خواہ ہیں۔

"بالکل داؤ جی" وہ گہری سانس لے کر بولی

اور

جب منصورہ اور داؤ جی نے بار بار پوچھا تو اس نے شکور کے متعلق انہیں بتا ہی دیا..... دونوں پہلے تو کچھ متفکر ہوئیں لیکن پھر داؤ جی بولیں "بیٹی اکیلے کہیں نہ آیا جایا کرو۔ باقی تم جب تک ان چھتوں تلے ہو تمہیں کسی قسم کا فکر نہیں کرنا چاہئے۔"

"بالکل" منصورہ نے کہا۔ "یہ انعام پیلس ہے رابی۔ یہاں کسی ایسے ویسے آدمی کو آنے کی جرات نہیں ہو سکتی۔ بے فکر رہو..... ہاں داؤ جی نے ٹھیک کہا ہے۔ اکیلی نہ آیا جایا کرو کہیں بھی....."

دونوں نے اسے بہت تسلی دی۔

رات بھر وہ ڈراؤنے خواب دیکھتی رہی۔ رات یوسف کہیں ڈنر پر گیا ہوا تھا۔ اس لئے اس سے ملاقات نہ ہو سکی۔ ورنہ وہ اپنے سارے خدشے اور خوف اس کے سامنے رکھ دیتی۔

دوپہر اس نے ریاض کو فون کیا۔ وہ دفتر میں مل گیا۔ شکور کے متعلق اس نے اسے بھی بتایا۔ ریاض فکر مند ہوا..... لیکن اس نے بھی یہی کہا کہ تم پیلس میں محفوظ ہو اور آئندہ اکیلے نہیں آیا جایا کرو کہیں بھی۔

شام وہ اور فرح اس سے ملنے بھی آ گئے۔ فرح بھی پریشان تھی۔ لیکن وہ تو شادی کر کے محفوظ ہو گئی تھی۔ فکر اسے رابی کی تھی۔ لیکن فکر مند ہونے کے باوجود دونوں اسے تسلیاں دیتے رہے

"وہ اب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ تم ایسے لوگوں کی پناہ میں ہو جہاں اس کی پہنچ ممکن ہی نہیں....."

فرح اور ریاض گھنٹہ بھر ٹھہرے۔

ان کے جانے کے بعد وہ ابھی اپنے کمرے میں آئی ہی تھی کہ کاریڈور کے فون کی گھنٹی بجی جسے منصورہ نے اٹھایا.....

فون رابی کے نام تھا۔

اس نے وہیں سے پکارا "رابی تمہارا فون ہے"

رابی باہر آئی فون پکڑا "ہیلو"

"مس رابی احتشام ہیں" آواز آئی۔

"جی بول رہی ہوں....."

"مس رابی احتشام میں شکور بول رہا ہوں"

رابی کا دل دھک سے رہ گیا اور اس کا رنگ اڑ گیا۔ فون اس نے فوراً بند کر دیا

"کس کا فون تھا" منصورہ قریب ہی کھڑی تھی۔

فون کی گھنٹی پھر بجی..... لیکن رابی نے ہاتھ سے کریڈل دبائے رکھا۔ منصورہ نے پھر پوچھا تو وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی "منصورہ آپا وہی بول رہا ہے..... وہ اب فون بھی کرنے لگا..... اس نے میرا پتہ ڈھونڈ لیا ہے....."

دو تین دفعہ فون کی گھنٹی بجی۔ لیکن رابی نے فون نہیں اٹھایا..... وہ بہت گھبرا رہی تھی..... منصورہ بھی قدرے پریشان ہوئی..... پھر بھی رابی کو تسلی تشفی دے کر بولی "سر اور میڈم کو بتا دو تو اچھا ہو گا....."

رابی خاموش بت بنی کھڑی رہی۔

رات جب چاندنی کا فسوں خیز غبار پھیلا تھا اور وہ یوسف کے سنگ پول کے کنارے مرمریں بنچ پر بیٹھی تھی..... یوسف مما سے بحث کی روئیداد اسے سنا رہا تھا لیکن وہ اپنے ہی خوف میں مبتلا تھی۔ کچھ سن سمجھ نہیں رہی تھی۔

اسے یوں بے حس و حرکت اور چپ بیٹھے دیکھا تو یوسف چونکا..... اس کا کندھا پکڑ کر ہلاتے ہوئے بولا "سو رہی ہو"

"نہ..... نہی..... نہیں سر" وہ ہڑبڑائی۔

"کیا بات ہے رابی" وہ اس کی طرف جھکتے ہوئے چاندنی میں اسکے چہرے کے تاثرات دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا.....

وہ ایک دم ہی کہہ اٹھی "سر..... میں بہت پریشان ہوں۔"

"کیوں" وہ گھبرا گیا۔

رابی نے چند لمحے توقف کیا۔ لیکن جب یوسف نے اس کا کندھا ہلاتے ہوئے پھر پوچھا تو اس نے ساری بات اسے بتا دی.....

چند لمحوں کے لئے یوسف بھی پریشان ہوا۔ لیکن جلدی بولا..... "تمہیں اس قدر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں رابی' وہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ تم انعام پیلس میں ہو..... جس کی طرف وہ نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی جرات بھی نہیں کر سکتا۔ پھر تم ہماری پناہ میں ہو..... ہم تمہارے محافظ ہیں....."

"سر....."

"بالکل گھبرانے کی ضرورت نہیں رابی" یوسف نے بازو اس کے گرد لے جاتے ہوئے اسے قریب کر لیا..... وہ کانپ رہی تھی..... "میں جو ہوں..... میرے ہوتے ہوئے کسی کی کیا مجال ہے جو تمہیں گزند پہنچائے....."

وہ سہمے ہوئے بچے کی طرح اس کے ساتھ لگ گئی.....

وہ اسے بازو میں سمیٹتے ہوئے بولا "ایک بات ہے رابی۔ آئندہ تم کہیں بھی اکیلی نہیں جاؤ گی۔ گاڑیاں موجود ہوتی ہیں۔ جانا ہو تو پیلس کی گاڑی میں جایا کرو....."

وہ چند لمحے چپ رہا پھر سوچتے ہوئے بولا "میں اسلم کی ڈیوٹی لگا دوں گا۔ وہی تمہیں اگر کہیں جانا ہو تو لے جایا کرے گا....."

وہ دیر تک رابی کو تسلیاں دیتا رہا.....

"ہاں اب اگر اس کا فون آئے تو بے دھڑک کہہ دینا کہ آئندہ اس نے فون کرنے کی جرات کی تو ہم اسے حوالہ پولیس کر دیں گے اسے ٹریس کرنا مشکل نہیں ہو گا....."

رابی کو اس کی باتوں سے بڑا سکون ملا۔ بڑی تسلی ہوئی۔

اس رات وہ دیر تک وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔

دوسرے دن شکور فون کرنے کی بجائے خود ہی آ گیا۔ اس نے چوکیدار کے ہاتھ رابی سے ملنے کا پیغام بھجوایا.....

رابی پہلے تو زرد پڑ گئی۔ پھر یوسف کی ہمت افزائی کام آئی۔ وہ کڑک سے چوکیدار سے بولی "اس سے جا کر کہو وہ چند منٹ بھی یہاں رکا تو اسے حوالہ پولیس کر دیا جائے گا۔" رابی کا پیغام ملتے ہی شکور واپس چلا گیا۔

شکور پھر خود آیا نہ اس کا فون..... دو چار دن خیریت سے گزر گئے۔ رابی اب حوصلہ مند تھی یوسف کے ہوتے ہوئے اور انعام پیلس میں رہتے ہوئے وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

اس دن وہ یوسف کے آفس جا رہی تھی اپنے پورشن سے انعام پیلس کے برآمدے میں آئی پھر اندر کاریڈور کی طرف چل دی۔ اس نے چند ضروری لیٹرز کی ڈکٹیشن لینا تھی۔ فائل اٹھائے وہ اپنے دھیان میں چلی آ رہی تھی

کہ

یوسف کے آفس کے پہلے گھماؤ پر اس نے جیسے جاگتی آنکھوں سے ڈراؤنا خواب دیکھ لیا..... اس کے قدم وہیں رک گئے اور وہ جلدی سے گول ستون کے پیچھے ہو گئی۔

اس نے

شکور کو

یوسف کے آفس سے نکل کر باہر جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

وہ پولیس کے حوالے کر دینے کی دھمکی کے باوجود یوسف کے آفس میں آن پہنچا ھا۔ چند لمحے تو وہ حواس باختہ سی کھڑی رہی۔

جب

شکور بیرونی راستے پر چلتا دور نکل گیا تو وہ ستون کے پیچھے سے نکل کر تیزی سے سف کے آفس کی طرف بھاگی۔

پٹاخ سے دروازہ کھولا..... اور گھبرائی ہوئی حواس باختہ سی اندر داخل ہوئی یوسف ی سیٹ کی بجائے صوفے پر بیٹھا تھا۔

اسے اس انداز میں اندر آتے دیکھا تو ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔

"رابی" وہ جلدی سے بولا۔

"سر..... سر....." اس کا سانس پھول رہا تھا۔ آنکھیں پھٹ جانے کی حد تک کھلی

تھیں۔ جسم لرز رہا تھا۔

"کیا ہوا رابی" یوسف آگے بڑھا۔

"وہ..... وہ....." وہ دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔

یوسف سمجھ گیا کہ اس نے شکور کو دیکھ لیا ہے۔ آگے بڑھ کر اسے سہارا دیتے ہوئے صوفے پر لا بٹھایا۔

"وہ..... وہ کیوں آیا تھا سر....." وہ بے طرح گھبرا رہی تھی۔

"وہ کون؟" یوسف بڑے اطمینان سے بولا۔ اس کے چہرے پر شگفتگی تھی۔

"وہ آدمی..... جو ابھی..... یہاں سے گیا ہے..... وہ شکور تھا سر۔"

"اچھا؟"

"ہاں سر..... وہ کیوں آیا..... اس نے کیا کہا۔ وہ بہت خطرناک آدمی ہے سر۔ بہت خطرناک"

یوسف نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔

"سر..... اس کا تعلق بڑے خطرناک گروہ سے ہے..... آپ نے اسے کیوں آنے دیا....."

"وہ خود آ گیا تھا۔" یوسف زیر لب تبسم سے بولا

"اف" رابی نے اپنا سر ہاتھوں پر گرا لیا.....

یوسف اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا "بہت بزدل لڑکی ہو"

"سر میں سخت..... خوفزدہ ہوں"

"میرے ہوتے ہوئے بھی۔"

اس نے جلدی سے یوسف کا بازو سختی سے پکڑ لیا۔

یوسف مسکراتے ہوئے بولا "شاباش اسی طرح مجھے پکڑے رہیں تو پھر ہمیں کوئی جدا نہیں کر سکے گا"

وہ
حیران ہو کر اسے دیکھتے ہوئے بولی "سر..... میں پریشان ہوں..... اور آپ کو مذاق سوجھ رہا ہے۔"

"پریشان ہونا تمہاری عادت ہے۔"

"سر"

"چلو چھوڑو..... وہ آیا تھا چلا گیا..... اب نہیں آئے گا..... بلکہ کوئی اور....."

"کیا سر..... آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"کچھ نہیں" وہ اسکی حالت پر مسکرا رہا تھا۔ لگتا تھا وہ کچھ جان گیا ہے لیکن رابی کو بتانا نہیں چاہتا تھا۔

رابی کچھ دیر یونہی گھبرائی بوکھلائی رہی۔

"ادھر لاؤ فائل" یوسف نے بات بدل دی۔

"سر....." وہ جلدی سے بولی "میرے حواس ٹھکانے پر نہیں ہیں..... میں ابھی ڈکٹیشن نہیں لے سکوں گی۔"

"میں جانتا ہوں....."

"آپ..... سر..... آپ بتاتے کیوں نہیں..... وہ کیوں آیا تھا..... آپ نے کیوں اسے آنے دیا تھا۔"

"یہ قصہ چھوڑ بھی دو..... چلو اٹھو....."

یوسف نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اٹھایا۔ اور دروازے کی طرف لے جانے لگا۔

"کہاں جا رہے ہیں سر....." وہ بولی۔

"تمہیں گھما پھرا لاؤں تاکہ تمہارے حواس سے گھبراہٹ اور پریشانی دور ہو سکے۔

وہ ہولے سے بولی "سر..... میری جان پر بنی ہے اور آپ..... سنجیدہ..... ہی نہیں ہو رہے۔"

اس کی بات کا جواب دیئے بغیر وہ اسے باہر لے گیا۔

بڑے لمبی ڈرائیو کی۔

اور

دوپہر کھانا بھی باہر ہی کھایا.....

وہ جتنی پریشان تھی..... یوسف اتنا ہی پر سکون اور مطمئن..... بلکہ بہت خوش۔

جب وہ واپس آئے اور رابی اپنے کمرے کی طرف جانے لگی تو یوسف بولا "اب گھبرانے کی ضرورت نہیں..... سب ٹھیک ہو جائے گا..... سمجھیں....."

"اس نے یونہی سر ہلا دیا اور اپنے پورشن کی طرف چلی گئی۔۔۔۔۔

یوسف بھی گاڑی بند کر کے اندرون پیلس چلا گیا۔۔۔۔۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

رات کھانے کے بعد جب یوسف مما اور پپا کے ساتھ نشست گاہ میں بیٹھا تھا۔ تو مما بولیں "یوسف"

"جی مما۔۔۔۔۔" اس نے کہا

"تم ڈاکٹر منصور کو جانتے ہو نا۔" وہ بولیں

"کون منصور۔۔۔۔۔" وہ جیسے انجان سا بن گیا۔

"کافی مدت ہوئی امریکہ میں ان سے شان کے ہاں ملاقات ہوئی تھی۔" وہ بولیں۔

"اور دو تین دفعہ مونا کے ہاں بھی تو ملے۔۔۔۔۔ اک دفعہ لندن میں ان کے گھر بھی گئے تھے۔ یاد نہیں آ رہا یوسف۔ تم بھی تو تھے" انعام صاحب نے اسے یاد دلایا۔

وہ سر کھجاتے ہوئے بولا "آں ڈاکٹر منصور۔۔۔۔۔"

"کارڈیالوجسٹ ہیں۔۔۔۔۔" مما بولیں۔

"کیا ہوا انہیں۔۔۔۔۔ کچھ کچھ یاد آ رہا ہے۔" یوسف ہنستے ہوئے بولا۔۔۔۔۔ حالانکہ ان کے متعلق انہیں بہت کچھ پتہ چلا چکا تھا۔

"وہ کل آ رہے ہیں۔" مما بولیں

"کہاں" وہ بولا

"ہمارے ہاں۔۔۔۔۔" مما خوشی سے بولیں۔

"کیوں؟" یوسف نے پوچھا۔

"بھئی" انعام مسکرائے "کوئی کسی کے گھر کیوں آتا ہے۔ ظاہر ہے ملنے آ رہے ہیں۔ انہیں ہمارا پتہ چلا تو آ رہے ہیں ملنے۔۔۔۔۔ مزے کی بات یہ کہ وہ کافی سالوں سے یہاں رہ رہے ہیں۔۔۔۔۔"

"لیکن ملاقات کا اب خیال آیا" یوسف زیر لب مسکراتے ہوئے بولا۔

"اچھے لوگ ہیں۔" انعام صاحب بولے۔

"ان کی بیوی تو بہت ہی ہنس مکھ اور باذوق عورت ہے۔" مما بولیں۔

پرانی یادیں تازہ کرتے ہوئے دونوں اس فیملی کی تعریفیں کرنے لگے۔ یوسف چپکے چپکے مسکرائے جا رہا تھا۔

دوسری شام وہ لوگ انعام پیلس انعام اور بیگم انعام سے بڑے تپاک سے ملے۔ یوسف کو بھی انہوں نے پہچان لیا۔ چھ سات سالوں میں سبھی میں تھوڑا بہت فرق تو آ گیا تھا۔ لیکن ایک دوسرے کو پہچان لینے میں دشواری نہ ہوئی تھی۔ اس لئے بڑی گرمجوشی سے سب ملے اور خوب خوب احوال پرسی کرتے رہے۔

سب بڑے ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔

انھیں موسمی مشروب پیش کئے گئے۔

پھر سب گھل مل کر باتیں کرنے لگے۔

"انکل" یوسف نے باتوں کے دوران مسکراتے ہوئے پوچھا "آپ اتنے سالوں سے یہاں ہیں۔ ہماری یاد اب کیسے آ گئی۔۔۔۔۔"

"ٹھیک کہتے ہو بیٹے۔ آج ہم خاص کام ہی کے لئے آئے ہیں۔"

"خاص کام" مما جلدی سے بولیں۔

"ہاں" شاہدہ مسکرائیں۔

"وہ کیا" مما نے پوچھا۔

"رابی احتشام کے سلسلہ میں اسنا ہے وہ آپ کے ہاں ہیں۔" منصور بولے

"جی ہاں" مما نے کہا "وہ میری پرسنل سیکرٹری ہے۔"

"اور وہ میری" ڈاکٹر منصور نے اسی لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "بھتیجی ہے۔"

"کیا؟" حیرت سے مما کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور انعام نے بھی حیرانگی سے انہیں دیکھا۔

ہاں یوسف متعجب ہوا نہ حیران۔۔۔۔۔ یوں لگا جیسے وہ یہ بات پہلے سے جانتا تھا۔

مما کے لئے خاص طور پر یہ انکشاف حیرت انگیز تھا۔ اس لئے وہ دوبارہ پوچھنے لگیں۔

"رابی احتشام آپ کی بھتیجی ہے۔"

"جی ہاں" منصور بولے "احتشام میرے فرسٹ کزن تھے۔"

"اور میرے بھی۔" شاہدہ مسکرائیں۔ "مرحوم میرے بھی خالہ زاد تھے۔"

مما کچھ گنگ سی تھیں۔۔۔۔۔

منصور بولے "احتشام اور میں اکٹھے ہی امریکہ گئے تھے۔ دونوں نے کارڈیالوجی

میں اکٹھے ہی سپیشلائز کیا تھا۔ وہ کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد لندن چلا گیا تھا وہاں سے سعودیہ میں بہت اچھی جاب ملی تو وہاں آ گیا۔ بدقسمتی دیکھیں پاکستان چند دنوں کے لئے آیا تھا۔ تو وہ جانکاہ حادثہ پیش آ گیا زری بھابی اور وہ دونوں ہی چل بسے....."

"اور بیچاری بچی۔" شاہدہ بولی۔ "یوں دھکے کھانے کے لئے اکیلی رہ گئی....."

"آپ لوگوں نے رابی کو تنہا چھوڑ دیا تھا۔" انعام کہہ اٹھے۔

"اوہ بھائی" منصور ایک گہری سانس لے کر بولے۔ "قسمت کے کھیل نرالے ہوتے ہیں۔ ہم لوگ ان دنوں لندن میں تھے۔ یہاں ہوتے تو رابی دارالامان میں جاتی؟ ہم لوگ اس حادثے کے کوئی آٹھ ماہ بعد یہاں آئے تھے۔ رابی کے متعلق یہی پتہ چلا کہ کچھ دور پار کے سگے سوتیلے رشتہ داروں نے اس کی جائیداد پر قبضہ کرنے کے لئے اسے غائب کر دیا۔ معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ دارالامان میں ہے ہم لوگ وہاں گئے..... تو محافظ نے مالکوں سے ملنے ہی نہیں دیا۔ صاف کہہ دیا کہ اس نام کی لڑکی یہاں کوئی ہے ہی نہیں..... ہمیں پھر واپس لندن جانا تھا۔ اس لئے تحقیق زیادہ نہ کر سکے۔ لیکن اگلے سال جب ہم یہیں شفٹ ہو گئے۔ تو ہم پھر لاہور آ گئے..... دوبارہ دارالامان گئے۔ پتہ چلا کہ رابی کسی دوسری لڑکی کے ساتھ وہاں سے بھاگ نکلی ہے..... بس ہم تو ناامید ہو گئے۔ اپنے طور پر بہت تلاش کیا۔ لیکن کچھ پتہ نہ چل سکا....."

"اب..... اب آپ کو کیسے پتہ چلا کہ وہ یہاں ہے۔" مما حیرت زدہ سی یہ کہانی سن رہی تھیں۔

"میرے ڈرائیور شکور نے چند دن ہوئے رابی کو کسی سٹور میں دیکھا اور پہچان لیا۔" منصور بولے۔

"ڈرائیور نے..... کیا وہ رابی کو جانتا تھا؟" مما بولیں۔

"ہاں" منصور نے جلدی سے کہا "یہ آدمی جو ان دنوں میرے ہاں ڈرائیور ہے دارالامان کا محافظ تھا..... رابی کو اچھی طرح سے جانتا تھا..... اسی نے تب ہمیں رابی سے ملنے نہیں دیا تھا۔"

"اب..... وہ..... آپ کا ڈرائیور ہے۔" مما نے پوچھا۔

"ہاں" منصور نے جواب دیا "قسمت اسے ہمارے ہاں لے آئی..... وہ پرانا دھندہ چھوڑ چکا تھا۔ اس کا جوان سال بیٹا ایک حادثے میں مر گیا تو اس نے اس ذلیل کام سے

توبہ کر لی۔ دارالامان میں لڑکیوں کا کاروبار ہوتا تھا..... اسی نے پولیس میں رپورٹ دی اور دارالامان پر چھاپا پڑا مالکان گرفتار ہو گئے اور لڑکیاں آزاد کروا لی گئیں....."

"ہم نے اس کی ان باتوں کی پوری تصدیق کر لی تھی" شاہدہ بولی "تب اسے نوکری دی تھی..... قدرت نے ہمیں اسی کی وساطت سے رابی سے ملوانا تھا نا....."

"بھابی" منصور بولے "رابی کو بلوائیے نا....."

"اتنے سالوں بعد ہمیں پہچان بھی پائے گی۔" شاہدہ بولی

"آخری بار لندن میں ملی تھی۔ تب چودہ پندرہ سال کی تھی۔ برسوں بیت گئے۔ لیکن خون کے رشتے ہیں....."

مما نے نوکر کو آواز دی کہ وہ رابی کو بلا لائے۔ یوسف خاصا مسرور نظر آ رہا تھا۔ یہ سب باتیں اسے کل شکور بتا گیا تھا۔

"اسے بتائیے گا نہیں کچھ بھی" شاہدہ مسکرائی "دیکھیں ہمیں پہچانتی بھی ہے یا نہیں....."

"سرپرائز" یوسف مسکرایا۔

"زیادہ لطف آئے گا یوں ملنے میں۔" منصور بھی مسکرائے۔

"بالکل" شاہدہ نے کہا۔

نوکر چلا گیا..... سب باتیں کرنے لگے۔ منصور ان لوگوں کو احتشام اور زری کے متعلق تفصیل سے بتانے لگے۔ رابی کے لئے انہوں نے جو بڑی جائیداد چھوڑی تھی وہ بھی بتائی..... ہتھیاروں سے منصور نے جائیداد کے سارے کاغذات لے لئے ہوئے تھے۔ اور رابی کی امانت رکھے ہوئے تھے۔ وہ خدا کا شکر کر رہے تھے کہ رابی مل گئی..... ان کے سر سے امانت کا بوجھ اتر جائے گا۔

بیگم انعام نے بڑی پر تکلف چائے کا بندوبست کر رکھا تھا۔ نوکر چائے کا پوچھنے آیا تو وہ بولیں "تھوڑی دیر ٹھہرو..... رابی آ جائے تو پھر....."

"اچھا جی" نوکر واپس چلا گیا۔

وہ باتوں میں مشغول تھے کہ رابی دروازے میں نمودار ہوئی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ یہاں مہمان آئے بیٹھے ہیں۔ وہ تو سمجھی تھی کہ میڈم نے کسی کام کے لئے بلایا ہے۔ سامنے ہی صوفے پر ڈاکٹر منصور اور انعام صاحب بیٹھے تھے۔ دائیں ہاتھ کی

نشستوں پر میڈم اور شاہدہ تھیں۔ یوسف ان کی پشت پر کھڑا تھا۔

وہ ایک دم اندر نہ آ سکی۔ جھجک کر بولی۔ "میں آ جاؤں میڈم....."

"آؤ..... آؤ....." وہ جلدی سے بولیں۔

رابی اندر آئی سب کو سلام کیا ایکا ایکی اس کی نگاہ منصور پر پڑی..... پہلی نظریں اس نے کوئی نوٹس نہ لیا..... اس نے جلدی سے میڈم کے ساتھ بیٹھی خاتون کو دیکھا..... کچھ..... مانوسیت محسوس ہوئی۔

اس کے ذہن میں کچھ ہلچل سی ہوئی.....

چونک کر اس نے پھر منصور کو دیکھا..... اور یہی چونکتی نظر شاہدہ پر ڈالی.....

پھر

وہ کبھی منصور اور کبھی شاہدہ کو تکے گئی..... شناخت کی چمک اس کی آنکھوں میں ابھرنے لگی۔

لیکن

اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا تھا۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ جو کچھ وہ دیکھ رہی ہے وہ ممکن بھی ہے..... انکل اور آنٹی..... یقیناً وہ انکل منصور اور آنٹی شاہدہ ہی تھے۔

چند لمحے وہ بت بنی کھڑی رہی اس کی نظریں دونوں چہروں کو جیسے شناخت کر رہی تھیں۔

سب اسے ہی تکے جا رہے تھے۔

پھر

اسے چکر سا آ گیا۔ وہ لہرائی.....

گرنے کو تھی کہ ایک دم سے لپک کر منصور نے اسے ہاتھوں سے تھام لیا.....

"رابی..... میری بچی....." انہوں نے اسے لپٹا لیا۔

"ان..... انکل..... آپ....." وہ جیسے ہوش و حواس سے بیگانہ ہوئے جا رہی تھی.....

شاہدہ بھی اٹھی اور رابی کو تھام کر بولی "مجھے پہچانا رابی"

"آنٹی شاہدہ....." وہ ان سے لپٹ گئی۔ شاہدہ نے اسے بازوؤں میں بھر کر سینے

سے چمٹا لیا.....

"آنٹی..... آنٹی" رابی بار بار دہرائے جا رہی تھی۔ شاید وہ ابھی تک یقین اور بے یقینی کی کیفیت سے گزر رہی تھی..... یقین کر لینا سہل بھی تو نہیں تھا۔ برسوں کے بچھڑے ہوئے یوں اچانک مل جائیں تو ذہنی حالت کا ایسے ہونا یقینی ہوتا ہے۔

رابی کو کبھی منصور تھام رہے تھے۔ کبھی شاہدہ..... بے پناہ پیار پا کر اسے رشتوں کا احساس ہونے لگا

اور

پھر

وہ ان سے چمٹ چمٹ کر بے تحاشہ رونے لگی۔ شاہدہ بھی رو رہی تھی۔ بیگم انعام کی آنکھیں بھی گیلی ہونے لگیں منصور بھی آبدیدہ ہو گئے..... اور یوسف نے رخ دوسری طرف موڑ لیا۔

یہ کیفیت کتنی ہی دیر رہی۔

منصور اور شاہدہ رابی کو لے کر صوفے پر بیٹھ گئے اور پیار کرتے ہوئے رابی کو چپ کرانے لگے۔ بیگم انعام نے بھی اٹھ کر رابی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "چپ ہو جاؤ رابی..... خدا کا شکر ادا کرو..... تمہیں اپنے مل گئے....."

خوشی اور غم کے آنسو جانے کب سے اکٹھے ہو رہے تھے۔ وہ جی بھر کر رونا چاہتی تھی۔ اسے اپنے ممی ڈیڈی بھی تو بے طرح یاد آ رہے تھے۔

بڑے مشکلوں سے اس نے اپنے آپ کو سنبھالا..... آنسو پینے کی کوشش کی۔ شاہدہ نے اسکی ٹھوڑی کو انگلیوں پر اٹھا کر اس کا چہرہ اونچا کیا۔ اور بھیگی مسکراتی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کی پیشانی چوم لی۔

"آنٹی" رابی اس کے سینے سے لگ گئی۔

"بس اب..... چپ ہو جاؤ میری جان" شاہدہ نے بڑے پیار سے اسے سیدھے بٹھایا.....

رابی کی آنکھیں اب بھی بہہ رہی تھیں..... دوپٹے کو انگلی کے گرد لپیٹے جا رہی تھی ہونٹ دانتوں تلے دبا رہی تھی..... احساس ہو رہا تھا کہ کمرے میں آنٹی انکل کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں.....

"بس شاباش" شاہدہ نے اس کی کمر تھپکی۔

"کچھ باتیں کرو بیٹا" منصور نے اسے پیار کیا۔ "کیسی ہو؟"

"انکل..... " اس نے بے آواز سی سسکی بھری..... "آپ کیسے..... ہیں..... یہاں..... کیسے آئے"

"تمہیں تلاش کر ہی لیا نا" منصور نے پیار سے کہا۔

"کیسے انکل..... " وہ بولی.....

"جس نے انہیں یہاں پہنچایا" یوسف انکل کی بجائے مسکراتے ہوئے بولا "اس کا نام سنو گی تو زرد پڑ جاؤ گی۔"

"جی؟" وہ کچھ نہ سمجھیں۔

"بیٹے ہمارے ڈرائیور نے تمہارا پتہ کھوج نکالا..... " انکل بولے۔

"یعنی شکور نے" یوسف نے ہنس کر اسے دیکھا۔

رابی نے حیرانی سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے یوسف اور پھر انکل کو دیکھا۔ منصور نے اثبات میں سرہلاتے ہوئے کہا "ہاں بیٹے وہی شکور جس سے تم واقعی ڈرتی رہیں..... "

"وہ..... وہ دارالامان..... کا چوکیدار..... " رابی ہکلائی۔

"وہ اب ہمارا ڈرائیور ہے۔ اس نے تمہیں کسی سٹور میں دیکھ کر پہچان لیا تھا۔ اپنے طور پر وہ تم سے مل کر ہمارے متعلق بتانے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن تم اس سے نہیں ملیں۔"

"انکل" یوسف مسکرایا۔ "یہ تو اتنی خوفزدہ تھیں کہ اس کے نام ہی سے لرز اٹھتی تھیں۔ کل وہ مجھے سب کچھ بتانے آیا تھا' اسے آفس سے نکلتے ان صاحبہ نے دیکھ لیا..... بس نہ پوچھیں۔"

"اس بیچاری کا خوف اپنی جگہ صحیح ہی تھا یوسف" ممانے بیٹے سے کہا۔

پھر

منصور نے ساری کہانی رابی کے سامنے پھر سے دہرائی..... یہ سن کر کہ دارالامان کا اب کوئی وجود نہیں سن کر رابی کو بے حد اطمینان ہوا.....

رابی انکل اور آنٹی کے ساتھ ان کے گھر آ گئی۔ وہ کتنی خوش تھی۔ اس کا دل ہی جانتا تھا۔ گو ممی ڈیڈی بھی شدت سے یاد آ رہے تھے..... ان کی تصویریں دیکھ کر بہت روئی بھی تھی..... لیکن پھر بھی لگتا تھا اب تک وہ بھٹک رہی تھی۔ اب ٹھکانہ میسر آ گیا۔ منصور اور شاہدہ اس کی دلجوئی بھی تو بہت کر رہے تھے۔ ماں باپ کے حادثے کے بعد جو کچھ رابی پر بیتی تھی' وہ اس سے کئی بار سن کر بھی توجہ اور ہمدردی سے سن رہے تھے۔

"کاش شکور ہمیں پہلی بار جب ہم دارالامان گئے تھے' تم سے ملوا دیتا..... " منصور ہاتھ مل مل کر کہتے۔

شاہدہ بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتی "ہماری بچی کو کتنی مصیبتیں جھیلنا پڑیں۔"

ایسے میں رابی ریاض اور فرح کا ذکر نہ بھولتی۔ "یہ دونوں نہ ہوتے تو جانے میرا کیا حال ہوتا۔ ریاض بھائی نے تو باپ اور سرپرست بن کر مجھے تحفظ دیا اور فرح بہن اور دوست کی طرح رہی۔ ان کے سنگ میرا وقت اچھا گزر گیا..... "

اس دن بھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ شاہدہ منصور سے بولی۔ "منصور ہمیں ریاض اور فرح سے ملنے جانا چاہئے۔ ان کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔"

"ہاں..... بالکل..... کسی دن چلتے ہیں..... " انہوں نے کہا۔

رابی خوش ہو کر بولی "فرح کو ابھی پتہ نہیں چلا ہو گا کہ آپ مجھے مل گئے ہیں۔ وہ دونوں بہت خوش ہوں گے..... کہیں تو میں انہیں یہاں ہی بلا لوں۔"

"بلائیں گے ضرور بلائیں گے۔" شاہدہ نے کہا "لیکن پہلے جانا ہمارا فرض بنتا ہے۔"

دوسری ہی شام وہ تینوں ریاض کے ہاں گئے۔ شاہدہ نے ان کی بچی کے لئے تحفے بھی لئے اور مٹھائی وغیرہ بھی.....

ریاض اور فرح رابی کے ساتھ دو معزز افراد کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ دونوں نے

یہی سمجھا کہ انعام اور بیگم انعام آئے ہیں۔

لیکن جب خوشی سے چہکتے ہوئے رابی نے دونوں کا تعارف کروایا' تو دونوں کو جیسے اپنی سماعت اور بصارت پر یقین نہ آیا۔

جب یقین آیا

تو مہمانوں کی حیثیت اور رتبے کا احساس کرتے ہوئے کچھ خفت سی بھی ہوئی۔

لیکن منصور اور شاہدہ اتنے پیار اور بے تکلفی سے ملے کہ ان کی جھجک جاتی رہی..... رابی کو تو پیار کر کے انہوں نے اپنوں کو پا لینے کی مبارکبادیں دیں۔

دونوں واقعی اس ملن سے بہت خوش ہوئے تھے۔

وہ لوگ گھنٹے بھر وہاں رہے۔ ریاض کوک اور پھل وغیرہ لے آیا..... مہمانوں کی تواضع کی.....

شاہدہ نے ریاض اور فرح کو دوسرے دن ڈنر پر مدعو کیا۔ وہ ان دونوں کا بار بار شکریہ ادا کر رہی تھی..... کہ انہوں نے رابی کو اپنوں کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔

دوسرے دن

ریاض اور فرح

ڈاکٹر منصور کے ہاں گئے..... ان کی آؤ بھگت کی گئی۔ شاہدہ فرح سے بہت بے تکلف ہو گئی۔ منصور بھی ریاض کو بیٹا بیٹا کہہ کر پکار رہے تھے۔ حیثیت اور درجے کی کمی انہیں محسوس نہ ہونے دے رہے تھے۔

کھانے کے بعد منصور اور ریاض باتیں کرنے لگے۔

رابی فرح اور شاہدہ پرلے صوفے پر جا بیٹھیں..... فرح اب شاہدہ کے ساتھ بے تکلفی سے باتیں کر رہی تھی۔

باتوں ہی باتوں میں یوسف کا ذکر آ گیا۔ تو فرح نے شوخ نظروں سے رابی کو دیکھتے ہوئے شاہدہ سے ہولے سے کہا "بہت ہی اچھا ہوا آپ لوگ مل گئے۔ یہی کسر تھی بس۔"

"کیا مطلب" شاہدہ کچھ نہ سمجھی۔

رابی نے فرح کو گھورا

لیکن وہ خوش ہوتے ہوئے بولی "یوسف اور رابی کا رشتہ طے ہونے والا تھا آنٹی۔"

"سچی....."

"ہاں آنٹی"

"آنٹی ایسے ہی بک رہی ہے۔" رابی سرخ ہو گئی۔

"نہیں آنٹی سچ کہہ رہی ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "صرف آپ لوگوں کے نہ ہونے کی وجہ سے بات طے نہ ہو رہی تھی....."

"ہم لوگوں کی وجہ سے"

فرح نے کھل کر ساری بات شاہدہ کو بتا دی..... رابی سر جھکائے شرماتی رہی.....

"اب تو بیگم انعام کو کوئی اعتراض نہ ہو گا....." وہ بولی

"اچھا..... یہ بات ہے" شاہدہ نے رابی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔ "شکر ہے خدا نے ہمیں بروقت ملا دیا..... ہمیں شکور کا شکر گزار ہونا چاہئے....."

"واقعی" فرح بولی..... رابی کے ساتھ وہ بھی شکور سے مل چکی تھی۔

کچھ دیر یہی باتیں ہوتی رہیں.....

اگلے دن بیگم انعام کا فون آ گیا۔

وہ شام ان کے گھر آنا چاہ رہے تھے۔

"بسر و چشم" شاہدہ نے کہا۔ "ہم گھر ہی ہوں گے"

"شکریہ" بیگم انعام نے کہا۔

"ہم آپ کا بخوشی انتظار کریں گے۔" شاہدہ نے کہا۔

شام انعام بیگم انعام اور یوسف تینوں ہی آ گئے۔ یوسف کی نظریں رابی کو دیکھنے کے لئے بے تاب تھیں۔ چند دن کیا گزرے تھے اسے لگ رہا تھا رابی سے ملے برسوں بیت گئے.....

سب ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔ رابی تھوڑی دیر بعد اندر آئی۔ یوسف کی نگاہوں نے اس کا والہانہ استقبال کیا۔

وہ اک نگاہ نیم باز اس پر ڈالتے ہوئے انعام اور بیگم انعام کو مودبانہ آداب کہتے ہوئے آنٹی شاہدہ کے پہلو میں بیٹھ گئی.....

"بہت خوش ہے ہماری بیٹی۔" باتوں کے دوران انعام نے پیار سے رابی کو دیکھا۔

"خدا نے مجھے بہت بڑی خوشی سے نوازا ہے سر....." رابی بولی۔

"اوں ہوں۔" انعام مسکرائے "سر نہیں بیٹے اب صرف انکل....."

"شکریہ سر....." وہ جلدی سے بولی "تو اس کے سر کہنے پر سب ہنس دیئے۔

محفل خوب جمی

خوب باتیں ہوئیں.....

ادھر ادھر کی باتیں ختم ہوئیں تو بیگم انعام سنبھل کر بیٹھتے ہوئے ڈاکٹر منصور اور شاہدہ سے بولیں "ہم رابی کو لینے آئے ہیں....."

"نہیں بھابی" منصور ایک دم بولے۔ "اب رابی کو نوکری کرنے کی ضرورت نہیں۔"

بیگم انعام ہنس کر بولیں۔ "اپنے بیٹے کو آپ کی غلامی میں دینے آئے ہیں....."

"اوہ" منصور مسکرائے۔ شاہدہ تو کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ رابی شرما کر وہاں سے اٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد جب سب سنجیدگی سے رشتہ طے کرنے کی باتیں کر رہے تھے یوسف بھی اٹھ کر باہر آ گیا۔

برآمدے کے مرمریں ستون کے پاس رابی کھڑی تھی۔

"ہیلو" یوسف نے اس کے کندھے پر ہولے سے ہاتھ رکھا۔

"اوہ" رابی ایک دم پلٹی "سر....."

یوسف مسکرایا اور دھیرے سے سرگوشی کے انداز میں چہکا "تم مجھے اب یوسف بھی کہہ سکتی ہو..... لیکن تمہارے منہ سے سر کہلوانا مجھے اچھا لگتا ہے۔"

"سر" وہ شرما گئی۔

یوسف سرشار سا نظر آنے لگا۔

رشتہ طے پا گیا۔ شاہدہ نے یوسف اور رابی کی پسندیدگی کا ذکر پہلے ہی منصور سے کر دیا ہوا تھا۔ چنانچہ کوئی دشواری پیش نہ آئی۔

مہمان ہنستے مسکراتے واپس لوٹے۔

رات یوسف نے خوشی سے ماں کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور سرور اور مخمور لہجے میں بولا "میں جیت گیا نا مما....."

اور

مما

اس کی پیشانی پر پیار سے بوسہ دیتے ہوئے بولیں "بیٹا جی ہاری میں بھی نہیں....."

دونوں مسکرا دیئے.....

پھر

شادی

بڑے تزک و احتشام سے ہوئی..... ریاض اور فرح بھائی اور بھابی بن کر شادی میں پیش پیش تھے..... منصور اور شاہدہ نے ان کے رشتے کا بڑا احترام کیا۔ ریاض ہی نے بھائی بن کر دلہن کو گاڑی میں بٹھایا.....

اور

رابی جب پھولوں' زیورات اور بھری عروسی جوڑے میں یوسف کے پہلو میں سر جھکائے بیٹھی تھی۔

اس کے اندر

ذات کی برتری اور عظمت سر اٹھائے ہوئے تھی۔